ابنِ صفی
جلد نمبر
31
جاسوسی دنیا
93- ساتواں جزیرہ
94- شیطانی جھیل
95- سنہری چنگاریاں

پیشرس

"ساتواں جزیرہ" ملاحظہ فرمائیے۔

کہانی شروع ہوئی اور پھیلاؤ اختیار کرتی گئی۔ ایسا پھیلاؤ کہ اختصار سے کام لینے کی کوشش کہانی ہی کی موت ثابت ہوتی...... اور آپ لکھ بھیجتے کہ واہ بھئی اٹھے تھے اتنے زور و شور سے اور آخر میں "پھس" ہو کر رہ گئے۔ اسلئے میں نے مناسب یہی سمجھا کہ اسے آگے بڑھادیا جائے۔

قاسم سے ملئے۔ عرصہ سے آپ ان حضرت سے ملنے کے خواہش مند تھے۔

یہ اس کہانی میں خاص کردار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یعنی کہانی انہیں کے گرد گھومتی ہے اور خود انہیں بھی علم نہیں کہ آخر کس چکر میں پھنس گئے ہیں اور کہانی کے اختتام سے قبل آپ بھی نہ سمجھ پائیں گے۔ اس میں شک نہیں کہ خاص نمبر کا انتظار آپ کو شدت سے کھلے گا۔ لیکن میں انتہائی کوشش کررہاہوں کہ یہ بھی آپ تک جلد سے جلد پہنچ سکے۔

اس بار ایک صاحب نے اپنی دل چسپ خواہش کا اظہار کیا ہے۔ فرماتے ہیں "آپ جب اتنا اچھا لکھ سکتے ہیں تو..... ادبی انعام کے لئے کوشش کیوں نہیں کرتے۔ خاص طور پر ایک ناول اس کے لئے بھی لکھئے میرا دعویٰ ہے کہ آپ کامیاب رہیں گے۔"

جناب عالی! میرا سب سے بڑا انعام یہی ہے کہ آپ میری کتابیں پسند کرتے ہیں، انہیں حرف بحرف اس طرح پڑھتے ہیں کہ بعض عبارتیں از بر ہو جاتی ہیں اور آپ بے تکان اُن کے حوالے اپنے خطوط میں دیتے ہیں اور مجھے متعدد کتابیں الٹنی پڑتی ہیں کہ میں نے یہ چیز کب اور کہاں لکھی تھی!

ویسے ایک بات ہے آپ کسی "پبلک چونی فنڈ" سے کوئی ایسا ادارہ قائم کیجئے جو اچھی ادبی تخلیقات پر انعام دے سکے تو میں اس کے لئے سر دھڑ کی بازی لگادوں گا۔ کیونکہ اُس کی نوعیت "قومی" ہو گی لیکن شخصی انعام کا تصور بھی میرے لئے توہین آمیز ہے۔

یا پھر شخصی انعام کے حصول کی کوشش اُس صورت میں کر سکوں گا جب کہ اُس کا تعلق کسی بہت بڑے عالم و دانشور کی ذات سے ہو! کیونکہ علماء کے مقابلے میں تو میں زندگی بھر خود کو کمترین محسوس کرتا ہوں گا۔

بہر حال شاید آپ کی یہ خواہش نہ پوری کر سکوں۔ ویسے یہ تو فرمائیے کہ آپ قابل انعام کس قسم کی کتابوں کو سمجھتے ہیں۔ ضرور مطلع فرمائیے گا۔ والسلام

ابن صفی

دیو کا غسل

سائرہ شدت سے بور ہو رہی تھی۔ لیکن کیا کرتی۔ کہاں جاتی۔ ملازمت ہی ٹھہری۔ اسی بوریت کا ماہانہ معاوضہ ساڑھے چار سو روپوں کی شکل میں ملتا تھا..... اور پھر کسی کا پرائیوٹ سیکریٹری ہونا ویسے بھی ہنسی کھیل نہیں۔

نو بجے دن سے چھ بجے شام تک کی ڈیوٹی ہوتی تھی۔ صبح سات بجے گھر سے نکل کر بس پر بیٹھتی۔ بس اُسے ایگل بیچ تک لاتی۔ پھر ایگل بیچ سے ایک لانچ جزیرہ سونار تک پہنچاتی۔ یہ جزیرہ ایگل بیچ کے ساحل سے بارہ میل دور واقع تھا۔

بہر حال سونار تک پہنچتے پہنچتے نو بج جاتے تھے..... اُس کا باس قلندر بیابانی اسی جزیرے میں رہتا تھا۔ اس کے جاسوسی ناول اردو میں خاصی شہرت رکھتے تھے۔ سکسٹن بلیک سیریز کے انگریزی ناولوں کو کرتا پاجامہ پہنا کر پیش کر دینے میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔ پہلے پہل تو سراغ رساں کے نام سکسٹن بلیک کو بھی اردوانے کی کوشش کرڈالی تھی۔ لیکن اسے چونی والی پبلک نے سخت ناپسند کیا تھا اور پڑھے لکھے آدمیوں نے بھی ناک بھوں سکوڑی تھی۔ وہ انگریزی میں تو سکسٹن بلیک پسند کرتے تھے لیکن بھلا اردو میں "کلوپرویز" کیونکر برداشت کر لیتے.....

بہر حال اُسے سراغ رساں کا نام کلوپرویز کی بجائے پھر کچھ اور تجویز کرنا پڑا تھا۔

ہر ماہ دو چار ناول پیش کر دینا اُس کے بائیں ہاتھ کا کام تھا۔ سونار میں ایک خوبصورت سے بنگلے کا مالک تھا۔ مستقل طور پر وہیں رہتا بھی تھا..... شہر میں آبائی جائیداد کئی مکانات کی

شکل میں موجود تھی جس سے اچھی خاصی ماہانہ آمدنی ہو جاتی تھی اور پھر اُس کے پبلشر بھی اُسے مناسب معاوضہ دیتے تھے۔

بہرحال چین سے بسر ہوتی تھی۔ عمر پچاس اور ساٹھ کے درمیان رہی ہو گی۔ غیر شادی شدہ تھا۔ بنگلے میں دو ملازم دن رات رہتے تھے۔ ان میں سے ایک باورچی تھا اور دوسرا ڈرائیور ..... سائرہ چھ بجے شام کو وہاں سے شہر کے لئے روانہ ہو جاتی تھی۔

اُس کا خیال تھا کہ قلندر بیابانی سنکی اور جھکی ہے۔ کسی عورت نے اُسے کبھی پسند ہی نہ کیا ہو گا۔ پھر شادی کیسے ہوتی؟

ناول کا مسودہ لکھتے لکھتے اُس کا ہاتھ دکھ جاتا اور وہ دل ہی دل میں دعائیں کرتی اے اللہ اس کی شادی کرا دے اس سے بھی زیادہ کسی سنکی عورت سے۔ تاکہ بھول جائے "عمل عمل" کی للکار..... کیونکہ ذرا اُسے سست دیکھتا اور دھڑ سے شعر پڑھ دیتا۔

یہاں کوتاہی ذوق عمل ہے خود گرفتاری

جہاں بازو سمٹتے ہیں وہیں صیاد ہوتا ہے

بس لکھے جاؤ۔ جس دن ایک ناول ختم ہوتا اُسی دن دوسرا شروع کرا دیتا! لیکن یہ معمہ آج تک اُس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ وہ اپنے ناول مائیکروفون پر کیوں ڈکٹیٹ کراتا ہے، اپنے کمرے میں بند ہو کر بیٹھ جاتا۔ وہیں سے مائیک پر ڈکٹیٹ کراتا ہے اور وہ دوسرے کمرے میں تنہا بیٹھ کر لکھتی رہتی۔

اگر اسے جاسوسی ناولوں سے دلچسپی ہوتی اور اس نے انگریزی کے جاسوسی ناول پڑھے ہوتے تو اندازہ کر لیتی کہ وہ سکسٹن بلیک سیریز کے ناول ہاتھ میں لے کر نہایت اطمینان سے اردو میں پڑھتا چلا جاتا ہے۔ وہ تو اُسے جینئس سمجھتی تھی اور کمرے میں بند ہو کر ناول ڈکٹیٹ کرانے کو اس کی "سنک" پر محمول کرتی تھی۔

ویسے بھی ہر جینئس کو پیدائشی طور پر یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ خود کو سنکی پوز کرے۔ بلکہ اگر پاگل ہو کر کتوں کی طرح بھونکنا بھی شروع کر دے تو پبلک کو چاہئے کہ اُس کے پیچھے ٹیپ ریکارڈ لے کر دوڑ پڑے تاکہ اُس کی "بھوں بھوں" سے آئندہ نسلیں بھی نہ صرف محظوظ ہو سکیں بلکہ اس کے سلسلے میں ریسرچ کر کے ڈاکٹریٹ بھی لے سکیں۔

دوپہر کا کھانا قلندر بیابانی ہی کے ساتھ کھانا پڑتا تھا۔ اس وقت وہ یہی بوریت برداشت کر رہی تھی۔ اُن کے ساتھ ایک بلی بھی تھی، جو رہ رہ کر "میاؤں میاؤں" کرنے لگتی۔

قلندر کبھی کبھی گوشت کا ایک آدھ ٹکڑا اُس کے لئے ڈالتا رہتا..... بلی بُری طرح بیتاب تھی۔ اُسے متوجہ کرنے کے لئے اُس کے زانو پر اگلے پنجے رکھ کر کھڑی ہونے کی کوشش کرتی.....! "میاؤں میاؤں" تو جاری ہی تھی۔ قلندر کے چہرے پر الجھن اور بیزاری کے آثار تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے بلی کی یہ حرکت اُس کی جھنجلاہٹ میں بتدریج اضافہ کرتی چلی جا رہی ہو۔ یک بیک وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ بلی کی گردن پکڑی اور اُسے میز پر بٹھاتا ہوا دہاڑا..... "لے کھا..... حرام زادی..... میاؤں میاؤں..... کھا.....!"

اُس نے اُس کی گردن ایک پلیٹ میں رگڑ دی..... وہ بُری طرح مچل رہی تھی۔ کئی پلیٹیں اچھل اچھل کر ادھر اُدھر جا پڑیں۔

سائرہ بھی کرسی کھسکا کر اٹھ گئی! قلندر کا غصہ تیز ہو گیا تھا۔ وہ بلی کی گردن رگڑے جا رہا تھا..... بلی کے حلق سے مختلف قسم کی آوازیں نکلتی رہیں..... بالآخر اُس نے اپنے ہاتھ کو جھٹکا دیا..... بلی دیوار سے ٹکرا کر فرش پر آ گری۔ لیکن اٹھ کر بھاگنے کی بجائے وہ ایک ہی جگہ پڑی تڑپتی اور ڈرامائی آوازیں نکالتی رہی۔

قلندر بیابانی وہاں سے جا چکا تھا۔

سائرہ وہیں دم بخود کھڑی دم توڑتی ہوئی بلی کو دیکھتی رہی۔ اُسے قلندر کی اس حرکت پر حیرت تھی..... وہ بلی تو اُس کی اتنی چہیتی تھی کہ اکثر دونوں ایک ہی برتن میں کھاتے دیکھے گئے تھے..... پھر آج اتنی ذرا سی بات پر کہ وہ اُس کے زانو پر پنجے ٹیک کر اُس کی توجہ اپنی جانب مبذول کرانا چاہتی تھی اس حد تک برافروختہ ہونا کہ جان ہی سے مار دینے کی سعی کر گذرنا کیا معنی رکھتا تھا۔

بلی کی آخری چیخ بڑی دلگداز تھی..... اُس کا جسم کھنچتا چلا گیا تھا اور پھر یک بیک ڈھیلی ہو کر سکڑ گئی تھی۔

ٹھیک اُسی وقت قلندر نے مائیکروفون پر باورچی کو پکارنا شروع کیا۔

"ریاض ابے او ریاضو..... حرامزادے سن..... اگر اب کوئی بلا اس گھر میں دکھائی دیا

تو تیری چمڑی ادھیڑ دوں گا..... سنتا ہے یا نہیں۔ بندوق سنبھال اگر اب وہ چتکبرا بلا دکھائی دے تو فوراً گولی مار دیجیو..... ورنہ تیری خیر نہیں!"

ریاضو بھی ڈرائنگ روم میں پہنچ گیا تھا..... اور حیرت سے کبھی مردہ بلی کو دیکھتا تھا اور کبھی ادھر اُدھر بکھری ہوئی پلیٹوں کو۔

آخر اُس نے سائرہ سے پوچھا..... "یہ کیا ہوا امن صاحب؟"

"صاحب نے اسے مار ڈالا.....!" سائرہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولی۔

"کیوں مار ڈالا.....؟" ریاضو کے لہجے میں پہلے سے بھی زیادہ تحیر تھا۔

"میں نہیں جانتی۔" سائرہ نے جھنجلا کر کہا اور کمرے سے نکل آئی۔ دوپہر کے کھانے کے بعد کسی قدر آرام کی مہلت دیئے بغیر قلندر ڈکٹیٹ کرانا شروع کر دیتا تھا۔ وہ اُس کی خواب گاہ سے ملحقہ کمرے میں آ کر بیٹھ گئی۔ یہیں میز پر ایک چھوٹا سا اسپیکر رکھا رہتا تھا، جس سے قلندر کی آواز آتی رہتی اور اُس کا قلم تیزی سے صفحے پر صفحہ سیاہ کرتا چلا جاتا۔

دفعتاً اسپیکر سے آواز آئی "سائرہ..... تم جا سکتی ہو..... آج میں کام نہیں کروں گا۔"

آواز بھرائی ہوئی تھی..... اُسے یقین تھا کہ اُس نے ایک آدھ سسکی بھی سنی تھی۔

سائرہ نے طویل سانس لی اور اٹھ گئی۔

لیکن ابھی وہ گھر نہیں جانا چاہتی تھی۔ گھر ہی پر کون سا سکھ نصیب تھا۔ چڑچڑا..... غصہ ور اور ناکارہ باپ..... نصف درجن چھوٹے بھائی بہن جن کے شور و غل سے کانوں کے پردے پھٹنے لگتے تھے..... مدقوق اور جلے تن ماں جو اپنی ان "حماقتوں" کو دن رات کوستی رہتی تھی۔

اُن ساتوں جزیروں میں سونار آبادی اور رقبے کے لحاظ سے کئی سے بڑا تھا۔

اُس کے گرد دوسرے چھ جزیرے بکھرے ہوئے تھے۔ اس لئے سونار کا ہر ساحل پر سکون تھا..... بے شمار بادبانی کشتیاں آس پاس تیرتی نظر آتیں..... بوٹنگ کے شوقین ملکی اور غیر ملکی لوگوں کی بھیڑ رہتی..... تیراکی کے لئے بھی اس کے ساحل مناسب تھے۔ اس لئے بیدنگ بیوٹیز کے دلدادہ بھی شہر سے کھنچے چلے آتے تھے۔

لیکن آج تو جزیرے کے کچھ باشندے بھی اُن کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ حالانکہ ان کے لئے اُن میں نہ کوئی نئی بات رہی تھی اور نہ کوئی خاص دلچسپی.....

وہ تو دراصل اُس دیوزاد کو دیکھ رہے تھے جس نے سرخ رنگ کا زنانہ سوئمنگ ڈریس پہن رکھا تھا۔ بہتیرے تو یہی سوچ رہے تھے کہ آخر اس سائز کا سوئمنگ ڈریس مہیا کیسے ہوا ہوگا۔

اور وہ دیوزاد ایسا ہی خوش نظر آ رہا تھا جیسے کوئی مجمع باز عطائی حکیم حسب دلخواہ مجمع لگانے میں کامیاب ہو جانے پر مسرور اور چاق و چوبند دکھائی دینے لگتا ہے۔

ایک سیاہ فام لڑکی بھی تھی اُس کے ساتھ اور اپنے ہی جیسے رنگ والے سوئمنگ ڈریس میں تھی اس لئے یہ پتہ لگانا محال تھا کہ وہ خود کہاں ہے اور سوئمنگ ڈریس کہاں پایا جاتا ہے۔

ساحل سے نظارہ کرنے والوں میں دو ایسے آدمی بھی تھے، جو انہیں تفریحاً نہیں دیکھ رہے تھے۔

پستہ قد نے لمبے آدمی سے پوچھا۔ "یہ لڑکی کون ہے اور کہاں سے آ کودی۔"

"پتہ نہیں کون ہے۔" لمبے آدمی نے اگلے دانتوں میں خلال کرتے ہوئے کہا۔

"کچھ دیر پہلے دونوں گرین میں ملے تھے۔ لیکن دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ یہ ملاقات دو اجنبیوں ہی کی سی تھی۔"

"پھر.....!"

"میں نے لڑکی کی طرف دھیان ہی نہیں دیا تھا..... ورنہ دیکھتا کہ اجنبیت بے تکلفی میں کیسے تبدیل ہو گئی تھی۔"

"اب یہ کم بخت باہر نکلے گا..... نکلے گا بھی یا نہیں.....!" پستہ قد آدمی کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

"مجھے تو کوئی پیشہ ور معلوم ہوتی ہے..... لیکن وہ مردود کیسا گھٹیا ٹیسٹ رکھتا ہے۔"

"کریک ہے۔"

"ارے..... یہ لو..... ارے..... لڑکی کو کاندھے پر بٹھالیا۔"

پستہ قد آدمی ہنسنے لگا لمبے نے کہا۔ "اُف فوہ..... وہ اترنے کی کوشش کر رہی ہے..... لیکن چھوڑتا ہی نہیں..... اب اور دیکھو..... کنارے کی طرف آرہا ہے۔"

"دیکھو..... کیا کرتا ہے۔"

"یار یہ کیا مصیبت ہے.....!" لمبا آدمی جھنجھلا کر بولا۔ "کہیں کھیل بگڑ ہی نہ جائے۔ وہ دیکھو بحری پولیس کے دو سپاہی اُن کی طرف متوجہ ہوگئے ہیں۔"

بحری پولیس کے دو سپاہی چلتے چلتے رک گئے تھے..... دیوزاد لڑکی کو کاندھے پر بٹھائے کنارے پر پہنچ چکا تھا۔

لڑکی نیچے اُتر جانے کے لئے خاموش جدوجہد کر رہی تھی۔ لیکن دیوزاد کی گرفت مضبوط تھی۔ لڑکی کے چہرے پر جھلاہٹ اور شرمندگی کے آثار تھے۔ کبھی ایسا لگتا جیسے اب رو پڑے گی۔

"کیوں صاحب..... یہ کیا مچا رکھا ہے۔" بحری پولیس کے ایک سپاہی نے دیوزاد کو مخاطب کیا۔ لیکن وہ اُسے جواب دیئے بغیر ایک طرف چلتا رہا۔

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ کچھ دور اُس کے پیچھے بھی چلے لیکن پھر کچھ سوچ کر دوسری سمت مڑ گئے۔

پستہ قد آدمی بڑبڑایا۔ "اب کہاں جارہا ہے؟"

"چلو دیکھیں.....!" لمبے آدمی نے کہا۔

وہ کافی فاصلے سے دیوزاد کا تعاقب کرتے رہے۔

"اُتارو مجھے.....!" لڑکی منمنا رہی تھی۔ "ورنہ میں اب تمہارا منہ نوچنا شروع کردوں گی۔"

"کیا تمہیں اچھا نہیں لگتا.....!" دیوزاد نے پوچھا۔

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہوگیا۔"

"میں سوار سمیت ایریل موٹر سائیکل سر سے اونچی اٹھالیتا ہوں..... مسہری کا ایک پایہ پکڑ کر بیوی سمیت..... اغ..... اغ..... غوب..... بکری سمیت..... اوپر اٹھالیتا ہوں۔"

"مجھے اُتارو.....!" وہ اُس کے بال مٹھیوں میں بھینچ بھینچ کر چیخی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اب اُس پر ہسٹریا قسم کا کوئی دورہ پڑ جائے گا۔

"میں تمہیں گرین تک یونہی لے چلوں گا۔" دیوزاد ہنس کر بولا۔ "وہاں پہنچ کر پچھتر نئے پیسے دے دینا۔"

گرین جزیرہ سوناز کا سب سے اونچا ہوٹل تھا۔ زیادہ تر غیر ملکی سیاح یہاں قیام کرتے تھے۔ شہر کے دولت مند لوگ بھی سونار آتے تو گرین میں ٹھہرتے۔

"اب میں چیخنا شروع کردوں گی اور تم جیل چلے جاؤ گے..... سمجھے۔"

"وہ سن رہے ہو۔" لمبا آدمی مضطربانہ انداز میں بولا۔ اب اُن کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں تھا اور وہ ساری گفتگو بخوبی سن سکتے تھے۔

"یار یہ چکر ہی اپنی سمجھ میں نہیں آتا۔"

"چلو ٹھیک بھی ہے۔" لمبے آدمی نے طویل سانس لے کر کہا۔ "اگر کچھ شروع ہی ہو جائے تو اچھا ہے ہمیں کچھ کر گذرنے کا موقع مل جائے گا۔ ویسے ہو سکتا ہے کہ دشواری پیش آئے..... پہاڑی ٹھہرا.....!"

اتنے میں لڑکی نے سچ مچ چیخنا شروع کردیا اور دیوزاد "اغے اغے" کرتا رہ گیا۔ اب دور سے تماشہ دیکھنے والے اُن کی طرف دوڑ پڑے تھے۔

"آؤ.....!" لمبے آدمی نے پستہ قد کا ہاتھ پکڑ کر اسی جانب کھینچتے ہوئے کہا۔

دیوزاد نے لوگوں کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا تو جھلا کر بولا۔ "اب تو نہیں اُتاروں غا..... دیکھتا ہوں کوئی سالا کیا قرلیتا ہے۔"

لڑکی نہ صرف اُس کے بال نوچ رہی تھی بلکہ کھوپڑی پر گھونسوں اور تھپڑوں کے ڈونگرے بھی برساتی جارہی تھی۔

اُن کے گرد بھیڑ اکٹھا ہوگئی تھی۔ لیکن بحری پولیس کے سپاہی کسی دوسرے طرف جانکلے تھے..... لوگوں نے لڑکی کو اُس کے کاندھے سے اتارنے کی کوشش شروع کردی۔

کسی نے کمر پر دو تین گھونسے بھی جڑ دیئے۔ بس پھر کیا تھا۔ دیوزاد آگ ہوگیا۔ لڑکی کو چھوڑ کر مجمع پر گھونسے برسانے لگا..... لڑکی مچھلی کی طرح تڑپی اور دھڑام سے ریت پر آرہی۔

دیوزاد پر چاروں طرف سے گھونسے پڑ رہے تھے اور وہ بھی گھہ گھہ کر ہاتھ مار رہا تھا۔ جس پر بھی اُس کا گھونسہ پڑتا تھوڑی دیر تک سوچتا رہ جاتا کہ اٹھ کر دوبارہ حملہ کرے یا دم سادھے پڑا ہی رہے۔

اب تک کئی پٹ چکے تھے۔

دفعتاً لمبے آدمی نے غرانا شروع کیا۔ "ہٹ جاؤ..... الگ ہٹ جاؤ..... پولیس.....!"

وہ بھیڑ میں گھس رہا تھا۔ پستہ قد آدمی اُس کے پیچھے تھا۔ دیوزاد کے قریب پہنچ کر اُس نے ایسی حرکتیں شروع کیں، جیسے اُسے لوگوں کے حملوں سے بچانا چاہتا ہو۔

"ٹھہریئے..... ٹھہریئے.....!" وہ چیخ چیخ کر کہتا رہا۔ "قانون کو ہاتھ میں نہ لیجئے۔ میں اسے پولیس اسٹیشن لے جاؤں گا..... میرے ہاتھ ہٹائیے۔"

پھر اُس نے دیوزاد کا ہاتھ پکڑا، اور ایک جانب چلنے لگا..... پستہ قد آدمی دوسروں سے گرجدار آواز میں کہہ رہا تھا۔ "کوئی ہمارے پیچھے نہ آئے سمجھے۔ چلے جاؤ۔"

ریت کے تودے کی دوسری جانب ایک بڑی سی لانچ لنگر انداز تھی۔ اُس کے قریب پہنچ کر لمبے آدمی نے دیوزاد سے کہا۔ "میرا شکریہ ادا کرو کہ تمہیں بچالایا..... لیکن پولیس سے میرا تعلق نہیں..... مجھے دوست ہی سمجھو اور چپ چاپ لانچ میں بیٹھ جاؤ..... ورنہ یہ ہنگامہ بڑھ بھی سکتا ہے۔"

دیو کی گمشدگی

کیپٹن حمید تین دن سے سرگرداں تھا۔ چونکہ اس سے پہلے بھی قاسم خود اُس کے ساتھ اپنے گھر والوں کے لئے لاپتہ رہ چکا تھا اس لئے اس بار بھی جب وہ اچانک لاپتہ ہو گیا تو سب سے پہلے کرنل فریدی کی کوٹھی ہی میں اُس کے متعلق پوچھ گچھ کی گئی اور پھر قاسم کی بیوی کی

استدعا پر حمید کو اُس کی تلاش پر کمر بستہ ہونا ہی پڑا۔

گمشدگی کی اطلاع تو بذریعہ پولیس ملی تھی اور اسی اطلاع کے مطابق یہ معلوم ہو سکا تھا کہ قاسم کا قیام سونار کے گرین ہوٹل میں تھا۔ وہیں قیام کرنے والی ایک نوجوان لیڈی ڈاکٹر مس لیلا ڈنٹیلی نے اُس کے خلاف رپورٹ درج کرائی تھی۔

رپورٹ کے مطابق ڈاکٹر لیلا اور قاسم کے درمیان اُسی دن رسمی سی جان پہچان ہوئی تھی اور دونوں نہانے گئے تھے۔ قاسم نے نہاتے نہاتے یک بیک اُسے اٹھا کر کاندھے پر بٹھالیا تھا۔

"یونہی بلاوجہ.....؟" حمید نے پوچھا۔

ڈاکٹر لیلا فوری طور پر جواب دیتے ہوئے ہچکچائی..... حمید مستفسرانہ نظروں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔

"مجھے سوچنے دیجئے۔" وہ کچھ دیر بعد بولی۔ "غالباً اُس نے اپنی قوت کے متعلق کچھ کہا تھا۔ میں ہنس دی تھی، مقصد یہ تھا کہ وہ جھوٹا ہے۔ مگر شائد وہ بھی سمجھا اور یک بیک مجھے اٹھا کر کاندھے پر بٹھالیا۔"

"پھر کیا ہوا.....؟"

"لوگ ہمارے گرد اکٹھا ہو گئے..... اُن سے وہ گالم گلوچ کرتا رہا۔ پھر باقاعدہ جھگڑا ہوتا رہا تھا۔ میں گر پڑی تھی۔ پھر مجھے کچھ یاد نہیں۔"

"آپ بیہوش ہو گئی تھیں۔"

"سر تو پہلے سے چکرا رہا تھا۔ رہی سہی کسر گرنے سے پوری ہو گئی تھی۔ جی ہاں اُسے بیہوشی ہی کہنا چاہئے۔"

"آپ اُن لوگوں میں سے کسی کو پہچانتی تھیں، جو اُس وقت وہاں موجود تھے۔"

وہ کسی سوچ میں پڑ گئی کچھ دیر بعد بولی۔ "جی ہاں! مجھے یاد پڑتا ہے ایک جانی پہچانی سی صورت نظر آئی تھی۔ اُس لڑکی کو میں نے اکثر قلندر بیابانی کے ساتھ دیکھا ہے۔ شائد اُس کی سیکریٹری ہے۔"

"قلندر بیابانی.....!" حمید ذہن پر زور دیتا ہوا بولا۔ "وہ تو نہیں جو جاسوسی ناول لکھتا ہے۔"

"جی ہاں.....وہی.....!"

"کیا وہ یہیں رہتا ہے؟"

"جی ہاں..... جزیرے کی اہم شخصیتوں میں سے ہے۔ بیت الحکیم یہاں کی مشہور عمارت ہے کسی سے بھی پوچھیں راستہ بتادے گا۔"

قلندر بیابانی کا نام اُس نے سنا تھا۔ لیکن اُس کی کوئی کتاب پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔

بیت الحکیم تک بھی جا پہنچا..... قلندر نے ڈرائنگ روم میں اُس کا استقبال کیا تھا۔

"میں جانتا تھا۔" اُس نے گرم جوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "ایک نہ ایک دن یہاں کی پولیس کو بالآخر میری طرف متوجہ ہونا ہی پڑے گا..... بالکل اُسی طرح جیسے امریکہ کے نامی گرامی وکلاء ارل سٹینلے گارڈنر سے مشورے لینا اپنے لئے بہت بڑا افتخار سمجھتے ہیں۔"

حمید صرف مسکرا کر رہ گیا، کیونکہ قلندر پہلی ہی نظر میں اُسے جھکی اور سنکی معلوم ہوا تھا۔

"کیا آپ کی سیکریٹری سے ملاقات ہو سکے گی!" کچھ دیر بعد اُس نے کہا۔

"کیا مطلب.....!" قلندر اُسے گھورتا ہوا غرایا۔

"ایک کیس کی تفتیش کے سلسلے میں اُن سے کچھ معلومات حاصل کرنی ہیں۔"

"کیا وہ خود کسی کیس میں الجھ گئی ہے۔"

"نہیں جائے واردات پر موجود تھیں۔"

"صرف وہی۔"

"جی نہیں اور بھی تھے۔ لیکن ایک گواہ صرف انہیں پہچان سکا تھا۔"

"واقعہ کیا تھا.....؟"

"اگر وہ موجود ہوں تو.....؟"

"ٹھہریئے....." قلندر اٹھتا ہوا بولا اور اندر چلا گیا۔

حمید پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ ڈرائنگ روم کی ہر چیز نیلی تھی۔ نیلی دیواریں نیلے پردے صوفوں پر نیلے غلاف تھے۔ میزوں پر نیلے میز پوش..... گلدانوں میں نیلے کاغذی پھول۔

پھر پائپ کے نیلگوں دھوئیں نے عجیب سی فضا پیدا کردی۔

کچھ دیر بعد قلندر واپس آیا۔ اُس کے ساتھ سیکریٹری بھی تھی۔ حمید نے طویل سانس

لی۔ خاصی دلکش لڑکی تھی۔

"کیپٹن حمید فرام انٹیلی جنس بیورو۔" قلندر نے تعارف کراتے ہوئے کہا۔ "اور یہ سائرہ عبدالغفور ہیں۔"

"تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں محترمہ.....!" حمید اٹھتا ہوا بولا۔

"تشریف رکھئے..... تشریف رکھئے۔" قلندر نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ "یہ بیت الحکیم ہے یہاں غیر ضروری باتوں میں وقت نہیں برباد کیا جاتا۔"

"خیر..... خیر..... رسمی باتوں کے بغیر ہی اصل موضوع پر گفتگو شروع کردینا سول پولیس والوں کا خاصہ ہے..... ہمیں تو بہرحال نیاز مند رہنا پڑتا ہے۔ ہاں تو محترمہ آج سے چار دن پہلے کے ایک وقوعہ کے متعلق آپ سے کچھ معلومات حاصل کرنی ہیں۔"

"فرمائیے.....!" بڑی مترنم آواز تھی۔ حمید نے محسوس کیا جیسے ڈرائنگ روم کے نیم تاریک ماحول میں موسیقی کے کوندے سے لپکے ہوں۔

"آپ کو یاد ہوگا..... ایک دیو نما آدمی اور کسی لیڈی ڈاکٹر کا قصہ تھا۔"

"اوہ..... وہ.....!" شوخ سی مسکراہٹ کے ساتھ واقفیت کا اظہار کیا گیا۔ قلندر احمقانہ انداز میں کبھی حمید کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی سائرہ کی طرف!

"جی ہاں۔" حمید سر ہلا کر بولا۔ "وہ دیوزاد غائب ہے۔ لیڈی ڈاکٹر تو بیہوش ہو گئی تھی..... اُسے پتہ نہیں کہ اُس نامعقول آدمی پر کیا گذری۔"

"ہائیں کیا قصہ تھا۔" قلندر نے سائرہ کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"ایسی کوئی خاص بات نہیں تھی کہ آپ سے تذکرہ کرتی۔"

"کیا کہا! کوئی خاص بات نہیں تھی۔ وہ بیہوش ہو گئی تھی اور تم وہاں موجود تھیں..... کوئی دیو نما آدمی..... ہائیں۔"

"آپ سمجھے نہیں۔" حمید مسکرایا اور پھر اُس نے اُسے بتایا کہ واقعہ کیا تھا۔

"لاحول ولا قوۃ.....!" وہ بُرا سا منہ بنا کر بڑبڑایا۔

"اُسے تو پولیس لے گئی تھی۔" سائرہ نے کہا۔

"آپ کی موجودگی میں ہی۔"

"جی ہاں..... لیکن وہ وردی میں نہیں تھے۔ سادہ لباس میں بھی تو ہوتے ہیں پولیس اسٹیشنوں پر۔"

"جی ہاں ہوتے ہیں لیکن وہ یہاں کے پولیس اسٹیشن تک نہیں پہنچا تھا۔ اُس کی کوئی رپورٹ پولیس اسٹیشن پر نہیں ہے۔"

"راستے میں رشوت لے کر چھوڑ دیا ہوگا۔"

"ممکن ہے! لیکن اُس کے بعد اُسے گھر تو پہنچنا ہی چاہئے تھا۔"

دفعتاً قلندر بیابانی جو کھڑکی کے قریب کھڑا پائیں باغ میں دیکھ رہا تھا اچھل کر اندر بھاگا..... اور حمید مستفسرانہ انداز میں سائرہ کی طرف دیکھنے لگا۔ لیکن اُس نے لاعلمی کے اظہار میں شانوں کو جنبش دی۔

پھر وہ دوڑتا ہوا اندر سے آیا اور باہر نکل گیا۔ اُس کے ہاتھوں میں دونالی بندوق تھی۔

"کیا قصہ ہے؟" حمید نے آہستہ سے پوچھا۔

"خدا جانے۔" سائرہ نے خشک لہجے میں کہا۔

"آپ اس پر متحیر بھی نہیں معلوم ہوتیں۔"

"میرے لئے کوئی نئی بات نہیں! دن بھر ایسے ہی حیرت انگیز واقعات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ وہ جاسوسی ناولوں کے مصنف ہیں۔"

"کیا ایسے ہوتے ہیں جاسوسی ناولوں کے مصنف....!"

"پتہ نہیں! میں نے بھی پہلا ہی دیکھا ہے۔"

اچانک باہر سے فائر کی آواز آئی اور ساتھ ہی "وہ مارا" قسم کا کوئی نعرہ بھی سنائی دیا۔

وہ دونوں بھی اب برآمدے میں پہنچ چکے تھے۔ حمید نے تھوڑی ہی فاصلے پر ایک بڑے سے بلے کو تڑپتے دیکھا۔ قلندر اُس کے قریب کھڑا انہیں فاتحانہ انداز میں داد طلب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"آخر کار.....!" سائرہ ٹھنڈی سانس لے کر بڑبڑائی۔ "یہ آرزو بھی پوری ہو ہی گئی۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"نجی معاملات ہیں.....!" وہ اُس کی طرف مڑ کر مسکرائی اور ڈرائنگ روم کی طرف

چل پڑی۔ قلندر بھی تڑپتے ہوئے بلے کو وہیں چھوڑ کر برآمدے کی طرف بڑھا آرہا تھا۔

"تفتیش ختم ہوگئی ہو تو اب تشریف لے جائیے۔" اُس نے حمید کے قریب پہنچ کر کہا۔

"میں ناوقت چائے کے لئے نہیں پوچھتا۔ صبح یا شام کو آنے والوں ہی کو چائے آفر کر سکتا ہوں۔"

"ہو سکتا ہے کہ تفتیش کے اختتام تک شام ہی ہو جائے۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔

"کیا مطلب.....!"

"ابھی مجھے کچھ اور بھی پوچھنا ہے۔"

"براہِ کرم جلدی کیجئے! مجھے کام بھی کرنا ہے۔ بیت الحکیم میں تضیع اوقات کی گنجائش نہیں۔"

حمید پھر ڈرائنگ روم میں آیا۔ سائرہ وہیں بیٹھی تھی۔

"پوچھئے جو کچھ پوچھنا ہے۔" قلندر غرایا۔

"محترمہ تھوڑا وقت اور لوں گا۔"

"فرمائیے؟"

"کچھ تماشائی اُن کے پیچھے بھی گئے ہوں گے۔"

"جی نہیں! اُن دونوں کو سادہ لباس والوں نے سختی سے منع کر دیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ اگر کوئی پیچھے آیا تو اُس کی خاصی مرمت کی جائے گی۔"

"کیا آپ اُن دونوں کے حلئے بتا سکیں گی۔"

"حلئے۔" وہ کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ "حلئے وضاحت کے ساتھ نہ بیان کر سکوں گی۔ البتہ اُن دونوں کے درمیان مضحکہ خیز قسم کا تضاد تھا..... ایک بہت لمبا تھا اور دوسرا پستہ قد.....!"

"لیکن وہ گئے کس طرح تھے۔"

"شائد اُس ساحل کی طرف جہاں یاٹ کلب کی بادبانی کشتیاں رہتی ہیں۔"

"بہت بہت شکریہ۔" حمید اٹھتا ہوا بولا۔

قاسم نے بھاڑ سا منہ پھیلا کر جماہی لی۔ دیر سے جاگ رہا تھا۔ البتہ ذہن نیم غنودہ سی کیفیت میں ڈوبا ہوا تھا۔ پھر دفعتاً اُسے اپنے اُس ملازم پر غصہ آگیا جسے بہت دیر پہلے اُس کے لئے بیڈ ٹی لانی چاہئے تھی۔ دو چار گالیوں کے ساتھ اُس نے آوازیں دیں..... ہر صدائے بے ہنگام کے ساتھ اُس کا ذہن بھی کسی قدر صاف ہوتا گیا۔

"ہائیں.....!" اُس کی آنکھیں پھیل گئیں..... اور وہ اٹھ بیٹھا۔ چاروں طرف نظر دوڑائی..... اور ٹھوڑی پر انگلی رکھ کر یاد داشت پر زور دینے لگا۔ اُن دونوں نے اُسے جھگڑا کرنے والوں سے بچایا تھا۔ اپنے ساتھ ایک لانچ تک لائے تھے۔ لانچ میں اُسے چائے پلائی تھی..... اور وہ سو گیا تھا..... تو کیا پھر اب جاگا ہے۔ چائے پینے کا کوئی واقعہ اُسے یاد نہ آسکا..... پہلے اُن دونوں نے خود کو پولیس والا ظاہر کیا تھا پھر کہا تھا وہ تو محض لوگوں کو مرعوب کرنے کے لئے جھوٹ بولے تھے؟ پھر وہ کون تھے..... اور اُسے کہاں لائے ہیں.....! نہ تو یہ گرین والا کمرہ ہے اور نہ اُس کی اپنی خواب گاہ۔ حوالات بھی تو نہیں ہو سکتی، بھلا حوالات کی میز پر گلدان کہاں؟

"ہائیں.....!" وہ منہ پھیلا کر رہ گیا۔ اس بار اُسے بستر چھوڑ دینا پڑا۔ سامنے ایک قد آدم تصویر نظر آئی۔ کسی فرانسیسی مصور کا نسوانی جسمانی مشاہدہ تھا۔ وہ جھپٹ کر اُس تصویر کے قریب آیا اور ہر ہر زاویئے سے اُسے دیکھتا رہا۔ پھر یک بیک منہ دبا کر ہنسنے لگا۔

"بڑی عمدہ حوالات ہے۔" تھوڑی دیر بعد بڑبڑایا اور فرش پر اکڑوں بیٹھ گیا۔

کمرہ خاصا طویل و عریض تھا..... اور بہت سلیقے سے سجایا گیا تھا۔ ویسے وہاں اُس مسہری کا اضافہ نیا ہی معلوم ہوتا تھا۔

قاسم تصویر کے قریب بیٹھا کھانستا کھکھارتا رہا۔ لیکن جیسے ہی خیال آیا کہ پتہ نہیں اُس نے کب سے کھانا نہ کھایا ہو، ساری محویت رفو چکر ہو گئی۔

"ہائے.....!" وہ کراہا۔ کچھ دیر بعد اس طرح دہاڑا جیسے خود پر غصہ آگیا ہو۔ پھر غالباً

اُس کی دہاڑ ہی سن کر کسی نے باہر سے دروازہ کھولا تھا۔

ایک بوڑھی عورت کمرے میں داخل ہوئی۔

قاسم چند لمحے اُسے گھورتے رہنے کے بعد غرایا۔ "میں قہاں ہوں؟"

"آپ یہیں ہیں سرکار.....!" اُس نے بڑے ادب سے جواب دیا۔

"یہ کہاں ہے۔"

"یہ یہیں ہے سرکار.....!"

"ارے تو یہیں کا قوئی نام بھی ہے۔"

"جنت سرکار.....!"

"ہائیں.....!" قاسم خوفزدہ انداز میں اچھل پڑا اور بوکھلائی ہوئی نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ پھر تھوک نگل کر بولا۔ "تو کیا میں..... مم..... مر گیا ہوں۔"

"نہیں سرکار..... ایسی کوئی بات نہیں۔ اس عمارت کا نام جنت ہے۔ آپ بالکل زندہ ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" قاسم سر ہلا کر بولا۔ "میں تو ڈر گیا تھا کہ اب کھانا وانا نہیں ملے گا۔"

"ضرور ملے گا سرکار..... کھانا تیار ہے۔"

"ارے تو کھلواؤ نا..... الاقسم بھوک کے مارے جان نقل رہی ہے۔"

"میرے ساتھ آیئے۔"

قاسم اُس کے پیچھے چل رہا تھا۔ کئی راہداریوں سے گذرنے کے بعد وہ ایک بڑے کمرے میں آئے جہاں کئی بڑی بڑی کھانے کی میزیں تھیں لیکن..... لیکن وہاں کوئی تیسرا آدمی نہ دکھائی دیا۔

ایک میز پر اتنا کھانا نظر آیا جو کہ از کم دس آدمیوں کے لئے کافی ہوتا۔

"ٹھیک ہے.....!" قاسم نے خوش ہو کر نعرہ لگایا۔

بوڑھی عورت نے اُس کے پیچھے کھڑی مسکرا رہی تھی۔

نئی ولدیت

چھ بجے والی لانچ ایگل بیچ کے لئے تیار تھی۔ آج سائرہ دیر سے پہنچی۔ قلندر نے تو چا
ہی بجے چھٹی دے دی تھی۔ لیکن وہ ایک کتاب میں ایسی کھو گئی تھی کہ وقت کا احساس ہی ن
رہا۔ قلندر دو ہی بجے کہیں چلا گیا تھا اور اس سے کہہ گیا تھا کہ وہ چاہے تو چار بجے جا سکتی ہے۔

کتاب نے خاصا وقت لے لیا۔ اُس کے اختتام تک چھ بجنے میں بیس منٹ باقی رہ گئے
پھر وہ بڑی تیز رفتاری کے ساتھ مشرقی ساحل تک پہنچی تھی۔

لانچ میں بیٹھتے وقت اُس نے ایک آدمی کو اپنی طرف گھورتے دیکھا..... یوں ت
گھورنے والوں سے دن بھر ہی سابقہ پڑتا رہتا تھا..... لیکن یہ آدمی..... وہ کانپ کر رہ گئی
قدم لڑکھڑانے لگے اور وہ بدقت اپنی سیٹ تک پہنچی۔

وہ اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر بیٹھا ہوا تھا اور رخ بھی اُسی کی طرف تھا۔ ڈراؤنا چہر
تھا۔ ڈاڑھی اور مونچھیں اتنی گھنی تھیں کہ دہانہ اُن میں غائب ہو کر رہ گیا تھا۔ پھٹی پھٹی س
وحشت زدہ سرخ آنکھیں لیکن لباس سے غیر مہذب یا ناشائستہ نہیں معلوم ہوتا تھا۔ بار بار
اُس سے نظر ملتی اور سارا جسم جھنجھنا کر رہ جاتا وہ الجھن میں بھی پڑ جاتی کہ آخر اس آدمی کو پہلے
کہاں اور کب دیکھا تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ شکل پرچھائیں کی صورت میں ذہن کے
کسی گوشے میں پہلے سے موجود رہی ہو۔

ایگل بیچ پہنچ کر وہ اُسے اپنے ذہن سے دھکیلنے کی کوشش کرتی ہوئی بس اسٹاپ کی طرف
روانہ ہو گئی۔

مڑ کر پیچھے دیکھنے کی ضرورت نہ سمجھی۔ ارے تو کیا وہ اُس کے پیچھے آئے گا صرف اُ
ہی تو نہیں گھور رہا تھا۔ سبھی کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتا تھا۔

بس میں بیٹھتے وقت اتفاقاً داہنی جانب نظر اٹھی تھی اور پورا جسم شل ہو کر رہ گیا تھا۔
کیونکہ وہ مردانہ حصے کے دروازے والے فٹ بورڈ پر کھڑا دکھائی دیا تھا۔

کسی نہ کسی طرح زنانہ سیٹ پر جا بیٹھی تھی اور جالیوں سے مردانہ حصے میں جھانکا تھا۔"

بیٹھا نظر آیا تھا۔

وہ دل کو سمجھانے لگی۔ یہ بھی اتفاق ہی ہوگا کہ اُسے بھی اس بس سے سفر کرنا ہے۔

ایک گھنٹہ بعد بس شہر میں داخل ہوئی تھی..... بس اسٹاپ سے اُس کے مکان کا فاصلہ
زیادہ نہیں تھا..... اس لئے وہاں سے پیدل ہی راستہ طے کرنا پڑتا تھا۔

وہ چل پڑی..... ایک بار مڑ کر دیکھا..... وہ اُس سے زیادہ دور نہیں تھا۔ بے ساختہ
یہی دل چاہا کہ دوڑنا شروع کردے۔

تو وہ سچ مچ اُس کا تعاقب ہی کر رہا ہے..... کیوں؟ کون ہے؟ کیا چاہتا ہے؟

گھر کے دروازے پر رک کر ایک بار وہ پھر مڑی اور اُسے سامنے والی پان کی دوکان پر
کھڑا پایا۔

اندر پہنچ کر اُس کمرے میں آئی جس کی کھڑکی سڑک کی طرف کھلتی تھی۔ پاٹوں میں درہ
کر کے باہر جھانکا وہ دوکان کے سامنے کھڑا..... اُس کے دروازے کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

پھر اُسے دوسروں کے خیال سے کھڑکی کے پاس سے ہٹ آنا پڑا تھا۔ لیکن اس وقت
تک وہ وہیں کھڑا نظر آیا تھا۔

دفعتاً سائرہ کو محکمہ سراغ رسانی کا وہ آفیسر یاد آیا جس نے اُس جھگڑے کے متعلق اُس
سے پوچھ گچھ کی تھی۔

کیا یہ وحشی بھی محکمہ سراغ رسانی کا کوئی آدمی ہو سکتا ہے۔ اُس نے سوچا لیکن کیوں۔
اول تو اُس کا اُس جھگڑے سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اگر وہ ایک تماشائی کی حیثیت بھی رکھتی تھی
تو کیا یہ ایسا ہی جرم تھا کہ خفیہ پولیس اُس کی نگرانی شروع کردے۔

آدھ گھنٹے کے بعد وہ پھر کسی بہانے سے اُس کمرے میں گئی تھی۔ کھڑکی سے جھانکا تھا۔
لیکن اب وہ آدمی وہاں نہیں تھا۔

کیپٹن حمید نے دونوں تصویروں کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن ان تصویروں سے کیا بنے گا؟"

"کیوں؟" فریدی نے فائل سے نظر ہٹائے بغیر پوچھا۔

"یہ صرف چہروں کے کلوز اپ ہیں۔ لمبے یا پستہ قد ہونے کا پتہ کیسے چلے گا۔"

"احمقانہ باتیں نہ کرو..... میں جانتا ہوں کہ ان میں سے کون پستہ قد ہے اور کون طویل قامت رکھتا ہے۔ اُس ایک لڑکی کے علاوہ اور کس نے انہیں دیکھا تھا؟"

"اُس کے علاوہ اور کسی نے بھی اُس کی کہانی نہیں دہرائی۔ اُس لیڈی ڈاکٹر اور قلندر کی سیکریٹری کے علاوہ اور کوئی مل ہی نہیں سکا، جو اُس واقع کے متعلق کچھ بتاتا۔"

"لہٰذا.....!" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اُس کے بیان کی تصدیق اسی صورت سے ہو سکے گی کہ وہ اپنے ذہن پر زور ڈال کر یہ بتائے کہ ان میں سے کون لمبا تھا اور کون پستہ قد.....!"

"اوہ..... تو آپ کو یقین ہے کہ یہی دونوں رہے ہوں گے۔"

"میں اس قسم کے دو آدمیوں سے واقف ہوں۔ ہمارے یہاں اُن کا باقاعدہ ریکارڈ بھی موجود ہے۔ پھر کیوں نہ ہم یہیں سے شروعات کریں۔"

"اچھی بات ہے۔" حمید طویل سانس لے کر بولا۔ "میں دیکھوں گا۔"

اُس نے تصویریں ڈائری میں رکھیں۔ کلوک روم میں آکر فلٹ ہیٹ لی اور پارکنگ شیڈ کی طرف چل پڑا۔

کچھ دیر بعد اُس کی گاڑی ایگل بیچ کی طرف جارہی تھی۔ ایگل بیچ پر فریدی کی نجی موٹر بوٹ بھی ہمیشہ ساحل پر موجود رہتی تھی، جس کی نگرانی ہٹ کے چوکیدار کے ذمے تھی۔

حمید قلندر کی سیکریٹری کے تصور میں کھویا ہوا جزیرہ سونار کی جانب بڑھتا رہا۔

قلندر بھی یاد آیا جو پچھلے دن خاصا بد اخلاق ثابت ہوا تھا۔

بیت الحکیم کی کمپاؤنڈ کا پھاٹک بند ملا۔ اُس نے کال بل کا بٹن دبایا اور پھاٹک کھلنے کا منتظر رہا..... دو بج رہے تھے..... کئی منٹ گذر گئے لیکن پھاٹک نہ کھلا..... وہ دوسری بار گھنٹی کا بٹن دبانے جارہا تھا کہ کسی نے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا..... وہ چونک کر مڑا..... قلندر بیابانی کسی بپھرے ہوئے گوریلے کے سے انداز میں اُسے گھور رہا تھا۔

"کیا بات ہے؟" اس نے پوچھا؟

"شائد آپ نے مجھے پہچانا نہیں۔"

"نہ پہچانا ہوتا تو تم اپنے پیروں پر کھڑے رہنے کے قابل نہ رہ گئے ہوتے۔"

"اوہو..... تو اس گھنٹی کا بٹن دبانا ایسی ہی بُری بات ہے؟"

"نہیں..... میں کسی سے ملنا جلنا پسند نہیں کرتا۔"

"میں آٹوگراف لینے نہیں آیا۔" حمید کا لہجہ زہریلا تھا۔

"میں اچھی طرح جانتا ہوں تم کیوں آئے ہو۔ بس کہیں کسی جوان عورت کی بو سونگھ پاؤ..... کرنل فریدی سے تمہاری شکایت کروں گا سمجھے۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ لڑکی ہے..... عورت نہیں۔"

"میں کہتا ہوں چلے جاؤ۔"

"آپ میرے فرائض کی انجام دہی میں مداخلت کررہے ہیں۔" حمید کا لہجہ کسی قدر سخت تھا۔

"تو پھر.....؟" قلندر آنکھیں نکال کر بولا۔

"میں اُسے بذریعہ وارنٹ کسی تھانے میں طلب کرکے بیان لے سکتا ہوں۔"

"ارے نہیں کپتان صاحب۔ بڑی چکنی لونڈیا ہے۔" قلندر نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"تمیز سے گفتگو کرو....." حمید کو بھی غصہ آگیا۔

"جھک مارتے رہو۔" قلندر نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور پھاٹک کی ذیلی کوٹھی کھول کر کمپاؤنڈ میں داخل ہوگیا۔

"اچھی بات ہے۔" حمید نے بلند آواز میں کہا۔ "میں ابھی تم دونوں کو مقامی پولیس اسٹیشن میں بلوائے لیتا ہوں۔"

قلندر نے کھڑکی کھول کر سر نکالا اور کسی کٹکھنے کتے کی طرح غرایا۔ "وہ آج نہیں آئی۔"

"اچھا تو اُس کے گھر کا پتہ بتاؤ۔"

"جہنم میں جاؤ۔" کہہ کر اُس نے زور دار آواز کے ساتھ کھڑکی بند کی اور دوسری طرف سے چیخ کر بولا۔ "جاؤ جو کچھ بگاڑنا ہے بگاڑ لینا۔"

پھر اُس نے محکمہ پولیس کو گندی سی گالی بھی دی۔

"اچھا، اچھا..... دیکھوں گا۔" حمید سر ہلا کر بولا اور وہاں سے چل پڑا۔

قاسم نے بھاڑ سا منہ پھیلا کر جماہی لی اور ایک آنکھ بند کر کے اونگھنے لگا۔

بوڑھی عورت سامنے ہاتھ باندھے کھڑی تھی۔

دفعتاً وہ کھکاری اور قاسم چونک کر آنکھیں پھاڑنے لگا۔

بالآخر ہاتھ ہلا کر غرایا۔ "بھاغ..... جاؤ.....!"

"بڑے سرکار نے یاد فرمایا ہے جناب.....!"

"کون بڑے سرکار! میں کسی کو نہیں جانتا..... وہ دونوں سالے کہاں ہیں؟"

"کون دونوں.....!"

"ارے تو کیا میں اُن کے نام بھی جانتا ہوں۔"

"پھر بتایئے سرکار میں کیسے بتا سکوں گی۔"

"وہ دونوں..... وہ..... ایک لمبا تھا اور دوسرا ناٹا.....!"

"یہاں..... نہ کوئی بہت لمبا ہے اور نہ کوئی ناٹا! پھر میں کیا بتا سکوں گی۔"

"اب یہ بھی میں ہی بتاؤں کہ تم کیا بتا سکو گی۔" قاسم جھنجھلا کر بولا۔

"اسی لئے گذارش ہے سرکار کہ تشریف لے چلئے..... خود ہی پوچھ لیجئے گا بڑے سرکار

سے۔ ممکن ہے وہ آپ کے سوال کا جواب دے سکیں.....!"

"چالو.....!" قاسم اٹھتا ہوا بولا۔

بوڑھی عورت اُسے ایک بہت بڑے ڈرائنگ روم میں لائی۔ یہاں دو آدمی پہلے سے موجود تھے..... ایک بھاری بھر کم اور دراز قد تھا اور دوسرا دبلا پتلا اور بوڑھا..... بوڑھے آدمی کی فرنچ کٹ ڈاڑھی بالکل سفید تھی اور سر کے بالوں میں بھی کہیں کوئی سیاہ لہر نہیں پائی جاتی تھی۔

بھاری بھر کم آدمی کی عمر پچاس اور ساٹھ کے درمیان رہی ہوگی۔ لیکن صحت اچھی ہونے کی بناء پر معمر نہیں معلوم ہوتا تھا۔

جیسے ہی قاسم کمرے میں داخل ہوا بھاری بھر کم آدمی اٹھتا ہوا بولا۔ "آؤ..... آؤ..... بیٹے..... ہم تمہارے ہی منتظر تھے۔"

قاسم نے غصیلی نظروں سے اُس کی طرف دیکھا لیکن کچھ بولا نہیں۔ دراصل اُس کا بے تکلفانہ انداز اُسے گراں گذرا تھا۔

بھاری جسم والے نے بوڑھے کی طرف دیکھ کر کہا۔ "ڈاکٹر..... یہی ہے میرا بیٹا منور جاوید۔"

"ٹھینگا جاوید....." قاسم جلے کٹے لہجے میں غرایا۔ "میں پوچھتا ہوں میں قہاں ہوں؟"

"دیکھا آپ نے۔" بھاری بھر کم آدمی نے دردناک لہجے میں بوڑھے سے کہا۔

بوڑھے نے قاسم کے چہرے پر نظر جمائے ہوئے پرتشویش انداز میں سر کو جنبش دی..... پھر قاسم سے بولا۔ "تم کھڑے کیوں ہو..... بیٹھ جاؤ۔"

"ٹھیخ ہے۔" قاسم بیٹھتا ہوا بولا۔ "تم بیٹا کہو تو ٹھیخ بھی ہے..... لیکن یہ..... جراان کی شکل تو دیکھو..... مجھے بیٹا کہتے ہیں۔"

"دیکھا آپ نے؟" بھاری بھر کم آدمی نے پھر بوڑھے سے کہا۔

"ہوں.....!"

"بالکل نہیں پہچانتا..... ایسی ہی باتیں کرتا ہے جیسے میں اُس کے لئے اجنبی ہوں۔" بھاری بھر کم آدمی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"ارے.....!" قاسم ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "تم کہاں کی ہانک رہے ہو....."

"یااللہ میرے حال پر رحم کر.....!" بھاری بھرکم آدمی کی آواز رقت آمیز تھی۔

"ارے..... ادھر دیکھو..... میری طرف..... وہ دونوں سالے کہاں ہیں..... اور یہ کیا چار سو بیس ہے..... اب میں واپس جانا چاہتا ہوں..... اور تم ابھی منور جاوید کسے کہہ رہے تھے..... میں تو قاسم ہوں قاسم۔"

"دیکھا آپ نے.....!" بھاری بھرکم آدمی نے پھر بوڑھے کو مخاطب کیا۔

بوڑھا قاسم کے چہرے پر نظر جمائے ہوئے سر ہلاتا رہا۔

"نہیں دیکھا انہوں نے۔" قاسم جھلا کر بولا۔ "تم دیکھو میری طرف.....!"

"بیٹے بیٹے..... ہوش میں آؤ....." بھاری بھرکم آدمی قریب قریب رو دیا۔

"اے اے.....!" قاسم دانت پیس کر گھونسہ ہلاتا ہوا بولا۔ "میں جیادہ لمبا مذاخ پسند نہیں کرتا..... ہو گئی تھوڑی دیر کی..... ہاں.....!"

بھاری بھرکم آدمی دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر باقاعدہ طور پر سسکیاں لینے لگا۔ بوڑھا آدمی اُس کے قریب آیا اور شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "پریشان ہونے کی ضرورت نہیں سر جاوید..... سب ٹھیک ہو جائے گا..... میڈیکل سائنس بہت ترقی کر چکی ہے۔"

بھاری بھرکم آدمی بدستور منہ چھپائے ہوئے روتا رہا۔ بوڑھے نے پوچھا۔ "لیڈی جاوید کہاں ہیں۔"

"میں نے انہیں..... انہیں..... باہر بھیج..... بھجوا دیا ہے.....!" بھاری بھرکم آدمی نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔ "وہ اس صدمے کی تاب نہ لا سکتیں۔"

"اچھا کیا..... اچھا ہی کیا!" بوڑھا سر ہلا کر بولا۔ "بہر حال میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ..... اکثر لوگ وقتی طور پر اپنی یادداشت کھو بیٹھتے ہیں۔ یہ مرض مستقل نہیں ہوتا.....!"

"ابے او سالو..... یہ قیا گھپلا ہو رہا ہے۔" قاسم دہاڑا۔ "قون سالا اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہے۔"

"بڑی بی..... تم اسے لے جاؤ....." بھاری بھرکم آدمی سسکیوں پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔

"لے گئیں بڑی بی۔" قاسم نے کسی لڑاکا عورت کی طرح ہاتھ نچا کر کہا۔ پھر صوفے کے

ہتھے پر گھونسہ مار کر بولا..... "تم کون ہو..... اور مجھے کہاں لائے ہو۔ وہ دونوں قہاں ہیں؟"

"کون دونوں..... میرے بیٹے.....!" بھاری بھرکم آدمی نے بے حد نرم لہجے میں پوچھا۔

"وہی دونوں جو مجھے لانچ پر بٹھا کر لائے تھے۔"

"میں نہیں جانتا کہ وہ دونوں شریف آدمی کون تھے..... انہوں نے تمہیں سونار میں بھٹکتے دیکھا تھا اور یہاں پہنچا گئے تھے..... وہ شائد پہلے بھی تمہیں میرے ساتھ دیکھ چکے تھے..... اس لئے سیدھے یہیں آئے۔ انہیں ہرگز یہ نہیں معلوم تھا کہ تم میرے بیٹے ہو۔"

"اچھا تو کیا میں تمہارا بیٹا ہوں۔"

"میرے خدا..... میرے خدا....." بھاری بھرکم آدمی آنکھیں بند کر کے بڑبڑایا۔

"میں کیا کروں میں کیا کروں.....!"

"یہ کرو..... کہ مجھے جانے دو..... تم نے سارے دروازے بند کر رکھے ہیں..... میں باہر نہیں جا سکتا۔"

کوئی کچھ نہ بولا۔

پھر قاسم کچھ اور کہنے والا تھا کہ اچانک بھاری بھرکم آدمی نے پھر رونا شروع کر دیا..... اس بار آواز سسکیوں کی حدود سے باہر نکل گئی تھی۔

اُن کی شناخت

نہ جانے کیوں حمید نے اپنی دھمکی کو عملی شکل دینا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ اُس دن ٹال ہی گیا۔ دوسرے روز پھر جزیرہ سونار کے ساحل پر موجود تھا۔

سائرہ کو لانچ سے اترتے دیکھا..... لیکن فوری طور پر اُسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ خاموشی سے اُس کا تعاقب کرتا رہا۔ کسی ایسی جگہ روکنا چاہتا تھا جہاں کچھ دیر

گفتگو کر سکے۔

کیفے ڈریمرز کے قریب اُس نے اُسے جا ہی لیا۔

"کل سے پریشان ہوں.....!" حمید بولا۔

"کیوں.....؟" وہ جھنجھلا گئی۔ پھر سنبھل کر بولی۔ "اوہ..... آپ ہی تھے۔ شائد اُس دن..... میرا مطلب ہے جنہوں نے اُس جھگڑے کے متعلق پوچھ گچھ کی تھی۔"

"جی ہاں..... اور اب پھر تھوڑی سی تکلیف دینا چاہتا ہوں..... آیئے ڈریمرز میں۔"

"مجھے افسوس ہے آپ وہیں تشریف لائیں..... دس منٹ کے اندر اندر مجھے ڈیوٹی پر پہنچنا ہے۔"

"کل آپ نہیں آئی تھیں..... اچھا چلتی رہیے۔"

"جی ہاں..... کل نہیں آئی تھی۔"

وہ پھر آگے بڑھ گئے..... حمید اُس کے ساتھ چل رہا تھا۔

"میں سمجھا تھا شائد قلندر نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ حمید نے محسوس کیا کہ وہ کچھ کہنا بھی چاہتی ہے لیکن کسی وجہ سے شائد زبان کھولنا مناسب بھی نہیں سمجھتی۔

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ جیسی شائستہ خاتون اُسے کس طرح برداشت کرتی ہے۔"

"ملازمت ٹھہری۔" سائرہ کا لہجہ تلخ تھا۔

"کل تو میں نے سوچا تھا کہ اُسے تھانے ہی میں بلاؤں مگر پھر مصنف سمجھ کر چھوڑ دیا۔"

"آپ ہی کی لائن کا مصنف ہے۔"

"جھک مارتا ہے۔ میں نے تو کبھی پڑھی نہیں اُس کی کوئی کتاب۔ البتہ پڑھے لکھے لوگوں کو کہتے سنا ہے کہ سکسٹن بلیک سیریز کے ناولوں پر ہاتھ صاف کرتا ہے۔"

"نہیں.....!" وہ چلتے چلتے رک گئی۔

"بس کاربن کاپی سمجھئے! نام اور مقام بدل کر پیش کر دیتا ہے۔"

"اب میں سمجھی۔"

"کیا سمجھیں؟"

"میں اُس کے طریقہ کار کو سنک سمجھتی تھی۔"

"کیسا طریقہ کار.....؟"

"کمرے میں بند ہو کر مائیک پر ڈکٹیٹ کراتا ہے..... میں دوسرے کمرے میں بیٹھتی ہوں۔"

"بہت چالاک ہے۔"

"اونہہ..... مجھے کیا۔" سائرہ نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا "ہاں آپ کیا پوچھنا چاہتے تھے۔"

"اگر آپ اُن دونوں کو دوبارہ دیکھیں تو پہچان لیں گی نا.....!"

"یقیناً پہچان لوں گی۔"

حمید نے دونوں تصویریں نکالیں..... اور بولا۔ "بتایئے؟ کیا یہی دونوں تھے!"

"بلاشبہ یہی تھے.....!" وہ دیکھتے ہی بولی۔

"اب یہ بتایئے کہ ان میں سے کون لمبا تھا اور کون کوتاہ قد.....!"

یہ بتانے میں بھی سائرہ نے دیر نہیں لگائی تھی۔ حمید اُس کے جوابات کے مطابق تصویروں کی پشت پر کچھ لکھنے لگا تھا۔

"اچھا..... بہت بہت شکریہ۔" اُس نے کہا۔

"ٹھہریئے..... میری ایک بات کا بھی جواب دیتے جایئے۔"

"فرمایئے۔"

"اس کیس میں میری کیا حیثیت ہو گی۔"

"کچھ بھی نہیں..... میرا خیال ہے کہ شائد آپ کو عدالت میں بھی اُس کے متعلق کچھ نہ کہنا پڑے۔"

"پھر آخر اس کا کیا مطلب ہے؟"

"کس کا..... کیا مطلب؟" حمید نے حیرت سے پوچھا۔

"میرا تعاقب کیوں کیا جاتا ہے؟"

"کون کرتا ہے تعاقب.....؟"

"آپ کے محکمے کا کوئی آدمی.....!"

"قطعی نہیں۔ میں اس کیس کا انچارج ہوں..... اگر اس قسم کی کوئی بات ہوتی تو میری

ہی وساطت سے ہوتی۔"

"پھر وہ کون ہے؟"

"براہِ کرم مجھ سے اُس کے متعلق ضرور بتائیے۔"

"یہاں سے واپس جانے لگتی ہوں تو لانچ کے قریب کھڑا ملتا ہے۔ ایگل بیچ پہنچ کر وہاں سے ایک ہی بس میں ہم دونوں شہر تک جاتے ہیں۔ وہاں سے گھر تک پیدل تعاقب کرتا ہے کچھ دیر مکان کے سامنے کھڑا رہتا ہے۔ صبح جب گھر سے یہاں آنے کے لئے نکلتی ہوں تو آس پاس ہی موجود ہوتا ہے..... یہاں تک ساتھ آتا ہے۔"

"تب تو..... وہ اس وقت بھی.....!" حمید چلتے چلتے رک گیا اور پھر دفعتاً پیچھے مڑا..... سائرہ جوں کی توں کھڑی رہی، اُس نے مڑ کر نہیں دیکھا تھا.....

"مجھے تو کوئی بھی نہیں دکھائی دیتا..... یہاں سے موڑ تک سڑک سنسان ہے۔"

"گھنی ڈاڑھی والا....." وہ مڑے بغیر آہستہ سے بولی۔

"ارے..... ایک متنفس بھی نہیں ہے۔"

سائرہ بھی مڑ کر دیکھنے لگی۔ سڑک سنسان پڑی تھی۔

"تعجب ہے..... حالانکہ لانچ سے اترتے وقت تک وہ میرے پیچھے رہا تھا۔"

"بہر حال! میرا محکمہ آپ میں اس حد تک دلچسپی نہیں لے رہا۔" حمید مسکرا کر بولا۔

"میں نہیں سمجھ سکتی..... کیا چکر ہے۔"

حمید نے جیب سے اپنا وزیٹنگ کارڈ نکال کر اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "آپ مجھے ان نمبروں پر فون کر سکتی ہیں۔ جب بھی ضرورت محسوس کریں۔"

"بہت بہت شکریہ۔"

"میں دیکھوں گا کہ وہ کون ہے اور کیا چاہتا ہے..... اچھا شکریہ۔"

حمید وہیں سے ساحل کے لئے مڑ گیا۔

فریدی سے ایگل بیچ والے ہٹ میں ملاقات ہونے کی توقع تھی۔ کچھ اس وجہ سے نہیں کہ انہیں قاسم کی تلاش تھی۔ وہ اکثر تبدیلی کے لئے ایگل بیچ چلا آتا تھا۔ قاسم والے واقعہ سے اسی حد تک دلچسپی تھی کہ اُس کے خاندان والوں نے دلچسپی لینے پر مجبور کر دیا تھا۔

حمید نے دونوں تصویریں اپنے نوٹ سمیت اُس کے سامنے رکھ دیں۔ فریدی کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا جیسے اچانک وہ اس معاملے میں دلچسپی لینے پر مجبور ہو گیا ہے۔

"لڑکی نے شناخت کرنے میں غلطی نہیں کی۔" اُس نے کچھ دیر بعد کہا۔ "کوتاہ قد کا نام قادر ہے اور لمبے آدمی کا نام جواد..... دونوں ہمیشہ ساتھ رہتے ہیں اور بزنس بھی ہمیشہ شرکت ہی میں ہوتا ہے..... اسمگلر قسم کے سرمایہ داروں کے لئے مناسب معاوضے پر کام کرتے ہیں۔"

"تو پھر اب مجھے کیا کرنا چاہئے.....!" حمید نے پائپ میں تمباکو بھرتے ہوئے پوچھا۔

"جلد بازی کی ضرورت نہیں۔"

"پھر حمید نے سائرہ کی کہانی دہراتے ہوئے اُس آدمی کا تذکرہ کیا جو اُس کے بیان کے مطابق اُس کا تعاقب کرتا رہتا تھا۔

"بظاہر اس معاملے میں اس کا کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"لڑکی کا خیال تھا کہ ہمارا محکمہ اُس میں اس حد تک دلچسپی لے رہا ہے.....!"

"ہوں.....!"

حمید پائپ سلگا رہا تھا۔

قاسم کو اس کی قطعی فکر نہیں تھی کہ اُس کے گھر والے پریشان ہوں گے اور نہ یہی اندازہ تھا کہ وہ کتنے دنوں سے اس چکر میں پڑا ہوا ہے۔ اُس کی زبان تو ہر وقت اُن لذیذ کھانوں پر رال ٹپکاتی رہی تھی، جو وافر مقدار میں اُس کے سامنے آتے تھے اور کوئی یہ کہنے والا بھی نہیں تھا کہ بھوک رکھ کر کھانا..... بے حد خوش تھا کہ چلو اُس جلے تن بیوی سے تو پیچھا چھوٹا، جو اُسے پیٹ بھر کھاتے ہی نہیں دیکھ سکتی تھی..... سر پر سوار رہتی تھی۔ کمبخت ٹوکتی

رہتی تھی۔ ارے اب بس کرو، بیس چپاتیاں تو کھا چکے..... بیس چپاتیوں میں بھلا کیا ہوتا ہے..... بیس تنوریاں ہوں تو بات بھی ہے..... کئی بار اُس نے تجویز پیش کی تھی کہ باورچی خانے میں تنور کیوں نہ لگوادیا جائے۔ بیوی ایسی تجویز کو لے اڑتی تھی۔ ایسا مضحکہ اڑاتی تھی کہ قاسم کو بعض اوقات رونا آجاتا تھا..... اُس کا بگاڑ ہی کیا سکتا تھا..... قبلہ والد صاحب کے ہنٹر کے توسط سے اُسے اُس کی ساری باتیں ہضم کرنی پڑتی تھیں۔

مگر یہ کیا چکر تھا..... وہ سوچتا..... آخر یہ سالا سر جاوید کون ہے جو مجھے اپنا بیٹا بنا ڈالنے پر تل گیا ہے..... اور سنو..... میں یاد داشت بھی کھو بیٹھا ہوں کہ باپ صاحب کو پہچان ہی نہیں سکتا اور یہ سالا بڈھا جسے سر جاوید ڈاکٹر کہتا ہے..... خواہ مخواہ دماغ چاٹا کرتا ہے۔ بے تکی پوچھتا ہے۔ کہتا ہے یہ یاد کر کے بتاؤ..... وہ یاد کر کے بتاؤ۔ اچھا بیٹا اب بتاؤں گا تم کو..... اب کے آؤ..... ایسا اُلو بناؤں گا کہ زندگی بھر یاد کرو گے۔

دوپہر کے کھانے کے بعد بوڑھی ملازمہ پھر اُسے لائبریری میں لے گئی۔ یہاں سر جاوید کے ساتھ ایک عورت بھی نظر آئی۔ وہ بھی اُسی کی طرح لحیم شحیم تھی۔ لیکن ساتھ ہی خوش شکل بھی..... عمر پچیس چھبیس سے زیادہ نہ رہی ہوگی۔

بوڑھا ڈاکٹر بھی موجود تھا..... قاسم اُس عورت کو دیکھتا ہی رہ گیا۔ بار بار خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتا۔

"ہاں.....ہاں.....!" سر جاوید سر ہلا کر بولا۔ "پہچانو..... یہ کون ہیں.....!"

"پپ..... پہچانوں..... پہچان لوں.....!" قاسم کے کہنے کا انداز بوکھلاہٹ سے بھرپور تھا۔

"ہاں ہاں..... بیٹے۔"

"یہ..... یہ۔ وہ ہیں....." قاسم کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کہے!

"کون ہیں!" ڈاکٹر کا لہجہ پرامید تھا اور اُس کی آواز کانپ رہی تھی۔

"ان کی بیٹی۔" قاسم نے سر جاوید کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"اوہ....." ڈاکٹر ران پر ہاتھ مار کر بولا۔ "ناؤ دی کیٹ از آؤٹ آف بیگ.....!"

"کیا مطلب.....!" سر جاوید نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"بتاتا ہوں۔" ڈاکٹر کی آواز سے دبا ہوا جوش ظاہر ہو رہا تھا۔ "لیکن اس گفتگو کے دوران میں لیڈی جاوید کی موجودگی ضروری نہیں۔"

"میں جارہی ہوں.....!" عورت اٹھتی ہوئی بولی۔

وہ لائبریری سے چلی گئی۔ قاسم اُسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ بڑی زوردار عورت ہے اُس نے سوچا۔

ڈاکٹر سر جاوید سے کہہ رہا تھا۔ "دراصل آپ کی یہ بے جوڑ شادی ہی صاحبزادے کے مرض کا باعث بنی ہے۔"

"بھلا وہ کیسے؟" سر جاوید کا لہجہ غصیلا تھا۔

"صاحبزادے نے اس سے گہرا اثر لیا اور یاد داشت کھو بیٹھے..... آپ نے سنا نہیں کیا کہا تھا..... بیٹی۔"

"لاحول ولا قوۃ.....!"

قاسم ساری گفتگو سن رہا تھا لیکن کچھ بولا نہیں۔ وہ تو اُس عورت کے متعلق سوچ رہا تھا اور اُن کی گفتگو نے یہ بات بھی اُس پر واضح کر دی تھی وہ عورت سر جاوید کی بیوی ہی ہو سکتی ہے۔

"آپ نہیں سمجھ سکتے۔" ڈاکٹر سر جاوید سے کہہ رہا تھا۔ "یہ نفسیات کی گتھیاں ہیں..... بعض واقعات انسانی ذہن کے لئے اتنے اذیت ناک ثابت ہوتے ہیں کہ وہ نہ صرف اُن واقعات کی حد تک یاد داشت کھو بیٹھتا ہے بلکہ اُن سے تعلق رکھنے والی دوسری چیزیں بھی شعور کی سطح سے نیچے پھینک دیتا ہے۔ مثال کے طور پر نہ صرف یہ شادی صاحبزادے کے ذہن سے محو ہو گئی بلکہ اپنے دونوں بھی اجنبی بن کر رہ گئے۔ انہیں یہ بھی یاد نہیں کہ وہ آپ کے بیٹے ہیں۔ آپ کے بیٹے کی حیثیت سے جس نام سے پکارے جاتے تھے وہ بھی۔"

اتنے میں قاسم کو چھینک آگئی اور وہ دونوں ہی اچھل پڑے..... ایسی گرجدار آواز تھی کہ دیواریں تک جھنجھنا اٹھیں۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا.....!" سر جاوید نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ اُس کی آواز بھی بدل گئی ہے..... کاف کو قاف اور گاف کو غین بولتا ہے۔"

"سب کچھ ممکن ہے سر جاوید۔" بوڑھے ڈاکٹر نے کہا۔ "میں نے تو ایسے کیس دیکھے ہیں کہ لوگ یاد داشت کھو بیٹھنے کے بعد کچھ بول ہی نہیں سکتے۔ نوزائیدہ بچوں کی طرح غوں غاں کرتے ہیں..... اور پھر اسی طرح بتدریج بولنا سیکھتے ہیں جیسے کوئی نوزائیدہ بچہ عمر کے بڑھنے کے ساتھ سیکھتا ہے! شکر کیجئے کہ یہ ٹوٹل لاس آف میموری نہیں ہے!..... شخصیتیں بدل جاتی ہیں جناب۔"

"لیکن اب کیا ہوگا۔"

"فکر نہ کیجئے..... یہ اچھے ہو جائیں گے۔ لیکن وقت لگے گا۔ ہاں یہ تو بتائیے ڈرنک بھی کرتے تھے یا نہیں۔"

"اعتدال کے ساتھ.....!"

"اب کیا حالت ہے.....!"

"میری دانست میں تو اس حال کو پہنچنے کے بعد اس نے شراب نہیں مانگی۔"

"اچھا اب آپ جائیے..... اور لیڈی جاوید کو بھیج دیجئے۔"

سر جاوید چلا گیا اور ڈاکٹر نے قاسم کو اپنی طرف متوجہ کر کے کہا۔ "آپ کون سی وہسکی پیتے ہیں۔"

"اے تم لوغ مجھے اُلو کیوں بنا رہے ہو..... بتاؤ۔"

"آپ نے کب سے نہیں پی۔"

"میں کبھی نہیں پیتا۔"

"ہوں.....!" ڈاکٹر نے پر تشویش انداز میں سر کو جنبش دی۔

اتنے میں وہی لحیم شحیم عورت کمرے میں داخل ہوئی اور ڈاکٹر اٹھتا ہوا بولا۔ "تشریف لائیے لیڈی جاوید۔"

قاسم بھی یک بیک سعادتمند نظر آنے لگا۔

"کیا آپ کا اُن سے کبھی کسی بات پر اختلاف رائے ہوا تھا۔" ڈاکٹر نے لیڈی جاوید سے پوچھا۔

"ہرگز نہیں ڈاکٹر..... میں سر جاوید سے زیادہ ان کا خیال رکھتی تھی۔ میں نے اپنی

طرف سے کبھی یہ نہیں ظاہر ہونے دیا کہ ہمارے درمیان کوئی سوتیلا رشتہ ہے!"

"ان کا رویہ آپ کے ساتھ کیسا تھا۔"

"کبھی بُرا نہیں رہا۔ میرا احترام کرتے تھے۔"

"ہوں.....!" ڈاکٹر کسی سوچ میں گم ہو گیا۔

قاسم کنکھیوں سے لیڈی جاوید کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ کبھی کبھی وہ بھی نظر چرا کر اس کی طرف دیکھ لیتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر نے کھکار کر کہا۔ "لیڈی جاوید..... ان کی یاد داشت جب بھی واپس آئے گی آپ ہی کے توسط سے واپس آئے گی۔"

"بتائیے میں اس کے لئے کیا کروں۔"

"انہیں ہر وقت اپنے ساتھ رکھنے کی کوشش کیجئے۔ سر جاوید کا سامنا نہ ہونے پائے تو بہتر ہے۔"

"بھلا یہ کیسے ممکن ہے..... آپ ہی انہیں سمجھا دیجئے گا۔"

"میں سمجھا دوں گا....." ڈاکٹر نے کہا اور پھر کچھ سوچنے لگا۔

چھلاوا

کیپٹن حمید نے ریسیور کریڈل پر رکھتے ہوئے کرنل فریدی سے کہا۔

"پرنسٹن کے انچارج کی کال تھی اُس نے اُن دونوں کو روک رکھا ہے۔"

"تو پھر میں کیا کروں..... جاؤ دیکھو۔" فریدی نے کاغذات پر سے نظر ہٹائے بغیر کہا۔

"نہیں آپ بھی چلئے..... ہو سکتا ہے میں انہیں ہینڈل نہ کر پاؤں۔"

"بھئی مجھے مت گھسیٹو اس معاملے میں..... اور بھی بہت سے کام ہیں۔ اتنی خود

اعتمادی تو تم میں ہونی ہی چاہئے۔"

"دیکھئے..... یہ میرا کام ہے۔ آپ خواہ مخواہ دنیا بھر کے کام سمیٹتے پھرتے ہیں اور
میں مجھے بھی جھونک دیتے ہیں..... تب میں تو کچھ نہیں کہتا۔"

"یار کوئی کام میں کام بھی ہو۔" فریدی کاغذات کو ایک طرف ہٹا کر اٹھتا ہوا بو
"چلو.....!"

دونوں آفس سے باہر آئے۔ لنکن پارکنگ شیڈ میں کھڑی تھی۔ حمید اگلی سیٹ پر
کے برابر ہی بیٹھ گیا۔ فریدی انجن اسٹارٹ کرتا ہوا بولا۔ "صاحبزادے یا تو کسی عیاشی کے پ
میں پڑ گئے ہیں..... یا وہ دونوں سیٹھ عاصم سے کوئی لمبی رقم وصول کرنا چاہتے ہیں۔"

"عیاشی کے پھیر میں وہ تنہا کبھی نہیں پھنستا۔"

"کیا مطلب.....!"

"مجھے اطلاع دیئے بغیر اپنے کسی عشق کو آگے نہیں بڑھاتا۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ پرنسٹن کے تھانے تک آئے..... قادر اور جواد وہاں مو
تھے۔ پرنسٹن کے تھانے کا انچارج انہیں دفتر میں چھوڑ کر خود باہر چلا گیا۔ حمید نے محسوس
جیسے وہ دونوں فریدی کو پہچانتے ہوں۔

"کیا مشاغل ہیں آج کل آپ حضرات کے۔" فریدی نے تلخ لہجے میں پوچھا۔

"وہی پرانی کمیشن ایجنسی۔" لمبے آدمی نے جواب دیا۔ لہجے میں اکتاہٹ تھی۔

"ایک ہنگامے کے تفتیش کے سلسلے میں تمہیں یہاں بلوایا گیا ہے۔" فریدی اُن
آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"بھلا ہمیں ہنگاموں سے کیا سروکار۔"

"پانچویں تاریخ کی بات ہے! سونار میں..... کسی ایسے آدمی کا جھگڑا تھا جس نے ا
عورت کو کاندھے پر بٹھا رکھا تھا۔"

"اوہ.....!" دونوں نے بیک وقت کہا اور ہنس پڑے۔ فریدی انہیں استفہامیہ نظر
سے دیکھتا رہا۔ آخر جواد نے پوچھا۔ "آپ اُس کے متعلق کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔"

"تم دونوں اُسے کہاں لے گئے تھے؟"

"وہیں جہاں اُسے ہونا چاہئے تھا۔"

"سنجیدگی سے میرے سوالات کے جواب دو....." فریدی نے سخت لہجے میں کہا۔

"میں نے غلط نہیں کہا..... ہمیں اُس کی نگرانی پر مامور کیا گیا تھا۔ کہا گیا تھا کہ وہ اپنی
یادداشت کھو بیٹھا ہے..... اُسے گرین ہوٹل سے کہیں اور نہ جانے دیں!"

"نگرانی پر کس نے مامور کیا تھا۔"

"سیٹھ عاصم کے سیکریٹری نے۔"

"اوہ..... اچھا تو پھر کیا ہوا؟"

"جب ہم نے دیکھا کہ پولیس کیس بن جائے گا تو ہم نے اُسے وہاں سے ہٹا لے جانا ہی
مناسب سمجھا۔"

"اوہ خود کو پولیس سے متعلق ظاہر کیا..... کیوں؟"

"مجبوری تھی جناب..... اگر ہم ایسا نہ کرتے تو اپنے مقصد میں کامیاب ہی نہیں
ہو سکتے تھے۔ لوگ یقیناً ہمارے پیچھے آتے۔"

"ہوں تو پھر تم اُسے کہاں لے گئے۔"

"سیکریٹری کی لانچ پر.....!"

"کیا وہ وہاں پہلے سے موجود تھی۔"

"جی ہاں..... ہم سے کہا گیا تھا کہ جب بھی مزید ہدایات کی ضرورت محسوس ہو ہم
اُس لانچ پر پہنچ جائیں۔ غالباً وہ ہمیشہ وہاں موجود رہتی ہے۔"

"پھر کیا ہوا.....؟"

"اُسے ہم سیکریٹری کے حوالے کر کے چلے آئے تھے۔"

"وہ اُس وقت لانچ پر موجود تھا۔"

"جی ہاں.....!"

"اس کام کا معاوضہ کتنا اور کب ملا تھا۔"

"پانچ سو روپے..... دوسرے دن۔ ہمیں ہماری قیام گاہ ہی پر مل گئے تھے۔"

"سیکریٹری خود آیا تھا۔"

"جی نہیں..... وہ کوئی اور تھا۔"

"سیکریٹری کو پہلے سے جانتے تھے۔"

"جی نہیں! لیکن شائد وہ ہمیں اچھی طرح جانتا تھا۔ ورنہ ہم سے یہ کام ہی کیوں لیتا۔"

"اُس آدمی کو بھی پہلے سے جانتے تھے جس نے وہ ہنگامہ برپا کیا تھا۔"

"جی نہیں..... سیکریٹری ہی نے بتایا تھا کہ وہ سیٹھ عاصم کا لڑکا ہے۔"

"سیٹھ عاصم سے کبھی ملے ہو.....!"

"جی نہیں..... اُس کا بھی نام ہی سنا ہے۔ کبھی دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔"

فریدی نے ہاتھ بڑھا کر کسی کے نمبر ڈائیل کئے اور ماؤتھ پیس میں بولا۔ "سیٹھ عا
پلیز.....!"

چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ "ہلو، عاصم صاحب! میں فریدی بول رہا ہوں... پرنسٹن پولیس اسٹیشن سے..... ذرا اپنے سیکریٹری کو یہیں بھیج دیجئے۔"

"جی ہاں..... جتنی جلدی ممکن ہو..... بلکہ فوراً..... شکریہ۔"

ریسیور رکھ کر وہ سگار سلگانے لگا۔ لیکن اب وہ اُن دونوں کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔ حمید نے محسوس کیا جیسے ان دونوں کا اضطراب بڑھ گیا ہو۔ وہ فریدی کو ایسی نظروں سے د
رہے تھے جیسے اس کال نے انہیں الجھن میں مبتلا کر دیا ہو۔

فریدی کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر سگار کے ہلکے ہلکے کش لے رہا تھا۔ لیکن وہ اب بھ
اُن دونوں کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد ایک کار تھانے کی کمپاؤنڈ میں آ کر رکی اور اس پر سے سیٹھ عاصم
سیکریٹری اترا۔ حمید اُسے پہچانتا تھا۔ اُس نے کھڑکی سے دیکھا کہ وہ برآمدے میں رک کر ایک
کانسٹیبل سے کچھ پوچھ رہا ہے۔ کانسٹیبل نے ہاتھ اٹھا کر دفتر کی طرف اشارہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد
سیکریٹری دفتر میں داخل ہوا۔ وہ دونوں بھی اُس کی طرف دیکھنے لگے تھے اور فریدی اُن تینوں
کے چہروں کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔

"کرنل فریدی صاحب؟" سیکریٹری نے ایک ایک کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں..... تشریف رکھیے۔" فریدی نے خالی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"فرمائیے.....!" سیکریٹری نے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا آپ ان دونوں کو پہچانتے ہیں۔"

اُس نے متحیرانہ انداز میں باری باری سے دونوں کی طرف دیکھا اور سر ہلا کر بولا۔

"جی نہیں؟"

"لیکن یہ دونوں تو کہتے ہیں.....!" فریدی نے جملہ پورا نہیں کیا۔

"کیا کہتے ہیں.....!" سیکریٹری کے لہجے میں بھی استعجاب تھا۔

"یہی کہ یہ دونوں آپ کو پہچانتے ہیں اور آپ بھی انہیں.....!"

"ہم نے کب کہا ہے؟" دونوں بیک وقت بولے۔

"یہ سیٹھ عاصم کے سیکریٹری ہیں۔"

"اوہ.....!" جواد جلدی سے بولا۔ "لیکن یہ وہ نہیں ہیں۔"

"ان کے علاوہ سیٹھ عاصم کوئی دوسرا سیکریٹری نہیں رکھتے..... کیوں جناب۔"

"جی ہاں.....؟" سیکریٹری بولا۔ وہ اب بھی اُن دونوں کو گھورے جا رہا تھا۔ لیکن اُسی طرح جیسے کوئی کسی اجنبی کو دیکھتا ہے۔

"تب تو پھر ہمیں دھوکا دیا گیا..... ہمیں اچھی طرح یاد ہے کہ اُس نے خود کو سیٹھ عاصم کا سیکریٹری ہی ظاہر کیا تھا.....؟"

"لہٰذا.....!" فریدی جواد کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔ "تم دونوں اُس وقت تک حراست میں رہو گے جب تک اس دوسرے سیکریٹری کا سراغ نہ ملے۔"

سائرہ کا خیال آتے ہی دل میں عجیب سی گدگدی محسوس ہوئی..... کتنی اچھی لگتی تھی اس وقت جب باتیں کرتے کرتے دفعتاً نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر کچھ سوچنے لگتی اور پھر اس

طرح بولنا شروع کردیتی جیسے ابھی ابھی خواب سے بیدار ہوئی ہو۔

حمید آج کل زیادہ تر اُسی کے بارے میں سوچتا رہتا تھا۔

اس وقت بھی سونار ہی کی طرف جارہا تھا..... قاسم کی تلاش بھی ابھی تک سونار سے آگے نہیں بڑھی تھی..... وہ جواد کو پچھلے دن سونار لائے تھے اور وہاں اُس لانچ کی تلاش دیر تک جاری رہی تھی جس کا تذکرہ انہوں نے کیا تھا۔ لیکن اُس کا سراغ نہیں مل سکا تھا..... گھاٹ کے دوسرے ملاحوں نے بھی لاعلمی ظاہر کی تھی۔ اُن کے بیان کے مطابق روزانہ کتنی ہی آتی جاتی رہتی تھیں۔

جواد اور قادر اُس لانچ کی کوئی ایسی خاص نشانی بھی نہیں بتا سکے تھے جس کی بناء پر تلاش آگے بڑھ سکتی۔

بہر حال وہ دونوں ابھی تک حراست میں تھے۔ انہوں نے اس کی بھی کوشش نہیں کی تھی کہ کوئی اُن کا ضامن بن کر انہیں رہائی دلا دیتا۔

"ہم اب اسی میں اپنی عافیت سمجھتے ہیں۔" جواد نے کہا۔ "تاوقتیکہ وہ آدمی ہاتھ نہ آجائے، جس نے ہم سے یہ کام لیا تھا ہم حوالات ہی میں رہنا مناسب سمجھیں گے۔"

اور پھر فریدی کو یہ کہنے پر مجبور ہو جانا پڑا تھا کہ اب یہ حقیقتاً ایک سیریس قسم کا کیس بن گیا ہے۔

قاسم کی بیوی بے حد پریشان تھی اور عاصم صاحب کی بوکھلاہٹوں کا کیا پوچھنا۔ اکلوتا لڑکا تھا۔ وہ اپنے اعزاء پر بھی شبہہ ظاہر کر بیٹھے تھے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا تھا کہ اُن سے اس طرح پوچھ گچھ نہ کی جائے جو انہیں اُن کی طرف سے بدگمان کردے۔

ہر طرف تفتیش کے گھوڑے دوڑ رہے تھے۔ لیکن ابھی تک تو کامیابی کی صورت نظر نہیں آئی تھی..... اس لئے اب مجبوراً سائرہ.....؟ ویسے اگر اُس نے کسی ایسے آدمی کا تذکرہ نہ کیا ہوتا جو اُس کا تعاقب کیا کرتا تھا تب بھی حمید کو اُس کے علاوہ اور کوئی ایسا نہ دکھائی دیتا جس کے ذریعہ مجرم یا مجرموں تک رسائی اُس کی دانست میں ممکن ہوتی۔ آج وہ شہر ہی سے اُس کا تعاقب کرتا ہوا ایگل بیچ تک پہنچا تھا۔

شہر سے ایگل بیچ تک تو کوئی بھی ایسا نہیں نظر پڑا تھا جس پر سائرہ کے تعاقب کرنے کا

شبہ ہو سکتا۔ لیکن جب وہ سونار کے لئے لانچ پر بیٹھنے لگی تھی تو ایک آدمی قریب کے ایک چائے خانے سے نکل کر لانچ کی طرف جھپٹا تھا۔ حمید نے محسوس کیا کہ اُس کا حلیہ سائرہ کے بیان کردہ حلئے سے مختلف نہیں تھا۔

البتہ وہ شائد تاریک شیشوں کی عینک کا تذکرہ کرنا بھول گئی تھی۔

وہ بھی اُسی لانچ پر بیٹھ گیا۔ اُس نے ٹھیک سائرہ کے پیچھے والی سیٹ منتخب کی تھی۔ حمید اُس کے پیچھے جا بیٹھا۔ پتہ نہیں کیوں وہ محسوس کررہا تھا جیسے وہ آدمی اجنبی ہونے کے باوجود بھی کچھ جانا پہچانا سا ہو۔

ہر چند کہ سائرہ کا رخ اس کی طرف نہیں تھا لیکن وہ محسوس کررہا تھا جیسے وہ بہت زیادہ مضطرب ہو۔ ویسے ایک بار بھی اُس نے مڑ کر پیچھے نہیں دیکھا تھا۔

پھر لانچ نے ایگل بیچ کا ساحل چھوڑا تھا اور سونار کے ساحل سے آلگی تھی۔ دوسرے مسافر اترتے رہے لیکن حمید بیٹھا رہا۔ سائرہ اُس سے بے خبر تھی اس لئے جب وہ اترنے لگی تو حمید نے اپنا منہ دوسری طرف موڑ لیا۔ اُس کے بعد وہ آدمی اُترا۔

سائرہ پیچھے مڑ کر دیکھے بغیر آگے بڑھتی جارہی تھی..... اُس آدمی کے اتر جانے کے بعد حمید بھی اُترا۔

لیکن وہ آدمی سائرہ کے پیچھے جارہا تھا۔

حمید اُس کا تعاقب کرتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ گرین ہوٹل میں داخل ہوگیا۔ سائرہ "بیت الحکیم" کی طرف چلی گئی تھی۔

حمید نے فوراً ہی ہوٹل میں داخل ہونا مناسب نہ سمجھا۔ لیکن پھر یہ احتیاط لے ہی ڈوبی۔ ڈائننگ ہال میں تو اُس کا سراغ نہ مل سکا۔ حمید نے چاروں طرف دیکھا اور یہ سوچتے ہوئے اپنے لئے ایک میز منتخب کرلی کہ وہ اسی ہوٹل کے کسی رہائشی کمرے میں موجود ہوگا۔

بیٹھتے ہی ایک ویٹر اُس کی طرف آیا۔

"چائے.....!" حمید نے مینو پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "اور چکن سینڈوچ بھی لانا۔"

ویٹر چلا گیا۔

تین کے علاوہ اور ساری میزیں خالی تھیں۔ حمید سوچ رہا تھا کہ اُس کے متعلق ویٹر سے

پوچھ گچھ کرے گا۔ یقیناً وہ یہیں مقیم ہوگا۔

کچھ دیر بعد ویٹر چائے اور سینڈوچ لایا۔

"سنو.....!" حمید نے آہستہ سے کہا اور ویٹر اُس کے چہرے کے قریب جھک آیا۔

"وہ صاحب کس نمبر میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔"

"کون صاحب۔"

"گھنی ڈاڑھی والے..... کالی عینک لگاتے ہیں۔"

"وہ.....!" ویٹر ہنسنے لگا۔ "جی وہ آج چائے پیئے بغیر ہی پیشاب کر کے چلتے بنے۔"

"کیا مطلب.....!"

"جی وہ روزانہ آتے ہیں..... چائے پیتے ہیں۔ پیشاب کرنے جاتے ہیں اور اُسی طرف کے دروازے سے باہر نکل جاتے ہیں۔"

"میں سمجھا تھا شائد یہیں رہتے ہیں۔"

"جی نہیں۔"

"کب سے آتے ہیں۔"

"تین چار دن سے دکھائی دیتے ہیں۔ پہلے کبھی نہیں دیکھا..... کہئے اُن سے کچھ کہنا ہے۔ آئیں گے تو کہہ دوں گا۔"

"نہیں..... جاؤ..... کچھ نہیں۔"

وہ چلا گیا..... حمید نے سوچا چوٹ ہو گئی۔ وہ یقیناً آگاہ ہو گیا تھا کہ اُس کا بھی تعاقب کیا جارہا ہے ورنہ اس طرح خلاف معمول غائب نہ ہو جاتا۔

زبردستی سینڈوچ لئے اور ایک کپ چائے حلق سے اتاری۔ پھر پائپ سلگا کر کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔

کچھ دیر بعد وہ "بیت الحکیم" کی طرف جارہا تھا۔ قلندر ہی سے چھیڑ چھاڑ سہی۔ اُس کے چڑچڑے پن کو ابھار کر عجیب قسم کی خوشی محسوس کرتا تھا۔ ہو سکتا ہے یہ بھی اذیت پسندی کی کوئی قسم ہو۔

پھاٹک بند تھا۔ اُس نے کال بل کا بٹن دبایا۔ لیکن پھر خیال آیا کہ گھنٹی میں کوئی خرابی پیدا

ہو گئی ہے۔ قلندر نے پہلے کبھی بتایا تھا۔

"ارے کوئی ہے۔" اُس نے پھاٹک ہلا کر آواز دی۔

"فرمایئے جناب۔" پشت سے آواز آئی اور حمید جھنجھلا کر مڑا۔ کیونکہ آواز قلندر ہی کی تھی۔ ایک بار پہلے بھی یہی واقعہ پیش آچکا تھا۔

"کیا تم مجھ پر رحم نہیں کر سکتے۔" قلندر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"اُس کا پیچھا چھوڑ دو۔"

"کچھ پوچھنا ہے۔"

"کب تک پوچھتے رہو گے.....!" قلندر یک بیک غصیلی آواز میں چیخا۔ اتنے میں کسی نے پھاٹک بھی کھول دیا اور قلندر اُسی لہجے میں دہاڑا۔ "تم کیوں آگئیں..... واپس جاؤ..... جاؤ.....!"

پھاٹک زوردار آواز کے ساتھ بند ہو گیا۔

"اچھی بات ہے قلندر صاحب۔" حمید نے طویل سانس لی۔ "اب میں سچ مچ تمہیں دیکھوں گا۔"

پھر وہ واپسی کے لئے مڑ گیا۔

خنجر

آج قاسم کھانے کی میز پر تنہا نہیں تھا وہ خوبرو اور لمبی تڑنگی عورت بھی اُس کا ساتھ دے رہی تھی۔ قاسم کچھ شرمایا سا تھا..... لیکن کھانے کے معاملے میں نہیں۔ بس اُس کی طرف دیکھ نہیں رہا تھا اور یہی ظاہر کر رہا تھا کہ اُس کی تمام تر توجہ کھانے کی طرف ہے۔

"تم بہت کھانے لگے ہو......!" دفعتاً لیڈی جاوید کی مترنم آواز کمرے میں گونجی۔

"نن..... نہیں..... تو غ.....!" قاسم اس کی طرف دیکھے بغیر بولا۔

"میں تم سے کتنی محبت کرتی ہوں..... کبھی اس کے متعلق بھی سوچا ہے۔"

"کھانے تے بعد سوچوں غا۔" قاسم نے سر جھکائے ہوئے جواب دیا۔

پھر وہ خاموشی سے کھانے میں مشغول رہے۔

لیڈی جاوید کنکھیوں سے اُسے دیکھتی جارہی تھی۔ روٹیاں ختم۔ قابیں صاف اب سویٹ ڈشز کی باری تھی۔ ذراسی دیر میں اُن کا بھی صفایا ہوگیا۔

"اور کچھ.....!" لیڈی جاوید نے پوچھا۔

"ہی ہی..... نہیں بس۔ آپ تے یہاں انبالہ والوں کی رس ملائی نہیں آتی کیا۔"

"نہیں ہمیں دیسی مٹھایاں پسند نہیں..... تم بھی پسند نہیں کرتے تھے۔!"

"ارے..... واہ..... وہ رستم حلوہ..... حبشی حلوہ.....!"

"سچ کہتی ہوں..... پہلی بار تمہاری زبان سے یہ نام سن رہی ہوں۔ مجھے ان کے متعلق کچھ نہیں معلوم..... لکھ کردے دینا منگوادوں گی۔"

"لخ دوں غا....." قاسم سر ہلا کر بولا۔

"کھانے کے بعد تم قہوہ پیتے ہو۔"

"ارے توبہ توبہ..... بلکہ لاحول ولا قوۃ..... اب نام نہ لیجئے گا..... ورنہ مجھے تے ہوجائے گی۔"

"ہائے تم اتنے بدل گئے ہو منور.....!"

قاسم کچھ نہ بولا۔ اس ادل بدل اور یادداشت والے معاملے پر اُسے اختلاج ہونے لگا تھا۔ لیکن وہ کچھ بولتا نہیں تھا۔ اپنے طور پر حالات کو سمجھنے کی کوشش کرتا لیکن ابھی تک تو نہیں سمجھ سکا تھا۔ کئی بار جی چاہا کہ وہ اُن کو اپنے متعلق سب کچھ بتادے لیکن پھر یہ سوچ کر خاموش رہ جاتا کہ کہیں اس دہاکڑ اور زوردار عورت کی ہم نشینی سے محروم نہ ہوجائے..... چلنے دو..... وہ سوچتا جب تک چلے چلنے دو..... میں کوئی ننھی سی گڑیا تو ہوں نہیں کہ سالے جیب میں رکھ کر پارلے جائیں گے..... جب چاہوں گا ٹھونک پیٹ کر باہر۔! کبھی سوچتا کہ

دوں کہ یادداشت واپس آگئی ہے۔ پھر دیکھوں کیا ہوتا ہے لیکن پھر ان کٹو بیگم کو سوتیلی ماں بھی تو سمجھنا پڑے گا..... لہٰذا بالکل گول رہو۔ دیکھا جائے گا اور یہ سالا سر جاوید بالکل چغد معلوم ہوتا ہے۔ کیا اس کا بیٹا منور میرا ہم شکل تھا جو کہیں غائب ہوگیا۔ اگر آجائے سالا تو پھر کیسی رہے گی۔ جان کو آجائیں گے سب سالے۔

اس وقت بھی وہ ایسے ہی خیالات میں ڈوبا ہوا تھا۔

"منور.....!" دفعتاً لیڈی جاوید نے اُسے مخاطب کیا۔

"جی.....!"

"اوہ..... تو تمہیں یاد آگیا کہ تم منور ہو۔"

"جی نہیں..... آپ قہتی ہیں تو پھر منور ہی سہی۔"

"تمہیں میرا اتنا ہی خیال ہے.....؟"

"جی ہاں۔"

"میری طرف دیکھو.....!"

قاسم نے دیکھا اور بدقت اُس سسکاری کو روک سکا جو اُس کے ہونٹوں کی گرفت سے آزاد ہی ہونے والی تھی۔

لیڈی جاوید بڑی نشیلی آنکھوں سے اُس کی طرف دیکھ رہی تھی اور ہونٹوں پر ایسی مسکراہٹ تھی..... جیسے جیسے..... اُس نے بوکھلا کر آنکھیں بند کرلیں۔ نہ جانے کیوں اُس کے ذہن میں اُس کی ماں کا یہ جملہ گونج رہا تھا، جو اکثر بچپن میں اُس کی زبان سے سن چکا تھا۔ "کسی کو ننگا دیکھنے سے آنکھیں پھوٹ جاتی ہیں۔"

"ارے باپ رے.....!" وہ آنکھیں بند کئے ہوئے ہونٹوں میں بدبدایا۔

"کیا بات ہے..... منور..... میری طرف دیکھو.....!" پیار بھرے لہجے میں کہا گیا۔

"جی غاں..... دیختا ہوں....." قاسم نے گڑبڑا کر پھر آنکھیں کھول دیں وہ اب بھی اُسی طرح مسکرارہی تھی۔

"خدا کرے تم مجھے جلدی پہچاننے لگو۔"

"جی غاں.....!"

"تم مجھے آنٹی کہتے تھے۔"

"اب نہیں کھوں غا.....!" قاسم بے ساختہ بولا۔

"کیوں..... کیوں.....!"

"جی مجھے..... یاد نہیں۔"

"یاد ہو یا نہ ہو..... آنٹی کہنے میں کیا حرج ہے۔"

"جی..... بڑا حرج ہے۔"

"کیا حرج ہے۔"

"پتہ نہیں۔"

"پھر تم مجھے کیا کہو گے۔"

"سوچ لوں تو بتاؤں.....!" قاسم نے کہا اور سچ مچ سوچنے لگا کہ اُسے اُس کو کیا کہہ کر مخاطب کرنا چاہیے۔ ڈارلنگ..... مگر نہیں بھڑک جائے گی۔ سالے منور کی سوتیلی ماں پھر کہوں..... خود ہی کوئی نام رکھ دوں دیکھا جائے گا۔ واہ پیارے حمید بھائی تم نہ ہوئے..... ورنہ کوئی اچھا سا نام بتاتے..... پھر اُسے حمید کی یلالیاں اور فل فلوٹیاں یاد آئیں..... فل فلوٹی..... فل فلوٹی۔"

"میں آپ کو فل فلوٹی کہوں گا.....!" وہ تھوڑی دیر بعد بڑبڑایا۔

لیڈی جاوید ہنسنے لگی۔

"بھلا یہ کیا نام ہوا۔"

"جی ہوتا ہے..... آپ سمجھتی نہیں۔ ہم لوغ سمجھتے ہیں۔"

"کیا سمجھتے ہیں۔"

"یعنی کہ وہی..... ہی ہی ہی ہی۔"

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا.....!" لیڈی جاوید یک بیک سنجیدہ ہو گئی۔

"جی بالکل ٹھیک ہے۔" قاسم بھی اُس کی سنجیدگی پر سراسمہ ہو گیا۔

"خدا کرے تم جلدی سے اچھے ہو جاؤ۔ تم نہیں سمجھ سکتے کہ میں کتنی پریشان ہوں!! لوگ تو دل سے چاہتے ہیں کہ تمہیں کچھ ہو جائے۔"

"کون لوگ.....!" قاسم ہمہ تن اشتیاق بن گیا۔

"تمہارے سوتیلے چچا اور اُن کے ہمدرد.....!"

"جی میں بالکل نہیں سمجھا۔"

"تم سب کچھ بھلا چکے ہو..... اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو معاہدے کے مطابق ساری جائیداد سارا کاروبار بالآخر تمہارے سوتیلے چچا اور اُس کی اولاد کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ مجھے بھی ایک پیسہ نہ ملے گا..... پھر بس یہ سب کچھ تمہارے پاپا کی زندگی ہی تک ہو گا۔"

"مجھے اُس کے بارے میں پوری طرح بتائیے۔"

"تم سب کچھ جانتے تھے منور..... لیکن میں تمہیں بتاؤں گی شائد اسی طرح تمہاری یاد داشت واپس آ سکے۔ جانتے ہو اگر اُسے اس کا علم ہو جائے کہ تم اپنی یاد داشت کھو بیٹھے ہو تو کیا ہو گا۔"

"میں نہیں جانتا۔"

"تمہارے وجود کو فراڈ ثابت کرنے کی کوشش کرے گا..... جب تم عدالت میں اپنا نام قاسم بتاؤ گے تو وہ یہاں تک ثابت کر دینے کی کوشش کرے گا کہ سر جاوید کے کبھی کوئی لڑکا تھا ہی نہیں۔ اس طرح تمہارے پاپا کے بعد ہم دونوں مفلسی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوں گے۔"

"کیا دوسرے لوگوں نے سر جاوید کے لڑکے کو نہ دیکھا ہو گا۔"

"یہی تو دشواری ہے کہ تم ایسٹ افریقہ میں پیدا ہوئے تھے۔ وہیں پلے بڑھے یہاں کسی نے تمہیں کبھی نہیں دیکھا۔"

وہ خاموش ہو گئی اور قاسم مجسم غور و فکر بن گیا۔

پچھلے دن بھی وہ نہیں دکھائی دیا۔ آج صبح بھی جب وہ گھر سے نکلی تھی تو اندیشہ تھا کہ وہ گلی کے نکڑ پر موجود ہوگا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ آج بھی کسی نے اُس کا تعاقب نہیں کیا تھا۔

دو بجے تک وہ قلندر کا ناول لکھتی رہی تھی۔ پھر قلندر نے مائیکروفون ہی پر اعلان کیا تھا کہ اب وہ بوریت محسوس کررہا ہے اس لئے کام نہ ہو سکے گا..... وہ چاہے تو گھر جاسکتی ہے۔

پھر وہاں اُس کی موجودگی ہی میں قلندر بندوق اور کارتوسوں کی پیٹی سنبھال کر باہر نکل گیا تھا۔ بوریت محسوس کرنے کے اعلان کے بعد وہ ہمیشہ بندوق ہی سے جی بہلاتا تھا..... اور پھر آج کل تو بلے۔

سائرہ نے باورچی سے ایک کپ چائے کی فرمائش کی تھی اور چائے پی کر ٹھیک تین بجے ساحل کی طرف روانہ ہوگئی تھی۔

لانچ پر ایک ایسے آدمی کے مقابل بیٹھی تھی جس کی ناک اور ہونٹ بے ہنگم نہ ہوتے تو خاصہ دلکش جوان ہوتا۔

ناک کی نوک اوپر اٹھی ہوئی تھی اور اوپری ہونٹ بھی سکڑ کر اس طرح اوپر اٹھ گیا تھا کہ سامنے کے دانت دکھائی دیتے تھے۔ آنکھیں بڑی بڑی اور دلکش تھیں۔ اگر چہرے کا نچلا حصہ چھپالیا جاتا تو کوئی بھی نہ کہہ سکتا کہ اتنی خوبصورت آنکھوں کے نیچے ایسا واہیات دہانہ ہوگا..... لباس بھی خاصا قیمتی معلوم ہوتا تھا اور اُسے سلیقے سے پہنا بھی گیا تھا۔

وہ بہرحال اُسے گھورے جارہا تھا۔ کبھی کبھی نظریں ملتیں اور وہ دوسری طرف دیکھنے لگتی۔ پھر اُسے اُس پر غصہ آنے لگا۔ اس طرح گھورتے ہیں یہ حرام زادے جیسے کچا ہی کھا جائیں گے۔ کب سدھریں گے اپنے یہاں کے لوگ۔ وہ سوچتی اور تاؤ کھاتی رہی۔ پھر اتفاقاً اُس کا رومال گر گیا۔ اُسے علم تھا اور وہ اٹھانے کے لئے جھک ہی رہی تھی کہ وہ جھکا پھر اگر وہ فوراً ہی سنبھل کر سیدھی نہ ہوگئی ہوتی تو دونوں کے سر ٹکرا گئے ہوتے۔

اُس نے رومال اٹھا کر نہایت ادب سے اُس کے سامنے پیش کردیا۔

"شکریہ۔" سائرہ نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور رومال لے کر بے تعلقی سے دوسری طرف دیکھنے لگی۔ وہ اپنے مکروہ دہانے سے مسکرانے کی کوشش کررہا تھا۔ اُس کی نظر پڑی اور جی چاہا کہ منہ پر تھپڑ رسید کردے لیکن خاموش بیٹھی رہی۔

ایگل بیچ کے ساحل پر اُتر کر بس اسٹاپ کی طرف چلی تو محسوس کیا کہ وہ ٹھیک اُسی کے پیچھے چلا آرہا ہے۔

دفعتاً اُسے خیال آیا کہیں وہی نہ ہو اور اس سے پہلے نقلی ڈاڑھی استعمال کرتا رہا ہو۔ لیکن آج وہ خوفزدہ نہیں تھی اگر یہی اُس کی اصلی شکل ہے تو پھٹکار اُس کی صورت پر اُس نے سوچا اور اس خیال پر مسکرا پڑی کہ اگر سینڈل اُتار کر بھڑ جائے تو کیسی رہے گی۔ بڑی بات نہیں! ساتھ ہی شور بھی مچانا شروع کردے کہ چھیڑا تھا..... اور پھر تماشائیوں کی ہمدردیاں بھی اُسی کی طرف ہوں گی اور چٹنی بن جائے گی اُس صورت حرام کی۔

وہ چلتے چلتے رک گئی۔ لیکن مڑی نہیں۔ اندازے سے اُسی وقت اچانک مڑنا چاہتی تھی، جب وہ قریب پہنچ چکا تھا آس پاس اور لوگ بھی آجارہے تھے اُس سے نپٹ لینے کا بہترین موقع تھا۔

پھر وہ مڑی اور یک بیک چونک پڑی وہ اُس سے بمشکل چھ یا سات قدم کے فاصلے پر رہا ہوگا۔ لیکن اُس کی ناک.....؟ اُس کے ہونٹ؟..... وہ تو..... وہ تو..... کیپٹن حمید تھا۔

"ارادے اچھے نہیں معلوم ہوتے۔" وہ قریب پہنچ کر مسکرایا۔

سائرہ کی سانس پھول رہی تھی۔ وہ بھی مسکرادی۔

"نہ وہ کل نظر آیا اور نہ آج.....!" حمید بولا۔

"میں بھی..... یہی سوچ رہی تھی۔"

"یہاں کھڑے ہوکر سوچنے سے کیا فائدہ..... میرے ساتھ آیئے۔"

وہ نہیں چاہتی تھی اس کے باوجود بھی اُس کے ساتھ چل پڑی۔

کچھ دیر بعد اُس نے کہا۔ "میں لاکھ کوشش کروں تب بھی ناممکن ہے۔"

"کیا چیز.....؟" حمید نے پوچھا۔

"ناک اس طرح مستقل طور پر اٹھی رہے اور ہونٹ کھل جائیں۔"

"اسی سرکس کی روٹی کھاتے ہیں ہم لوگ۔"

"نہیں بتائیے..... یہ کیسے ممکن ہے۔"

"ممکن ہے..... تبھی تو آپ نے دیکھا تھا۔" کیپٹن حمید نے ایک ہٹ کے سا
رکتے ہوئے کہا۔ وہ بھی رک گئی اور حمید بولا۔ "آئیے..... اندر چلئے..... اب میرا مح
آپ میں خاص طور پر دلچسپی لینے پر مجبور ہو گیا ہے؟"

"کیوں.....؟" وہ چونک پڑی۔

"آئیے..... اطمینان سے باتیں ہوں گی۔"

"اگر میں انکار کر دوں تو۔"

"محکمے کی دلچسپی مزید بڑھ جائے گی۔"

"خواہ مخواہ مجھے خوفزدہ نہ کیجئے۔"

"اس دلچسپی کا تعلق آپ کے خلاف کسی قانونی کاروائی سے نہیں.....!"

وہ دونوں ہٹ کے سٹنگ روم میں داخل ہو چکے تھے۔ حمید نے کرسی کی طرف اشارا
کر کے کہا۔ "تشریف رکھئے۔"

سائرہ بیٹھ گئی مگر الجھن میں پڑ گئی تھی۔

"پرسوں میں نے اس کا تعاقب کیا تھا..... لیکن وہ ڈاج دے کر نکل گیا۔"

"اوہ..... اسی لئے دو دن سے نظر نہیں آیا۔"

"سونار پہنچ کر آپ کا تعاقب کرنے کی بجائے گرین کی طرف مڑ گیا تھا۔"

"لیکن آپ سے بچ کر کیسے نکل گیا۔"

"اکثر ایسا بھی ہوتا ہے..... ہم بھی دھوکا کھا جاتے ہیں۔" حمید مسکرا کر بولا۔ "خیر
چھوڑیئے..... آج آپ کی جلدی چھٹی ہو گئی۔"

"اکثر ایسا ہوتا ہے..... میرا باس سنکی ہے۔ جب اُس پر بوریت کا دورہ پڑتا ہے بندو
لے کر باہر نکل جاتا ہے۔ آج کل تو بلوں کی شامت آگئی ہے۔"

"شائد میری موجودگی میں بھی اُس دن ایک بلے کو گولی ماردی تھی۔"

"جی ہاں..... اور اب شائد سونار میں ایک بھی بلا زندہ نہ بچے گا۔"

"خیر..... ہوبیز اکثر مضحکہ خیز بھی ہوتی ہیں۔"

"اسے آپ ہوبی کہتے ہیں۔"

"یقیناً..... میری ہوبی اس سے بھی زیادہ مضحکہ خیز ہے۔ میں مکھی مارتا ہوں۔"

وہ مسکرائی اور بولی۔ "شروعات بلی سے ہوئی تھی۔ اُس نے ایک بلی پال رکھی تھی.....
نی سر چڑھی تھی کہ میز پر اُسی کی پلیٹ میں کھاتی تھی۔ ہر وقت اُس کے ساتھ رہتی۔ دفعتاً
یک بلا دونوں کے درمیان آگیا اور وہ زیادہ تر گھر سے غائب رہنے لگی۔ جھلاہٹ میں ایک دن
س نے اس بلی کو ختم کر دیا۔ پھر گھنٹوں پھوٹ پھوٹ کر رویا۔ اُس کے بعد سے سونار کے بلوں
ں خیر نہ رہی۔ روزانہ دو چار مار دیتا ہے۔"

"نفسیات کا کیس ہے؟ خیر ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ اُس نامعلوم آدمی نے آپ کا
اقب اُسی پوچھ گچھ کے بعد ہی شروع کیا تھا لہٰذا میرا محکمہ آپ میں دلچسپی لینے پر مجبور ہو گیا
ہے۔ ویسے آپ مطمئن رہئے کہ اس سلسلے میں کبھی کوئی ایسی بات نہ ہو گی جس کی بناء پر آپ
نیک نامی کو نقصان پہنچے۔"

دفعتاً حمید اچھل پڑا اور جھک کر اُس چیز کو دیکھنے لگا جو اُس کی گردن سے ٹکرا کر آواز کے
ساتھ فرش پر گری۔ پھر سائرہ نے اُسے دروازے کی طرف جھپٹتے دیکھا۔ وہ ہکا بکا کھڑی اُس
چمکدار خنجر کو دیکھتی رہی۔ اُس کا رخ کھڑکی ہی کی طرف تھا اور اُس نے باہر سے پھینکے جانے
والے خنجر کی جھلک دیکھی تھی۔

کیپٹن حمید باہر جا چکا تھا..... وہ بُری طرح کانپ رہی تھی۔

طوفانی سفر

اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے۔ مضطربانہ انداز میں دروازے کی

طرف بڑھی۔ باہر بھی نکل آئی۔ ہٹ کی چھوٹی سی کمپاؤنڈ سنسان پڑی تھی۔

کچھ دیر بعد حمید نظر آیا۔ چہرے سے صاف ظاہر تھا کہ دوڑتا رہا ہے۔

"آپ نے خنجر کو ہاتھ تو نہیں لگایا۔" اُس نے قریب پہنچ کر ہانپتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں..... کون تھا.....؟"

"پتہ نہیں.....!"

"دکھائی دیا تھا۔"

"دکھائی بھی نہیں دیا۔"

"پھر آپ کہاں دوڑے گئے تھے؟"

"ہر اُس راستے کو دیکھا تھا جدھر سے فرار ہو سکتا۔ میرا خیال ہے کہ وہ قریب ہی کسی ہٹ میں جا چھپا ہو گا۔"

"پھر.....؟"

"کچھ بھی نہیں..... دیکھا جائے گا۔"

وہ اندر آئے..... حمید نے نہ صرف کھڑکیاں بلکہ دروازہ بھی بند کر دیا..... دل شدت سے دھڑک رہا تھا۔

"کرسی نے جان بچالی۔" حمید پھر اُسی کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔ "آپ چائے پئیں گی نا!"

"جی.....!" سائرہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"اردو میں ترجمہ کروں؟" حمید نے بھولے پن سے پوچھا۔

"یعنی..... یعنی..... یہ خنجر..... اور آپ.....!"

"خدا کا شکر ہے کہ شام کی چائے پینے کے لئے زندہ بچ گیا۔ لہٰذا پہلی فرصت میں..... فی الحال کوئی ملازم موجود نہیں..... ساری چیزیں کچن ہی میں مل جائیں گی..... بیٹھئے..... میں ابھی آیا۔"

"ارے اس خنجر کو تو دیکھئے۔"

"وہیں پڑا رہنے دیجئے..... چائے کے بعد دیکھیں گے۔"

"آپ عجیب آدمی ہیں۔"

"آپ پر رعب ڈالنے کی کوشش کر رہا ہوں..... تاکہ آپ مجھے ہیرو سمجھنے لگیں ورنہ یقیناً عالم یہ ہے کہ..... خیر..... ہاں تو میں ابھی آیا.....!"

"میں بھی چل رہی ہوں.....!" وہ اٹھتی ہوئی بولی۔

چھوٹے سے کچن میں اُمور خانہ داری کے سارے لوازمات سلیقے کے ساتھ موجود تھے۔

سائرہ خاموشی سے اُس کا ہاتھ بٹاتی رہی۔ اُس کی سمجھ ہی میں نہیں آرہا تھا کہ کیا بولے۔

وہ اسی خنجر کے متعلق سوچے جا رہی تھی۔ کس نے پھینکا تھا؟ کیوں پھینکا تھا؟ کیا یہ اُسی حرکت تو نہیں تھی، جو اُس کا تعاقب کرتا رہا تھا؟ مگر کیوں؟ اگر سچ مچ خنجر کیپٹن حمید کی بدن میں پیوست ہو جاتا تو خود اُس کی کیا پوزیشن ہوتی۔ وہ پولیس کو کیسے یقین دلا سکتی کہ اُس [illegible] سے لاعلم تھی..... اور اب خود کیپٹن حمید کیا سوچ رہا ہو گا۔

"کیا آپ اس واقعہ کے متعلق سوچ رہی ہیں۔" دفعتاً اُس نے پوچھا اور سائرہ نے اعتراف میں سر ہلا دیا۔

"سامنے کی بات ہے؟" حمید مسکرایا۔ "جسے بلوں پر غصہ آسکتا ہے وہ کسی آدمی کو کیسے معاف کر سکے گا۔"

"آپ غلط سمجھے۔" وہ ناخوشگوار لہجے میں بولی۔ "ایسی کوئی بات نہیں۔"

"آپ کی دانست میں نہ ہو گی۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔ وہ کیتلی میں پتی ڈال رہا تھا۔

"میں کہتی ہوں تاکہ آپ غلط سمجھے ہیں۔" سائرہ کو غصہ آنے لگا تھا۔ حمید کی مسکراہٹ تکلیف دہ تھی۔

"بلی بیچاری بھی اس سے لاعلم رہی ہو گی کہ قلندر سچ مچ بیابانی ہے۔"

"آپ میری توہین کر رہے ہیں۔" سائرہ پیر پٹخ کر بولی۔

"میں ابھی آپ کو سمجھانے کی کوشش کروں گا! ذرا ریک سے پیالیاں نکال لیجئے۔"

"شکریہ! اور وہ اُدھر جو ڈبہ رکھا ہوا ہے اُس میں سینڈوچ ہوں گے۔ فی الحال اس سے زیادہ خاطر نہ کر سکوں گا۔"

سائرہ نے طوعاً و کرہاً وہ سب کچھ کیا اور کچھ دیر بعد پھر وہ سٹنگ روم میں آئے۔ حمید چائے کی ٹرے اٹھائے ہوئے تھا۔

"اب کیا چائے بھی میں ہی انڈیلوں" اُس نے کہا۔ اور سائرہ پیالیوں میں چائے انڈ

"سینڈوچ لیجئے۔ مجھے شامی کبابوں کے سینڈوچ پسند ہیں۔"

وہ چپ چاپ چائے پیتی رہی۔ حمید کی باتوں سے موڈ خراب ہو گیا تھا اور اب وہ
کے بارے میں بھی نہیں سوچ رہی تھی۔

"یہ ایک نفسیاتی مسئلہ ہے محترمہ!" حمید کچھ دیر بعد بولا۔

"میں کہتی ہوں غلط ہے۔ آپ کو سن کر حیرت ہو گی کہ میں نے آج تک اُسے اپنی
دیکھتے ہوئے نہیں پایا۔ نظر ملائے بغیر گفتگو کرتا ہے اور یہ گفتگو بھی صرف کام کے متعلق
ہے۔"

"میں آپ کے بیان کی تردید نہیں کروں گا۔ لیکن انسانی ذہن کو سمجھنا بہت مشکل
مجھے معلوم ہے کہ قلندر نے کبھی شادی نہیں کی۔ تجرد کی زندگی بسر کرنے والے ذ
داریوں سے گھبراتے ہیں یا اپنے متعلق کسی وہم میں مبتلا ہوتے ہیں۔ یا پھر بالکل ہی
مطلب یہ کہ ضروری نہیں کہ جنس مقابل سے ذہنی وابستگی نہ رکھتے ہوں۔"

"مجھے اب جانا چاہئے۔"

"بالکل..... بالکل.....!" حمید سر ہلا کر بولا۔ "جہاں تک میری معلومات کا تعلق
آپ سے پہلے اُس کی کبھی کوئی سیکریٹری نہیں تھی۔ کیا اس نے اس پوسٹ کے لئے اشتہار دیا تھا

"جی نہیں..... میری ایک سہیلی کے والد کے توسط سے مجھے یہ ملازمت ملی
انہوں نے کہا تھا کہ قلندر کو ایک سیکریٹری کی ضرورت ہے اور وہ صرف جھکی اور نک
اوباش نہیں..... انہوں نے کہا تھا کہ وہ اُسے بچپن سے جانتے ہیں۔ طالب علمی کے ز
میں بھی وہ بہت محتاط تھا اور دوسروں سے الگ تھلگ رہتا تھا۔ میری سہیلی کے والد عرصہ
اُس کے کلاس فیلو رہے تھے۔"

"ملازمت سے پہلے آپ قلندر سے ملی تھیں۔"

"جی ہاں..... ایک تقریب کے سلسلے میں سہیلی کے گھر پر ملاقات ہوئی تھی۔ م
دنوں مختلف جگہوں پر ٹیوشن کرتی تھی۔ سہیلی کے والد نے میرا تعارف کراتے ہوئے
سے کہا تھا کہ میں ٹیوشن کر کے ایک پورے خاندان کی کفالت کر رہی ہوں۔ غالباً اس کے

ہی قلندر نے ملازمت کی پیش کش کی ہو گی۔ میرے سامنے تو کسی قسم کا تذکرہ نہیں ہوا تھا۔"

"ہوں.....!" حمید اُس کی خالی پیالی دوسری بار لبریز کرتا ہوا بولا۔ "ہو سکتا ہے کہ میرا
خیال غلط ہو۔ آپ اس مسئلے پر زیادہ نہ سوچئے گا..... ہو سکتا ہے یہ اُسی کی حرکت ہو، جو آپ
کا تعاقب کرتا رہا ہے۔"

"میں کہتی ہوں آخر آپ اتنے اطمینان سے بیٹھے چائے کیوں پی رہے ہیں۔ آس پاس کی
عمارتوں کی تلاشی لیجئے نا۔"

"اول تو بغیر وارنٹ کے تلاشی لینا ناممکن ہے۔ دوم خنجر پھینکنے والے نے اپنے گلے میں
تختی تو لٹکا نہ رکھی ہو گی..... کیسے پکڑوں گا۔"

"پھر بھی آپ اتنے مطمئن ہیں۔ کم از کم خنجر ہی کو اٹھا کر دیکھا ہوتا۔"

"ضرور دیکھوں گا..... چلئے اپنی گاڑی میں آپ کو گھر چھوڑ آؤں؟"

"شکریہ..... اگر اب کی اُس نے بم پھینک دیا تو گیہوں کیساتھ گھن کی بھی شامت آئی۔"

"سوال یہ ہے کہ آخر کوئی اس فکر میں کیوں ہے کہ ہم دونوں یکجا نہ ہونے پائیں۔ آپکے
تعاقب کی کہانی بھی اُسی دن سے شروع ہوئی ہے جب میں نے آپ سے پوچھ گچھ کی تھی۔"

"اسی الجھن نے میری راتوں کی نیند حرام کر رکھی ہے۔"

"خیر چلئے اٹھئے..... دیکھا جائے گا۔" حمید اٹھتا ہوا بولا۔

"خنجر پر کسی قسم کے نشانات نہیں ملے۔" کرنل فریدی نے کہا۔

"وہ تو سب ٹھیک ہے۔ لیکن میں کیا کروں؟" حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"کیوں؟"

"ہر پندرہ بیس منٹ کے بعد قاسم کی بیوی کی کال آتی ہے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ بجھا ہوا سگار انگلیوں میں دبائے خلاء میں گھورے جا رہا تھا۔

کچھ دیر بعد اُس نے کہا۔ ”قادر اور جواد نے اُس آدمی کا جو حلیہ بتایا ہے اُس میں ا سائرہ کا تعاقب کرنے والے کے حلیے میں گھنی ڈاڑھی مشترک ہے۔“

”لیکن اب شائد وہ ڈاڑھی صاف ہی کرا دے۔“

”اگر واقعی اُس کی ذاتی ڈاڑھی رہی ہو گی۔“ فریدی مسکرایا۔

”میں نے جس آدمی کا تعاقب کیا تھا وہ میک اپ ہی میں معلوم ہوتا تھا۔“

”خیر چھوڑو..... غالباً اُس لانچ کا سراغ مل گیا ہے جس پر قاسم کو لے جایا گیا تھا سراغ بھی محض اس بناء پر ملا ہے کہ اُس وقت قاسم کے جسم پر زنانہ بیدنگ سوٹ تھا۔“

”دعا دیجئے میری جینئس کو۔ میں نے ہی وہ سوٹ اُس سے خریدوایا تھا۔ سرخ رنگ کا سوٹ جس میں وہ سینکڑوں میل دور سے بالکل واضح نظر آتا تھا۔“

”خدا تم دونوں کے حال پر رحم کرے۔“

”تو پھر اُس لانچ کا کیا ہوا۔“

”سراغ مل گیا ہے..... اور ہم وہیں چل رہے ہیں۔“

”کہاں.....؟“

”سونار سے چالیس میل دور ایک جزیرے میں۔“

”سونار کے آگے تو بڑی طوفانی لہروں کا سامنا ہوتا ہے..... لانچ کیسے جا سکی ہوگی۔“

”سونار سے کچھ دور اُسے لانچ پر لے جایا گیا تھا پھر اُسے ایک اسٹیمر پر پہنچا دیا گیا تھا دراصل اُس اسٹیمر کے کپتان ہی سے یہ ساری اطلاعات ملی ہیں۔ اسٹیمر ساتویں جزیرے[1] کی طرف جا رہا تھا راہ میں اُسے اشارہ دے کر روکا گیا۔ کپتان سے کہا گیا کہ لانچ میں مرگی کا ایک مریض غشی کی حالت میں پڑا ہوا ہے جسے ساتویں جزیرے پہنچانا ہے..... لانچ طوفانی لہروں کا مقابلہ نہ کر سکے گی۔ اسٹیمر سے رسیاں لٹکائی گئی تھیں اور بیہوش آدمی کا اسٹریچر رسیوں سے باندھ دیا گیا تھا۔ اس طرح وہ اسٹیمر پر پہنچا تھا۔ تین آدمی اُس کے ساتھ تھے۔ لیکن ان میں کوئی اُس حلیے کا نہیں تھا جس کا تذکرہ جواد اور قادر کر چکے ہیں۔“

[1] سونار کے آس پاس متعدد جزیرے ہیں۔ بعض کے باقاعدہ نام ہیں اور بعض کے صرف نمبر۔

”تو پھر ہم کس سے ملیں گے۔“

”اسٹیمر کے کپتان سے..... اسٹیمر اس وقت ساتویں جزیرے ہی میں لنگر انداز ہے۔ اُسے آگے بڑھ جانا چاہیئے تھا لیکن اس کے انجن میں کوئی خرابی واقع ہو گئی ہے۔“

دونوں کچھ دیر بعد ایگل بیچ پہنچے۔ لیکن جب فریدی اپنی لانچ میں بیٹھنے لگا تو حمید بوکھلا کر بولا۔ ”کیا مطلب..... کیا اسی پر۔“

”ہاں.....!“

”میرے بس سے باہر ہے۔“

”کیوں؟“

”اگر یہ کسی وہیل مچھلی کے پیٹ میں پہنچ گئی تو۔“

”بکو مت..... ادھر وہیل نہیں پائی جاتی۔“

”آپ تنہا خودکشی کر سکتے ہیں..... مجھے مرنا ہو گا تو کافی ہاؤز کیا بُرا ہے۔“

”چلو.....!“ فریدی نے گردن پکڑ کر اُسے لانچ میں بٹھا دیا۔

”کمال کرتے ہیں آپ بھی۔“ وہ غصیلے انداز میں مچلا۔ لیکن لانچ اپنے پیچھے پھواریں اڑاتی ہوئی آگے بڑھ چکی تھی۔ فریدی نے ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھال رکھا تھا اور دوسرے کی گرفت میں اب بھی حمید کی گردن تھی۔

”ارے ہم غرق ہو جائیں گے.....!“ حمید حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

”سونار تک تو سمندر پُرسکون ہے..... مرے کیوں جا رہے ہو۔“

”اور اس بارہ میل کی زندگی پر مجھے آپ کا ممنون احسان ہونا چاہیئے۔“ وہ زہریلے لہجے میں بولا۔

”آج تمہیں بتاؤں گا کہ ایڈونچر کس چڑیا کا نام ہے..... زنانہ لباس پہن کر نہانا اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا بھی ایڈونچر ہی ہے، لیکن اُس سے صرف ہیجڑے ہی محظوظ ہو سکتے ہیں۔“

”میں تو ہرگز نہیں جاؤں گا..... سونار سے آگے ہرگز نہیں بڑھوں گا.....!“

”سونار میں رکتا کون ہے..... چکر کاٹ کر آگے نکل جائیں گے۔“

”میرے خدا..... ایک ہی لہر ہمیں ہماری جگہوں سے اکھاڑ دے گی۔“

”اگر ہم تک پہنچ سکی تو۔“

”کیوں.....؟“

”تم اُس لانچ سے پوری طرح واقف نہیں ہو۔ عام لانچوں سے تین گنی قیمت میں خریدی گئی ہے۔ اس میں سیفٹی کور اور آکسیجن ایکوئپمنٹ بھی موجود ہے۔ سیفٹی کور کے اندر سانس لینے میں کوئی دشواری محسوس نہیں کرو گے۔ گیس ماسک موجود ہیں جن سے ہیڈ فون اور مائیک بھی اٹیچ ہیں۔ ہم بخوبی گفتگو کر سکیں گے۔“

”اور.....!“ حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ ”عشق کرنے کی صلاحیت بھی باقی رہے گی ایسے میں۔ سامنے کچھ نہیں نظر آئے گا کیونکہ محبت اندھی ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں سونار میں ضرور اُتریں گے..... تمباکو ختم ہو گیا ہے۔ نیا ٹن خریدوں گا۔“

پھر سونار میں ٹھہر کر انہوں نے تمباکو کے علاوہ کھانے پینے کی چیزیں بھی خریدیں تھیں اور سفر دوبارہ شروع ہو گیا تھا۔

اس بار فریدی نے کسی میکنزم کو حرکت دی تھی اور ٹرانسپیرنٹ پلاسٹک کا سیفٹی کور لانچ کے کھلے حصوں پر اس طرح محیط ہو گیا تھا کہ پانی کا ایک قطرہ بھی اندر نہ آسکتا۔

”اب گیس ماسک پہن لو.....!“ اُس نے حمید سے کہا۔

”پہنوں گا نہیں تو کیا اس نامعقول لانچ کو اپنا مقبرہ بناؤں گا۔“

گیس ماسک پہن لئے گئے۔ حمید ہیڈ فون کے ذریعے نہ صرف فریدی کی آواز سن سکتا تھا بلکہ اپنی آواز بھی اُس تک بہ آسانی پہنچا سکتا تھا۔

ابھی وہ زیادہ پر ہیجان لہروں کے خطے میں نہیں داخل ہوئے تھے۔ لیکن حمید کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی لانچ کو اٹھا اٹھا کر پٹخ رہا تھا۔

پھر یک بیک چاروں طرف دھند سی چھا گئی سامنے کچھ بھی نہیں دکھائی دے رہا تھا۔

”اوہ.....!“ اُس نے فریدی کی آواز سنی۔ ”تم نے سیفٹی بیلٹ نہیں کسی، جلدی کرو، ورنہ چاروں طرف لڑھکتے پھرو گے۔“

حمید نے خود کو جلدی جلدی سیٹ سے جکڑ لیا۔

”ب..... باپ رے۔“ وہ حلق پھاڑ کر چیخا۔ ”لعنت ہے ایسے ایڈونچر پر..... اگر یہ کم بخت الٹی گئی تو۔“

”پھر فوراً ہی سیدھی ہو جائے گی..... نیویگیشن کی سائنس بہت ترقی کر چکی ہی۔“

”اب اسی وقت سائنس پر بھی بور کیجئے گا۔“

”عشق کرنے کی صلاحیت باقی ہے یا فنا ہو گئی۔“

”ارے یہ آگے بھی بڑھ رہی ہے یا تھان ہی پر اچھل کود رہی ہے۔“

”فکر مت کرو۔“

”کیسے فکر نہ کروں..... کچھ دکھائی تو دیتا ہی نہیں..... ساتویں جزیرے تک کیسے پہنچیں گے۔“

”کمپاس کی رہنمائی میں..... اب تم آنکھیں بند کر کے اونگھنا شروع کر دو۔“

”م..... مم..... متلی ہو رہی ہے۔“

”فکر نہ کرو..... قے نہیں ہو گی۔“ سونار میں تمہیں سیون اپ کے ساتھ ایک معقول ڈوز دے چکا ہوں۔

”ارے..... مم..... مراغ..... آغ..... اُوق.....!“

”او بکائیاں تو بہر حال آئیں گی۔“

”ارے..... معدہ کبھی نیچے جاتا ہے..... اور کبھی اوپر..... پروغ..... غوق.....!“

جواب میں اُس نے فریدی کا قہقہہ سنا۔

وہ لڑکی

پھر حمید کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں، آنکھیں کھولنے کو دل ہی نہیں چاہتا تھا۔ سر شدت

سے چکرا رہا تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کچھ غیر مرئی ہاتھ اُسے خلاء میں اچھال رہے ہوں لیکن زمین پر گرنے سے پہلے کوئی اُسے سنبھال کر پھر اچھال دیتا ہو۔

آہستہ آہستہ یہ احساس بھی فنا ہوتا گیا۔

پھر پتہ نہیں کتنا عرصہ گذر جانے کے بعد اُس نے کسی کے ہاتھ اپنے گالوں پر محسوس کئے تھے اور آنکھیں کھول دی تھیں۔ فریدی اُس پر جھکا ہوا تھا۔

گیس ماسک بھی شائد اُسی نے اتارا تھا۔ حمید نے پھر آنکھیں بند کرلیں۔

"تھوڑی دیر میں ٹھیک ہو جاؤ گے۔" اُس نے فریدی کی آواز سنی۔ لیکن کچھ بولا نہیں۔ اپنی اُس کمزوری پر اُسے غصہ آنے لگا تھا۔

کچھ دیر بعد حالت سنبھلی تھی اور اُس نے محسوس کیا تھا کہ وہ اب بھی لانچ کی سیٹ سے جکڑا ہوا تھا۔ اُس نے سیفٹی بیلٹ کے تسموں سے چھٹکارا حاصل کیا۔

لانچ ساتویں جزیرے کے پرسکون ساحل پر ٹھہری ہوئی تھی۔ لیکن حمید کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ بڑی سبک روی سے کسی سمت تیرتی چلی جا رہی ہو۔

"گرم کافی کا ایک کپ طبیعت بحال کردے گا۔" فریدی اُس کا شانہ تھپتھپا کر بولا۔ "ارے بھئی ذرا مسکراؤ تو..... کمال ہے؟"

"ابھی مسکراتا ہوں..... ٹھہر جایئے۔" حمید نے اس طرح کہا جیسے لٹھ مار دینے کی دھمکی دی ہو۔

"سفر کیسا رہا۔" فریدی کے ہونٹوں پر بڑی جاندار مسکراہٹ تھی۔

"بہت عمدہ۔ اس کے بعد شائد سفر آخرت کی بھی ہمت نہ پڑے۔"

"بہت اچھے..... بہرحال ذہن جاگ ہی رہا ہے..... یہی بہت ہے فرزند۔"

"آپ کی بھی بیٹری کبھی اگزہاسٹ ہوگی یا نہیں۔" حمید جل کر بولا۔

"قوت ارادی کا ڈائنامو اُسے کبھی اگزہاسٹ نہیں ہونے دیتا۔"

"کیا وہ گرم کافی کا کپ آسمان سے اُترے گا۔"

"کیتلی..... ہیٹر پر رکھی ہوئی ہے..... بس ذرا سی دیر۔" فریدی نے کہا اور ہیٹر کی طرف متوجہ ہو گیا۔

کافی پینے کے بعد سچ مچ اُسے ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسی جنم جنم کی تھکن گرم پانی کے غسل سے اُتر گئی ہو۔

اس کے بعد پائپ کے ہلکے ہلکے کش تو جنت ہی کی طرف لئے جا رہے تھے۔ فریدی نے اُس سے کہا۔ "اگر چاہو تو آرام کرسکتے ہو..... میں جا رہا ہوں۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ ظاہر تھا کہ وہ اُسی اسٹیمر کے کپتان سے ملنے جا رہا ہوگا۔ اُس نے سوچا جب یہ حضرت اتنے مہربان نظر آرہے ہیں تو پھر آرام ہی کیوں نہ کیا جائے۔

وہ چلا گیا اور حمید سوچتا رہا کہ آخر لائے ہی کیوں تھے جب اُس کا کوئی مصرف نہیں تھا..... سیٹ کی پشت گاہ سے ٹیک لگا کر اُس نے آنکھیں بند کرلیں..... دن ڈھل رہا تھا..... کچھ دیر بعد اُس نے پھر کیتلی ہیٹر پر رکھ دی۔ اُس لانچ کی خصوصیات سے وہ ابھی تک ناواقف ہی رہا تھا۔ حالانکہ کئی بار خود بھی اُسے اسٹیئر کرچکا تھا۔ اینگل بیچ سے سونار تک اسی پر جاتا تھا۔

کیتلی میں پانی ابلنے لگا تھا۔ اُس نے پیالی میں کافی ڈالی اور پانی انڈیلنے لگا۔ ٹھیک اسی وقت کئی افراد کی آہٹ محسوس ہوئی اور لانچ ہلنے لگی۔ چند سریلے قہقہے گونجے۔ اُس نے مڑ کر دیکھا تین یوریشین عورتیں لانچ کی پچھلی نشست پر بیٹھ رہی تھیں۔ حمید انہیں استفہامیہ نظر سے دیکھتا رہا۔ ان میں سے دو تیس کے لگ بھگ رہی ہوں گی اور تیسری نہ صرف نوجوان بلکہ خاصی دلکش بھی تھی۔

"ففتھ آئی لینڈ لے چلو۔" اُن میں سے ایک نے کہا۔

"سیونتھ ہیون بھی لے چل سکتا ہوں..... لیکن فی الحال موڈ میں نہیں ہوں۔" وہ ہنس پڑیں جن میں وہ لڑکی بھی شامل تھی لیکن تیسری کو کسی قدر طیش آگیا اور کھرکھراتی ہوئی آواز میں بولی۔ "دماغ تو نہیں چل گیا۔ میں تمہارا لائسنس ضبط کرادوں گی۔"

"لائسنس تو ویسے ہی ضبط ہو جائے گا کیونکہ تم تین ہو..... اور یہاں کوئی دوسرا نہیں ہے۔"

اب وہ دونوں بھی سنجیدہ ہو گئیں۔ لڑکی چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ "یہ پرائیویٹ معلوم ہوتی ہے۔"

"پرائیویٹ ہے.....؟" غصیلی عورت نے آنکھیں نکال کر حمید سے پوچھا۔

"پرائیویٹ اینڈ کونفیڈنشل.....!"

"سوری.....!" وہ لانچ سے اترنے کے لئے دوسری طرف مڑتی ہوئی بولی۔

"کافی تو پیتی جاؤ..... یہ ابو بن ادھم کا خیمہ ہے۔"

وہ جھلا کر پلٹ پڑی۔ تینوں نے ایک دوسری کی طرف دیکھا۔ وہ مسکرائیں آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ اشارے ہوئے اور پھر وہ دھرنا دے کر بیٹھ گئیں۔ حمید نے دو پیالیاں اور نکالیں۔ اُن کے لئے بھی کافی بنائی اور سونار سے خریدے ہوئے لنچ بکسوں میں سے ایک اُن کی طرف بڑھادیا۔ لڑکی کانپتی ہوئی سی آواز میں ہنس رہی تھی۔

"ہمیں افسوس ہے کہ ہم تمہیں پیشہ ور ملاح سمجھے تھے۔" ایک عورت بولی۔

"میں تو لارڈ لن لتھ گو کا بھتیجا ہوں۔" حمید نے اکڑ کر کہا۔

صرف لڑکی ہنس پڑی۔ وہ دونوں ایسی سنجیدگی سے حمید کو دیکھے جارہی تھیں جیسے سمجھنے کی کوشش کررہی ہوں کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے۔

کچھ دیر بعد اُن میں سے ایک بولی۔ "ہمیں ففتھ آئی لینڈ جانا ہے..... اور پھر رات سے پہلے واپس بھی آجانا ہے..... کوئی لانچ نہیں مل رہی ہے۔"

"میں نہیں جانتا کہ ففتھ آئی لینڈ کہاں ہے..... ورنہ پہنچادیتا اور واپس بھی لاتا۔"

"ہم تمہیں راستہ بتاسکیں گے۔" لڑکی بولی۔

دفعتاً حمید کو اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ خواہ مخواہ دعوت دے بیٹھا ہے۔ اب اگر جانا پڑا تو فادر ہارڈاسٹون واپسی پر لانچ کی گمشدگی کو نہ جانے کس نقطہ نظر سے دیکھیں اور کیا کرگذریں۔

اُس نے گردن بچانے کے لئے ایندھن کی کمی کا بہانہ تراشا لیکن وہ شائد سمجھ چکی تھی کہ حمید ان اطراف کے لئے اجنبی ہے اس لئے ایک پوچھ بیٹھی۔ "اندازاً کتنا ایندھن ہوگا۔"

"بمشکل بیس بائیس میل نکل سکیں گے..... میرا ساتھی ایندھن کے لئے گیا ہے۔"

"ارے تو کام چل جائے گا۔ پانچ میل آنا اور پانچ میل جانا..... وہ رہا سامنے..... شائد تم پہلی ہی بار ادھر آئے ہو..... کہاں سے آئے ہو۔"

حمید ٹھنڈی سانس لے کر مردہ سی آواز میں بولا۔ "اب تو شکار پور ہی سے آیا ہوں۔"

"کیوں؟ پہنچادو گے؟" اس بار لڑکی نے پراشتیاق اور لگاوٹ بھرے لہجے میں پوچھا۔

"آؤ.....!" حمید اپنے قریب کی سیٹ پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "راستہ بتاؤ۔"

لڑکی اُس کے پاس آگئی اور اُس نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ انجن اسٹارٹ ہوا اور لانچ حرکت میں آگئی۔

لڑکی نے ہاتھ اٹھا کر مشرق کی طرف اشارہ کیا۔ وہ دونوں عورتیں آپس میں گفتگو کرتی رہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ لڑکی کے وجود ہی سے بے خبر ہوں۔ لڑکی حمید سے گفتگو کرتی رہی۔

"سچ مچ تم بہت اچھے آدمی ہو۔" وہ اپنی کانپتی ہوئی سی مترنم آواز میں کہہ رہی تھی۔

"اسپورٹسمین معلوم ہوتے ہو۔ مجھے ایسے آدمی پسند ہیں۔ پاپا کہتے ہیں وہی آدمی خوش رہ سکتا ہے جسے انجام کی پرواہ نہ ہو۔ مثال کے طور پر میں تمہیں جہنم میں بھی پہنچاسکتی ہوں کیونکہ تم ففتھ آئی لینڈ کے محل وقوع سے ناواقف ہو۔ سچ بتاؤ تم کہاں سے آئے ہو۔"

"میں مریخ سے آیا ہوں اور یہ کشتی اڑ بھی سکتی ہے۔"

"کچھ دن ٹھہرو گے یہاں؟..... کوئی پرواہ نہیں اگر اپنے بارے میں کچھ بتانا نہیں چاہتے۔"

"بتاؤں بھی تو تم یقین نہیں کرو گی..... اس لئے کیا فائدہ۔"

لانچ سمندر کا سینہ چیرتی آگے بڑھتی رہی۔

کچھ دیر بعد حمید نے سوچا کہ فریدی چمڑی ادھیڑ دے گا..... سورج غروب ہونے والا تھا۔ اگر دن رہے واپسی نہ ہوئی تو ممکن ہے کہ غرق ہی ہونا پڑے کشتی رانی کا کوئی خاص تجربہ نہیں رکھتا تھا۔

پورے دو گھنٹے ہوچکے تھے انتظار کرتے ہوئے..... وہ ففتھ آئی لینڈ کے ساحل پر اُسے چھوڑ گئی تھیں۔ لڑکی نے مخصوص رسیلے لہجے میں کہا تھا کہ وہ بہت جلد واپس آجائیں گی۔

چاروں طرف سمندر پھیلا ہوا تھا اور حمید کے فرشتوں کو بھی سیونتھ آئی لینڈ کی
یاد نہیں رہی تھی۔ وہ تو لڑکی کی رسیلی آواز کے زیروبم میں کھویا رہا تھا اور یہ چیز بھی ذہن
تھی کہ وہ واپس بھی آئیں گی لہٰذا کیا فکر ہے۔

اور اب اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے..... وہ یوریشین سورنیاں یقیناً چ
دے گئی تھیں۔ اگر وہ واپسی کی بھی بات نہ کرتیں تو وہ ہرگز تیار نہ ہوتا۔

• فادر ہارڈ اسٹون کھال کھینچ لے گا۔ پھر اُس نے سوچا کیوں نہ کوئی ایسا آدمی تلاش
جائے جو معقول معاوضے پر اُس کے ساتھ جانے پر رضامند ہو جائے۔

وہ لانچ سے اُتر آیا۔ ساحل پر بہتیرے لوگ چل رہے تھے۔ تھوڑے ہی فاصلے پر
گیری کی ایک کشتی جال پھیلا رہی تھی..... اُس نے سوچا اسی کشتی کا کوئی آدمی تیار ہو جائے
کیا کہنا..... اندھیرے میں بھی سیونتھ آئی لینڈ تک رہنمائی کر سکے گا۔

وہ کشتی کی طرف بڑھ ہی رہا تھا کہ دفعتاً وہی یوریشین لڑکی تنہا دکھائی دی جو اُس
قریب بیٹھ کر رہنمائی کرتی رہی تھی۔ اُس نے شانے سے ایک چرمی تھیلا لٹکا رکھا تھا اور تیز
سے اسی طرف آرہی تھی۔

حمید رک گیا۔

وہ قریب آکر ہانپتی ہوئی بولی۔ "مجھے افسوس ہے تمہیں انتظار کرنا پڑا چلو۔"

اُس نے بے تکلفی سے حمید کا ہاتھ پکڑ لیا تھا اور لانچ کی طرف کھینچ رہی تھی۔

وہ لانچ میں آبیٹھے۔ لڑکی بولی۔ "سورج غروب ہونے والا ہے..... جلدی سے نک
چلو، ورنہ اندھیرے میں اندازہ کرنا دشوار ہوگا کہ کس طرف لینڈ کرنا ہے۔"

"وہ دونوں کہاں رہ گئیں۔" حمید نے پوچھا۔

"انہوں نے تمہیں بیوقوف بنایا تھا۔ اگر واپسی کے متعلق بھی نہ کہتیں تو تم ہرگز نہ آ
..... مجھے بھی واپس نہیں آنا تھا لیکن میں نے سوچا کہ یہ ایک گھٹیا حرکت ہوگی، کیوں ہے؟

"بالکل..... اب مجھے کہنا چاہئے کہ تم بہت اچھی لڑکی ہو..... حقیقت یہ ہے کہ
نے سفر کی سمت پر دھیان نہیں دیا تھا اور اب سوچ رہا تھا کہ کدھر جاؤں..... میرا ساتھی
جانے کیا سوچ رہا ہوگا، ان اطراف میں ہم پردیسی ہیں..... ہو سکتا ہے اُس نے لانچ کی گمشدگی

کی رپورٹ درج کرادی ہو۔"

"میں بے حد شرمندہ ہوں۔"

"تو تمہارا ارادہ بھی واپسی کا نہیں تھا۔"

"قطعی نہیں..... لیکن اب واپسی کیونکر ہوگی۔"

"کل دیکھا جائے گا۔"

"یہیں ففتھ آئی لینڈ میں رہتی ہو۔"

"ہاں..... لیکن سیونتھ آئی لینڈ میں بھی شب باشی ہو سکے گی۔ میرے پاپا وہاں سی سائیڈ ہیون میں مقیم ہیں۔ شائد تم نے ڈاکٹر شاپور ماہر نفسیات کا نام سنا ہو۔ وہ یہیں کے باشندے ہیں۔ میری ماں اسپینی تھی۔"

"آہ..... اسی لئے تو تمہاری آنکھیں دیکھ کر مجھے غرناطہ کی شامیں یاد آئی تھیں۔ الحمراء کے دریچے یاد آئے تھے جن پر شفق کی چھوٹ پڑتی ہے اور شام کے دھندلکے جنہیں چومتے ہوئے خنک راتوں میں تحلیل ہو جاتے ہیں۔"

"کمپاس پر نظر رکھو پیارے شاعر..... ورنہ کہیں اور جا نکلیں گے۔" وہ ہنس پڑی۔

"اب میں تمہاری کھڑکی کے نیچے اسٹار لائٹ سیرے نیڈ گایا کروں گا..... فی الحال گیٹار مرمت کے لئے گیا ہوا ہے۔"

"سچ بتاؤ تم کون ہو..... بہت دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہو۔ تم نے ابھی تک اپنا نام نہیں بتایا۔"

"اور غالباً تم اپنا پتہ بتا چکی ہو۔"

"میرے کئی نام ہیں.....!" وہ ہنس پڑی۔ "ثریا تابندہ اختر کہتے ہیں ممی دیرا شاپور کہا کرتی تھیں۔ بڑی اچھی تھیں۔ میں بالکل چھوٹی سی تھی جب ان کا انتقال ہوا..... انہیں چمبیلی کے پھول پسند تھے۔ ہمارے پائیں باغ میں چاروں طرف چمبیلی کی بیلیں بکھری رہتی تھیں۔ میں جب بھی اُن کا چہرہ یاد کرنے کی کوشش کرتی ہوں تو چمبیلی کے پھولوں کا بڑا سا گچھا ذہن میں لہرا کر رہ جاتا ہے۔ اُن کے خدوخال نہیں یاد آتے۔"

"مجھے افسوس ہے کہ یہ غمناک تذکرہ نکل آیا۔" حمید نے مغموم لہجے میں کہا۔

"نہیں..... غمناک نہیں۔ اُن کے متعلق سوچ کر عجیب سی لذت محسوس ہوتی ہے..... کتنا جوان اور حسین چہرہ تھا۔ اب ہوتیں تو بوڑھی ہوچکی ہوتیں۔ مجھے بڑھاپے سے خوف آتا ہے اور اپنے بڑھاپے کے تصور ہی سے نفرت محسوس ہوتی ہے..... اچھا ہوا جو جوانی ہی میں مرگئیں۔"

"اچھی بات ہے..... میں سیونتھ آئی لینڈ پہنچ کر تمہیں مار ڈالوں گا۔"

وہ ہنس پڑی۔

"اب تم مجھے اپنے متعلق بتاؤ....." اُس نے کہا۔

"ایک آوارہ آدمی ہوں۔ آج یہاں کل وہاں..... دیس دیس کے گیت اکٹھا کرتا ہوں۔"

"تو..... تم بھی میرے پاپا ہی کی طرح خبطی ہو۔"

"کیوں..... وہ کیا کرتے ہیں۔"

"بس ماہر نفسیات ہیں۔ نفسیات میں آکسفورڈ سے ڈاکٹریٹ لی تھی۔ سچ کہتی ہوں اگر ہمارے پاس ماہی گیری کی ایک کشتی نہ ہوتی تو ہم بھوکوں مرجاتے۔ آج کل البتہ انہیں ایک دلچسپ کیس مل گیا ہے۔ معاوضہ بھی معقول مل رہا ہے۔ پانچ سو روپے یومیہ مگر بڑے پُراسرار لوگ ہیں۔"

"پُراسرار کیوں۔"

"ایسٹ افریقہ کے کوئی تاجر ہیں۔ اُن کا لڑکا اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہے۔ افریقہ کا نام ہی پُراسرار ہے۔ افریقہ کے نام پر میں ہمیشہ عجیب سے خوابوں میں کھو جاتی ہوں..... پاپا کہہ رہے تھے کہ وہ لڑکا اپنے باپ کی دوسری شادی کی بناء پر یادداشت کھو بیٹھا ہے..... باپ کی بیوی کو اُن کی بیٹی کہتا ہے..... اپنا نام کچھ اور بتاتا ہے۔ پاپا کہتے ہیں کہ ایسا دیو صفت آدمی میں نے آج تک نہیں دیکھا..... پورے پورے بکرے تنہا کھا جاتا ہے..... زیادہ طویل القامت آدمی اتنے موٹے نہیں ہوتے جتنا موٹا وہ ہے۔"

حمید کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑ گئی۔ دل کی دھڑکن بھی کسی حد تک بڑھ گئی تھی۔

"اس کی پچھلی ہسٹری معلوم کرکے اُس کی مناسبت سے یادداشت واپس لانے کی تدبیریں کرتے ہیں۔ ایک ہفتے سے سیونتھ آئی لینڈ ہی میں مقیم ہیں۔"

"انہیں لوگوں کے ساتھ۔"

"نہیں انہوں نے سی سائیڈ ہیون میں ایک کمرہ لے رکھا ہے۔ وہیں سے روزانہ اُس تاجر کی گاڑی انہیں اُس کے گھر لے جاتی ہے۔"

"بڑا دلچسپ کیس ہے.....!" حمید نے کہا۔ "تمہارے پاپا اور کیا بتاتے ہیں۔"

"وہ کبھی کچھ نہیں بتاتے بس رواروی میں اس کا تذکرہ کردیا تھا۔ اب پوچھتی بھی ہوں تو ہوں ہاں کر کے ٹال دیتے ہیں۔"

حمید خاموش ہوگیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ قادر اور جواد نے بھی تو یہی بتایا تھا کہ وہ ایک ایسے آدمی کی نگرانی پر مامور کیئے گئے تھے جو اپنی یادداشت کھو بیٹھا تھا۔ تو اب اُسے کیا کرنا چاہئے۔ یہ بھی محض اتفاق تھا کہ یہ لڑکی اس طرح ہاتھ لگ گئی لیکن کہیں یہ بھی کسی قسم کا جال ہی نہ ہو۔ لڑکی اُس کی شخصیت سے واقف ہو اور اُسے بھی کسی الجھاوے میں ڈالنا چاہتی ہو۔

شامت

شام کے ساڑھے چھ بجے تھے۔ فریدی تھک ہار کر جزیرے کے پولیس اسٹیشن میں آبیٹھا تھا۔ حمید کی افتادِ طبع سے بخوبی واقف تھا اس لئے پریشانی تھی۔ سوچ رہا تھا کہ کہیں اپنی ناک اونچی رکھنے کے لئے تنہا واپس نہ چلا گیا ہو..... اپنے دفتر میں بھی فون کیا تھا اور بحری پولیس کو بھی اطلاع دے دی تھی۔ کمانڈر نے ٹرانسمیٹر پر مطمئن رہنے کو کہا تھا۔ اُس نے بتایا تھا کہ ایک بڑی کشتی لانچ کی تلاش میں روانہ ہوچکی ہے۔

اس سے قبل وہ اُس اسٹیمر کے کپتان سے ملا تھا کافی دیر تک سوالات کی پوچھاڑ کرتا رہا تھا۔ لیکن وہ اس سے زیادہ نہ بتا سکا کہ بیہوش آدمی کو اُس کے ساتھی اُتار لے گئے تھے۔ ساحل کے کچھ مزدوروں نے بھی انہیں دیکھا تھا۔ لیکن وہ بھی نہ بتا سکے کہ وہ اُسے کہاں لے گئے تھے۔

بہرحال قاسم اسی جزیرے میں لایا گیا تھا۔

لیکن اب قاسم اُس کے ذہن سے نکل چکا تھا اس کی جگہ حمید کے متعلق تشویش
جھنجھلاہٹ نے لے لی تھی۔

ٹھیک پونے سات بجے اسٹیشن انچارج نے اطلاع دی کہ لانچ ساحل پر موجود
ڈیوٹی کانسٹیبلوں نے اُس پر قبضہ کیا ہے۔ پائلٹ کے ساتھ ایک یوریشین لڑکی بھی ہے۔ پا
اپنا نام بتانے سے انکار کر رہا ہے۔ اُس نے لڑکی کو بھی کچھ بتانے سے روک دیا ہے۔

فریدی خاموشی سے اٹھا اور ریڈیو کار میں بیٹھ کر ساحل تک آیا۔

حمید لڑکی سمیت لانچ ہی میں ملا۔ چار ڈیوٹی کانسٹیبل بھی موجود تھے۔ فریدی نے ا
باہر جانے کو کہا۔

"تم نے دیکھا.....!" حمید نے ویرا سے کہا۔ "میں نہ کہتا تھا کہ میرے ساتھ
رپورٹ درج کرادی ہوگی۔ اب تم سی سائیڈ جاؤ..... صبح ملاقات ہوگی۔"

لڑکی نے فریدی کے سنجیدہ چہرے پر نظر ڈالی، جو حمید کو گھورے جا رہا تھا اور چپ چا
لانچ سے اُتر گئی۔

"بڑی نیک بچی ہے۔" حمید نے کہا اور پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

"کہاں گئے تھے۔" فریدی نے اُس کے چہرے سے نظر ہٹائے بغیر سرد لہجے میں پوچھا

"ففتھ آئی لینڈ.....!"

"کیوں.....؟"

"یہی لڑکی لے گئی تھی۔ اس کے ساتھ دو عورتیں بھی تھیں جو وہیں رہ گئیں۔"

"میں تھپڑ مار دوں گا..... سنجیدگی اختیار کرو۔"

"زیادہ دور نہ گئی ہوگی۔ خود پوچھ لیجئے..... ویسے شائد مجھے قاسم کا سراغ ل
ہے..... کسی بھی کیس کی تفتیش کے سلسلے میں ہمیشہ پہلے کوئی خوبصورت لڑکی تلاش کرنا
فیصدی سود مند ثابت ہوتا ہے۔"

"ہاں تھی تو خوبصورت.....!" فریدی کا موڈ یکلخت بدل گیا۔

"تھی نا.....!" حمید چہک کر بولا۔

فریدی نے اثبات میں سر ہلایا لیکن نظر بدستور حمید کے چہرے پر جمی رہی۔

"سی سائیڈ ہیون میں مقیم ہے۔"

"چلو ہم بھی وہیں چلیں۔" فریدی نے کسی قدر جوش کا مظاہرہ کیا۔

"الو بنا رہے ہیں مجھے۔"

"اس قابل بھی نہیں سمجھتا۔" فریدی نے کسی قدر جوش کا مظاہرہ کیا۔

حمید پائپ سلگانے لگا۔

فریدی نے سخت لہجے میں پوچھا۔ "تم نے اُسے اپنے متعلق کیا بتایا ہے۔"

حمید نے پوری کہانی دہرائی اور فخریہ انداز میں اُس کی طرف دیکھنے لگا۔

"میرا خیال ہے جواد نے بھی یادداشت ہی کھو بیٹھنے کے متعلق کچھ کہا تھا۔"

"جی ہاں..... کیوں نہ ہم اُس ڈاکٹر سے ملیں۔"

"جلد بازی نہیں..... ہو سکتا ہے کھیل بگڑ جائے۔ پھر یہ ضروری نہیں کہ وہ قاسم ہی
ہو۔ لڑکی کے بیان کے مطابق وہ اپنا نام کچھ اور بتاتا ہے..... یعنی وہ نہیں جس نام سے وہ
لوگ اُسے پکارتے ہیں۔ کیا اُس نے بتایا تھا کہ وہ اپنا نام کیا بتاتا ہے۔"

"نہیں..... اُسے نام یاد نہیں آیا تھا۔"

"خیر..... تم پھر کچھ دیر آرام کرو..... میں ابھی آیا۔"

"کہاں چلے؟"

فریدی مزید کچھ کہے بغیر لانچ سے اُتر گیا۔ حمید نے دوسرا بلب بھی روشن کر دیا اور ہیٹر
پر کافی کے لئے پانی رکھنے لگا۔

وہ سوچ رہا تھا دیکھئے رات کہاں گذرتی ہے۔ دفعتاً باہر سے ایسی آوازیں آئیں جیسے کوئی
لانچ میں داخل ہونے کی کوشش کر رہا ہو۔

"کون ہے؟" حمید نے گونجیلی آواز میں پوچھا۔

"تم زندہ ہو بیوقوف شاعر.....!" مترنم سی آواز آئی جو ویرا ہی کی ہو سکتی تھی اور پھر
دوسرے ہی لمحے میں وہ سامنے بھی آ گئی۔

"تم..... تم واپس کیوں آ گئیں.....!" حمید نے پوچھا۔

"گئی کب تھی..... اُدھر مچھیروں کی کشتی کے پیچھے چھپ گئی تھی۔"

"کیوں.....؟"

"دیکھنا چاہتی تھی کہ اب کیا ہوتا ہے۔ تمہارا ساتھی بڑے غصے میں تھا۔ خطرناک معلوم ہوتا ہے..... اُس کی آنکھوں سے ڈر لگا تھا مجھے۔"

"ہو سکتا ہے..... وہ جلد ہی واپس آجائے۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"تم جاؤ..... ورنہ تمہارے پاپا.....!"

"اونہہ.....!" وہ جلدی سے بولی۔ "انہیں کیا پتہ کہ میں واپس آگئی ہوں کیا تم رات کو یہیں لانچ ہی میں قیام کرو گے؟"

"خدا جانے..... میرا ساتھی مجھ سے زیادہ کریک واقع ہوا ہے لیکن اُسے تم سے دلچسپی نہیں۔"

"ارے تو کیا میں.....!" وہ جھنجھلا کر بولی، مزید کچھ کہتے کہتے رک گئی پھر تھوڑی دیر بعد آنکھیں نکال کر ناخوشگوار لہجے میں بولی۔ "تم خود کو کیا سمجھتے ہو۔"

"ایک بیوقوف شاعر..... جو ایکسپورٹ امپورٹ کا بزنس کرنے کی بجائے ایسی چیزوں کی تلاش میں رہتا ہے جن سے اُس کا پیٹ نہیں بھر سکتا۔"

"نہیں..... تم شائد سمجھتے ہو کہ میں کوئی فلرٹ ہوں.....!"

"ارے بابا مجھے کچھ سمجھنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ تم جاؤ یہاں سے۔ تم لوگوں کی بدولت یونہی کافی پریشان ہو چکا ہوں۔ میرا ساتھی آپے سے باہر ہو رہا تھا۔ اب پولیس والے اُس سے اپنی محنت کا معاوضہ وصول کرلیں گے۔"

"اوہ.....!" وہ یک بیک نرم پڑ گئی۔ "مجھے بے حد افسوس ہے۔ وہ دونوں تو چین سے بیٹھی ہوں گی لیکن مجھے کیسی شرمندگی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ اُس نے بھی اپنے چہرے پر زبردستی جھلاہٹ کے آثار پیدا کر لیے تھے۔ ویرا اُسے خاموشی سے دیکھتی رہی۔

حمید نے کافی بنانے کے لئے پیالیاں نکالیں لیکن اپنے مصنوعی تنفر آمیز رویے میں کوئی تبدیلی نہ ہونے دی۔

"نہیں میں کافی نہیں پیوں گی۔" ویرا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"یہ غلط فہمی کیونکر ہوئی کہ دوسری پیالی تمہارے لئے بنا رہا ہوں۔"

"میں جا رہی ہوں۔"

"بہت بہت شکریہ۔"

وہ لانچ سے اُتر گئی اور حمید ساحل کے ملگجے اندھیرے میں آنکھیں پھاڑتا رہا۔ پھر اُس نے تنہا کافی پی اور پائپ کا تمباکو ختم کر کے اونگھنے لگا۔ سارا دن بے تکی مصروفیات میں گذرا تھا..... اور اس وقت سمندر کی سمت سے چلنے والی خنک اور نمک آلود ہواؤں نے پورے جسم میں درد پیدا کر دیا تھا۔ یہی دل چاہتا تھا کہ لمبی تان کر سو جائے۔

اچانک ساحل کی طرف سے شور اٹھا..... اور اونگھتا ہوا ذہن فوری طور پر اُس کی نوعیت کو نہ سمجھ سکا۔

پھر قریب ہی پانی میں "چھپاکا" سا ہوا، جیسے کسی نے چھلانگ لگائی ہو۔ حمید آواز کی سمت مڑا..... لانچ کی روشنی کے پھیلاؤ سے باہر پانی کی سطح پر کوئی متحرک چیز نظر آ رہی تھی۔

قاسم کی بن آئی تھی۔ ہر وقت لیڈی جاوید کا ساتھ رہتا۔ اب وہ اس پر بھی مصر نہیں تھی کہ وہ اُسے آنٹی ہی کہے۔ ویسے اُس کے گوبر کے ڈھیر جیسے ذہن میں بھی یہ خیال جڑ پکڑنے لگا تھا کہ وہ سچ مچ اُسے بہت چاہتی ہے، ایک دن اس نے سرگوشیوں میں اُس سے کہا تھا۔ "چاہے جو کچھ کرو..... لیکن اپنے پاپا کے سامنے میرا احترام ہی کیا کرو۔"

اور قاسم نے سعادت مندانہ انداز میں سر ہلا کر کہا تھا۔ "جی بہت اچھا۔"

ویسے وہ سوچتا رہتا تھا کہ آخر اس کا مطلب کیا ہے؟ اُس سالے پاپا کے سامنے احترام کیوں کروں۔ ہائے کیسے مسکراتی ہے..... کیسے دلار کرتی ہے میرا..... لیکن اس ذہنی جنت کے ساتھ ہی ساتھ ایک خلش بھی تھی اور یہ خلش تھی بوڑھے ڈاکٹر کی بکواس۔ ہر چند اب

اُس نے خود کو قاسم کہنا چھوڑ دیا تھا۔ لیکن ڈرتا تھا اپنے اوٹ پٹانگ ذہن کی کج خیالی سے۔
پتہ نہیں کس وقت منہ سے کیا نکل جائے اور اس تگڑی سی آنٹی سے ہاتھ دھونا پڑے۔
ابھی تو اچھا ہے کہ سالے مجھے منور جاوید سمجھتے ہیں۔ اس بوڑھے ڈاکٹر سے کیسے پیچھا چھڑا لیا جائے
اس وقت بھی وہ سر پر مسلط تھا اور کمرے میں لیڈی جاوید کی بجائے خود سر جاوید موجود تھا۔

ڈاکٹر اُس سے منور جاوید کے پسندیدہ مشاغل کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔

”یہ بہترین تیراک تھا ڈاکٹر.....!“ سر جاوید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ”جھیل میں لوہے کی گیند پھینکتا تھا اور غوطہ لگا کر اُسے تہہ سے نکال لاتا تھا۔“

”کیوں آپ غوطہ لگا سکتے ہیں۔“ ڈاکٹر نے قاسم سے پوچھا۔

”اے مذاخ کرتے ہو۔ میرا ڈیل ڈول دیکھو.....! غڑاپ سے وہیں رہ نہ جاؤں گا۔“
قاسم نے جھنجھلا کر کہا۔ ”یہ صاحب تمہیں یونہی بہکا رہے ہیں۔ میں اُن کا بیٹا ویٹا نہیں ہوں۔“

”ہو سکتا ہے۔“ ڈاکٹر سر ہلا کر بولا۔ ”لیکن اگر کوشش کریں تو اچھے تیراک بن سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یونہی تفریحاً تیرنا شروع کیجئے۔“

”دو چار پتوار کھونسو میرے تیرنے لگوں گا۔“ قاسم کا غصہ تیز ہو گیا۔

”ہوش میں آؤ بیٹے.....!“ سر جاوید نے نرم لہجے میں کہا۔

”میں کہتا ہوں اس بوڑھے سے میرا پیچھا چھڑاؤ ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گا۔ یہ کیسا ڈاکٹر ہے کہ مکسچر اور انجکشن دینے کے بجائے مجھے تیرنا سکھانا چاہتا ہے۔ تم نے بھی غلط سنا ہے میں جھیل کی تہہ سے لوہے کی گیند نہیں نکالتا بلکہ اپنے منہ سے نکال سکتا ہوں۔“ غصے کی زیادتی کی وجہ سے اُس کی آواز بند ہو گئی تھی۔ دفعتاً لیڈی جاوید کمرے میں داخل ہوئی اور تیز لہجے میں بولی۔ ”کیوں آپ لوگ اُس کا دماغ خراب کر رہے ہیں۔ کیا بالکل ہی اُس سے ہاتھ دھو لینا چاہتے ہیں۔“

پھر اُس نے قاسم کا ہاتھ پکڑا اور دروازے کی طرف گھسیٹتی ہوئی بولی۔ ”تم چلو میرے ساتھ۔“

قاسم چپ چاپ دروازے سے گذر گیا۔ راہداری میں مڑ کر دیکھا اُن میں سے کوئی اُس کے پیچھے نہ دکھائی دیا۔

”واکئی..... یہ لوگ مجھے پاغل بنا دیں گے۔“ وہ بڑبڑایا۔

”ارے..... میں بھگاتی ہوں اس مردود ڈاکٹر کو..... کل سے نہیں آنے پائے گا.....“

”جرور..... جرور..... صورت حرام ہے سالا۔“

✡

حمید نے ٹارچ اٹھا کر روشنی ڈالی..... وہ کوئی آدمی تھا..... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے غرق ہونے سے بچنے کے لئے ہاتھ پیر مار رہا ہو۔

”گھبرانا نہیں.....“ حمید نے اُسے آواز دی۔ ساحل کی طرف سے اب بھی شور سنائی دے رہا تھا۔ دفعتاً اُس نے محسوس کیا کہ وہ خود ہی تیرتا ہوا لانچ کی طرف آرہا ہے۔

”ٹھیک ہے..... ٹھیک ہے..... چلے آؤ۔“ حمید نے دل بڑھانے کے لئے کہا۔

وہ جھپٹ کر نہ صرف لانچ پر چڑھ آیا بلکہ سیدھا اگلے حصے کی طرف دوڑ گیا۔ پھر قبل اس کے کہ حمید کچھ کہتا اُس نے انجن اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی اور لانچ نے تیزی سے لمبا چکر لیا اور ایک سمت اڑتی چلی گئی۔

”ارے..... یہ کیا کر رہے ہو تم.....!“ وہ بوکھلا کر اسٹیئرنگ کی طرف جھپٹا۔ اب اُس نے دیکھا کہ وہ آدمی غوطہ خوری کے لباس میں ملبوس تھا۔ اُس نے نقاب کا گوشہ کسی قدر اٹھا کر کہا۔

”مہربان آدمی..... رحم کرو..... ورنہ وہ مجھے گولی مار دیں گے۔“

”کون.....!“

قبل اس کے کہ وہ جواب دیتا..... بات حمید کی سمجھ میں آگئی۔ ایک لانچ اس کی لانچ کا تعاقب کر رہی تھی..... اُس کی ہیڈ لائٹ کی شعاعیں اُس کی اپنی لانچ پر پڑ رہی تھیں۔ اُس نے مڑ کر اُس آدمی کی طرف دیکھا اور پھر اسپیڈو میٹر پر بھی نظر ڈالی۔ وہ بتدریج رفتار بڑھاتا

جارہا تھا۔

"احمق آدمی..... آگے طوفانی لہروں کا سامنا ہوگا....." اُس نے جھلا کر کہا۔

"اُن کی گولی سے نہیں مرنا چاہتا چاہے ڈوب مروں۔" جواب ملا۔

دفعتاً پچھلی لانچ سے پے درپے دو فائر ہوئے۔

"ارے ستیاناس کراؤ گے میری لانچ کا۔" حمید نے چیخ کر کہا۔

"فکر نہ کرو..... سارے نقصانات کا معاوضہ ادا کر دیا جائے گا۔"

حمید اُس کا چہرہ دیکھ لینے کی کوشش کر رہا تھا کہ اچانک اُس نے اندر کے بلب دیئے۔ ساتھ ہی اُس نے اُس کی غراہٹ بھی سنی۔

"دیکھو..... اگر تم نے مجھ سے الجھنے کی کوشش کی تو ہم دونوں ہی کو غرق ہونا پڑ بہتر یہی ہے کہ چپ چاپ بیٹھے رہو۔"

"وہ تو ویسے بھی غرق ہوں گے۔" حمید جھلا کر بولا۔ "آگے خطرناک لہروں سے وا پڑے گا۔"

"فکر نہ کرو..... ان اطراف کا سمندر میرا چھانا ہوا ہے..... ایسی کوئی بات نہ ہوگی۔"

"تم ہو کون؟"

"ضروری نہیں کہ تمہیں یہ بھی بتاؤں۔"

"تمہاری آواز کچھ جانی پہچانی معلوم ہو رہی ہے۔"

"یہ اور بُرا ہے..... کیا تم مجھے پہچان سکتے ہو۔"

"کوشش کروں گا۔"

"یقین کرو، میں کوئی غیر قانونی کام نہیں کر رہا..... البتہ جو لوگ میرے پیچھے مجرموں کی ایک بہت بڑی ٹولی سے تعلق رکھتے ہیں۔"

پچھلی لانچ سے پھر فائر ہوئے اور حمید نشستوں کے درمیان لیٹ گیا۔ وہ اُس نا آدمی پر جھپٹ پڑنے کا خطرہ نہیں مول لے سکتا تھا۔ اگر اتفاقاً وہ پانی میں جا پڑا تو کیا ہوگا۔

دونوں لانچوں کے درمیان فاصلے میں کوئی فرق نہیں واقع ہوا تھا۔

البتہ کبھی پچھلی لانچ کی ہیڈ لائیٹ کی روشنی اُس کی لانچ میں پل بھر کے لئے پھیل

تھی اور ٹھیک اُسی وقت پچھلی لانچ سے فائر بھی ہوتے تھے۔

"یار اگر تمہارے ہی گولی لگ گئی تو کیا ہوگا۔"

"مقدر.....!" جواب ملا۔

لانچوں کی دوڑ جاری رہی۔ دفعتاً نامعلوم آدمی نے کہا۔ "میرے قریب آؤ دوست! اب میں نہیں بچ سکتا۔ قبل اس کے کہ وہ مجھ پر ہاتھ ڈالیں میں ایک چیز تمہارے حوالے کر دینا چاہتا ہوں۔"

حمید خاموشی سے اُس کی طرف رینگنے لگا اور اندازے سے قریب پہنچ کر بولا "ہوں۔ کیا کہتے ہو۔" جواب میں ایسا زوردار گھونسہ کنپٹی پر پڑا کہ آنکھوں میں تارے ناچ گئے۔

پھر سر پر بھی کسی وزنی چیز کی چوٹ پڑی اور ذہن پوری طرح تاریکی میں ڈوب گیا۔

تفتیش

ٹھنڈا سا بادل جسم کو چھوتا ہوا گذر رہا تھا۔ آنکھوں کے پپوٹوں سے عجیب طرح کی گدگدی شروع ہوئی تھی اور پھر جسم کے ریشے ریشے میں سرایت کرتی چلی گئی تھی۔ گدگدی اور ٹھنڈک عجیب سا احساس تھی۔ جھنن جھنن جھن کئی طرح کے ساز بج رہے تھے اور برف سے سفید لڑکیاں سفید ہی لباس میں ملبوس رقص کر رہی تھیں۔ انہیں دیکھ کر بھی خنکی ہی کا احساس ہوتا تھا۔ ایک ناچتی ہوئی اُس کے قریب بھی آئی اور اُس کی پیشانی پر اپنے گرم گرم ہونٹ رکھ دیئے..... پیشانی پر دباؤ ڈالتی رہی اور اُس کا سر پیچھے جھکتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ گردن ٹوٹنے لگی۔ تکلیف کا احساس اتنا شدید تھا کہ اُس نے لڑکی کو پرے جھٹک دیا اور خود اُٹھ بیٹھا۔

طلسم ٹوٹ چکا تھا، چاروں طرف ملگجے اندھیرے کے علاوہ اور کچھ نظر نہ آیا۔ لیکن گردن کا درد بدستور قائم تھا..... اور سارا جسم سرد تھا۔ کپڑے بھیگ کر چپک گئے تھے اور وہ بوکھلا کر

کھڑا ہو گیا..... اکاد کا بحری پرندوں کی تیز آوازوں سے سکوت ٹوٹتا اور پھر پہلے ہی خاموشی طاری ہو جاتی۔

اُس نے پانی کی سمت دوڑنا شروع کر دیا..... شائد صبح ہونے والی تھی اور اتنا اجالا ہی کہ وہ دور تک سنسان ساحل کا جائزہ لے سکتا۔ اُس کی لانچ کا کہیں پتہ نہ تھا.....ا لانچ کیا کہیں کوئی کشتی نہ دکھائی دی۔

نیچے ریت تھی..... سر پر کھلا آسمان..... اور حد نظر تک سمندر ٹھاٹھیں مار رہا بوکھلائے ہوئے انداز میں چاروں طرف دوڑتا پھرا لیکن کہیں ایک متنفس بھی نہ دکھائی دور دور تک کسی بستی کا نشان نہیں تھا کہاں لا پھینکا مردود نے۔ اُس نے سوچا۔ اندھیرے اُسے حملہ کرنے کا موقع مل گیا تھا کاش وہ محتاط ہوتا۔ اُس کے بلانے پر بے تامل اُس قریب کیوں چلا گیا تھا۔ عقل کہاں چرنے گئی تھی۔ ایسی حماقت تو کسی گدھے سے بھی نہ ہوتی۔ مگر وہ تھا کون..... صاف ظاہر ہوتا تھا کہ بولتے وقت اپنی آواز بدلنے کی کوشش کر ہے..... اس کے باوجود بھی بولنے کا انداز کچھ جانا پہچانا سا تھا۔

وہ ذہن پر زور دیتا رہا..... لیکن یادداشت قاصر رہی۔

پھر اب کہاں بھٹکتا پھرے گا۔ پتہ نہیں کہاں لا پھینکا ہے۔ لانچ بھی ہاتھ سے گئی جس فریدی نے ہزاروں روپے صرف کئے ہوں گے۔

وہ پھر ریت پر بیٹھ گیا۔ مشرقی افق میں سیاہی مائل سرخی اُبھر رہی تھی..... اور چارو طرف بکھرا ہوا ملگجا اندھیرا پہلے سے کچھ زیادہ بوجھل معلوم ہونے لگا تھا۔

وہ وہیں بیٹھا رہا۔ حتیٰ کہ پوری طرح اُجالا پھیل گیا اور فضا بحری پرندوں کے شور گونجنے لگی۔

بھیگے ہوئے لباس سے وحشت ہونے لگی تھی۔ اُس نے چاروں طرف دیکھ کر کپڑ اتارے اور انہیں نچوڑ کر دوبارہ پہنا۔

دانتوں میں ریت کسک رہی تھی۔ کھارے پانی سے کلیاں کرنی پڑیں پھر بڑی دیر تک منہ بناتا رہا۔ خود کو سو فیصدی اُلو محسوس کر رہا تھا۔

پھر سوچا اس طرح بیٹھے رہنے سے کیا فائدہ..... کوٹ کی اندرونی جیب ٹٹولی پر

موجود تھا۔ اُسے نکال کر دیکھا اور مطمئن ہو گیا۔ نوٹ بھیگے نہیں تھے اور رقم بھی معقول تھی۔ اُس نے دھات کا ایک سکہ اچھال کر ٹاس کیا اور جھک کر اُسے دیکھا اور پھر اٹھا کر ایک طرف چل پڑا۔ حد نظر تک ویرانی ہی ویرانی تھی۔ سورج کی شعاعیں اپنا جال بننے لگی تھیں۔

وہ چلتا رہا۔ غالباً تین میل کے بعد بستی کے آثار نظر آئے۔ یہ ماہی گیروں کی ایک چھوٹی سی بستی ثابت ہوئی جہاں کھانے پینے کی چیزیں بہ آسانی دستیاب ہو سکیں۔ ایک چھوٹی سی چائے کی دوکان میں جا گھسا.....

باسی روٹی کے ٹوسٹ اس وقت بہت اچھے لگ رہے تھے..... وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں وہ لوگ اُسے اجنبی سمجھ کر لوٹنے کی کوشش نہ کریں اس لئے اُن سے بستی کا نام بھی پوچھنا مناسب نہ سمجھا۔ اُن جزائر کے ماہی گیروں کے متعلق وہ پہلے ہی بہت کچھ سن چکا تھا۔ وہ اکثر بحری قزاقوں کا روپ بھی دھار لیا کرتے تھے۔

چائے خانے میں بیٹھے ہوئے کئی لوگ اُسے عجیب نظروں سے دیکھ رہے تھے وہ اپنی زبان سے کچھ کہتا یا نہ کہتا لیکن اُن لوگوں کی نظر میں اجنبی ہی تھا۔ کیونکہ ان جزائر کا باشندہ بہر حال نہیں معلوم ہوتا تھا۔

اُس سے کسی نے کچھ پوچھا نہیں۔ ناشتہ کر کے اُس نے قیمت ادا کی اور باہر نکل آیا۔

کچھ دیر چلنے کے بعد محسوس کیا کہ ایک آدمی مستقل طور پر اُس کے پیچھے لگا ہوا ہے اُس نے سوچا کہیں بے خبری میں حملہ نہ کر بیٹھے اس لئے دفعتاً رک کر مڑا۔ اب وہ بوڑھا آدمی تیز رفتاری سے اُس کی طرف آیا۔ سلام کر کے رسمی طور پر خیریت پوچھی اور بولا۔ "کیا صاحب آرام کریں گے۔"

"کیسا آرام.....!"

"مطلب یہ کہ..... لوگ یہاں..... میرا مطلب ہے..... شہر کے لوگ یہاں آرام ہی کرنے آتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ابھی تک آپ کو کوئی معقول جگہ نہیں مل سکی۔ یہاں کے پیشہ ور آدمیوں نے اس بزنس کو دراصل بدنام کر دیا ہے۔ اس لئے لوگ عموماً گھبراتے ہیں۔ اب ہر آدمی تو عیاشی اوباشی کے لئے آتا نہیں۔ بہتیرے شریف آدمی محض تبدیلی آب و ہوا کے لئے آتے ہیں۔ میں غریب آدمی ہوں۔ آپ کو میرے یہاں اعلیٰ درجہ کا فرنیچر

نہیں ملے گا لیکن آپ اپنی جیبیں خالی کئے بغیر سکون سے رہ سکیں گے۔ گھر میں صرف
کمرے ہیں میں ہوں میری بیوی ہے ایک نوجوان لڑکی ہے اور تین چھوٹے لڑکے۔ ایک
ہم آپ کے لئے خالی کر دیں گے۔ کھانے اور رہائش کے لئے صرف سات روپے یومیہ ا
بیوی بہترین کھانے پکاتی ہے۔ اگر آپ فرمائش کر کے کچھ پکوائیں گے تو وہ بھی ہو جائے گا

"بقیہ..... باتیں..... پھر کبھی..... اب تم مجھے اپنے گھر لے چلو.....!" حمید
طویل سانس لے کر کہا۔

واقعی وہ غریب لوگ تھے۔ پورے مکان میں صرف ایک چارپائی نظر آئی جو اس
لئے کمرے میں بچھا دی گئی۔ وہ لوگ شائد فرش ہی پر سوتے تھے ایک گم سم سی جوان لڑکی
آئی جو قبول صورت بھی تھی اور صحت مند بھی۔ بے حد شرمیلی معلوم ہوتی تھی۔ حمید
بھر پڑا سوچتا رہا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے۔ وہ اُن لوگوں پر یہ نہیں ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ وہ اُس
کے نام سے بھی ناواقف ہے۔ بوڑھے کو اس نے بتایا تھا کہ وہ اناج کا بیوپاری ہے اُس کی
کشتی مال لاد کر مغرب کی طرف جا رہی تھی وہ یہاں اُتر گیا کچھ دن سکون سے گذارنے کے لئے

وہ کمرے میں پڑا رہا۔ شام ہو گئی۔ ذہن کی عجیب سی کیفیت تھی۔ یہاں سے خرید
سگریٹ دن بھر پھونکتا رہا تھا لیکن سیری نہیں ہوئی۔ رات کو کھانا کھا کر وہ پھر لیٹ گیا
نیند نہیں آ رہی تھی۔

دس بجے تک پورے مکان پر سکوت طاری ہو گیا، غالباً وہ لوگ سو گئے تھے۔ دفعتاً
نے دروازے پر ہولے ہولے دستک دی۔

حمید چپ چاپ اٹھ کر دروازے کے قریب آیا۔ دروازے سے جھانک کر دیکھا۔ لا
کی دھندلی روشنی میں لڑکی کا چہرہ نظر آیا۔

اُس نے دروازہ کھول دیا اور وہ نہ صرف اندر آ گئی بلکہ مڑ کر خود ہی دروازے کی کنڈ
بھی چڑھا دی۔ حمید اُسے حیرت سے دیکھتا رہا۔

اُس نے اپنے اچھے خاصے ملیح چہرے پر ڈھیر سا پوڈر تھوپ رکھا تھا۔ ہونٹوں پر پھوہڑ
سے لپ اسٹک لگائی گئی تھی۔ آنکھوں میں کاجل.....

"یہ میری چارپائی ہے۔" اُس نے چار پائی کی طرف انگلی اٹھا کر غصیلی آواز میں

"سمجھے۔" حمید نے پہلی بار اُس کی آواز سنی تھی۔ متحیرانہ انداز میں اُسے دیکھتا رہا۔

"میں زمین پر سونا پسند نہیں کرتی سمجھے۔ انہیں قطعی حق حاصل نہیں کہ میری کوئی چیز
کسی کو دے دیں سمجھے۔ میں اسے سخت ناپسند کرتی ہوں..... سمجھے۔"

"بالکل سمجھ گیا۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "لیکن تم چاہتی کیا ہو۔"

"آپ کو اس چارپائی کا کرایہ مجھے ادا کرنا ہوگا..... سمجھے۔"

"سمجھ گیا..... کتنا کرایہ۔"

"بیس روپے..... ہر رات.....!"

"ٹھہرو.....!" حمید نے کہا۔ کھونٹی سے لٹکے ہوئے کوٹ کی جیب سے دس دس کے دو
نوٹ نکالے اور اُس کی طرف مڑا۔ مگر وہ تو اب چارپائی پر چڑھی بیٹھی تھی۔

حمید نے نوٹ اُس کی طرف بڑھا دیئے۔ وہ مسکرائی اور انہیں تہہ کر کے اپنی چست
قمیض کے گریبان میں رکھنے لگی۔ دفعتاً حمید نے اُس کا کان پکڑ لیا۔

"کیا.....؟" وہ بوکھلا کر بولی۔

"اٹھو..... چارپائی سے نیچے اُترو۔" اُس نے اُس کے کان پر گرفت مضبوط کرتے
ہوئے کہا۔ وہ اُسے گھورتی ہوئی نیچے اُتر آئی اور حمید اُس کے کان کھینچتا ہوا دروازے کی طرف
لے جانے لگا۔

"یہ کیا ہے..... کان چھوڑو.....!" وہ جھنجھلا کر بولی۔ لیکن اتنی دیر میں حمید اُسے
کمرے سے باہر نکال کر دروازہ بند کر چکا تھا۔

سیونتھ آئی لینڈ کے پولیس اسٹیشن کا انچارج فریدی سے کہہ رہا تھا۔ "میری سمجھ میں
نہیں آتا کہ میں اس سلسلے میں کیا کر سکوں گا..... پچھلی رات ساحل پر کسی قسم کا ہنگامہ ہوا تھا

سمندر سے ساحل کی طرف فائروں کی آوازیں بھی آئی تھیں۔ اگر کیپٹن حمید اُس سے پہ
لانچ کو کہیں اور لے گئے ہوں تو انہیں اب تک واپس آجانا چاہئے تھا۔"

"وہ ان اطراف کے لئے اجنبی ہے؟"

"پھر اب جو کچھ آپ بتائیے کیا جائے۔"

"کچھ نہیں..... میں خود دیکھوں گا۔"

"پچھلی رات..... وہ لڑکی کون تھی لانچ میں۔"

"ففتھ آئی لینڈ سے کوئی ساتھ آگئی تھی۔ ہمارے لئے قطعی اجنبی تھی۔"

"غالباً اس کے بعد انچارج نے کچھ اور پوچھنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ ویسے اُ
آنکھوں سے بے اعتباری مترشح تھی۔"

پھر فریدی سی سائیڈ ہیون آیا۔ ڈاکٹر شاپور کے متعلق اُس نے پچھلی رات ہی کو بہ
معلومات فراہم کرلی تھیں۔ لیکن براہِ راست اُس سے گفتگو کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

اس وقت سی سائیڈ ہیون کے اُس کمرے کے سامنے جہاں ڈاکٹر کا قیام تھا اُس لڑکی
ملاقات ہوئی جسے پچھلی رات اپنی لانچ میں دیکھ چکا تھا۔

"فف..... فرمائیے.....!" وہ بوکھلا گئی۔

"میرا ساتھی پچھلی رات سے غائب ہے..... لانچ سمیت۔"

"میں کچھ نہیں جانتی..... یقین کیجئے! آپ کے سامنے ہی میں چلی آئی تھی۔"

"کس طرح یقین کرلیا جائے.... جب کہ اسکے بعد بھی آپ لانچ پر دیکھی گئی تھ

"وہ..... وہ.....!" وہ اب بے حد نروس نظر آنے لگی۔ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن
سکی۔ فریدی جواب طلب نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ اس نے مڑ کر خوفزدہ نظروں سے
کے بند دروازے کی طرف دیکھا اور پھر اُس کی طرف دیکھا لیکن فوراً ہی اُس کے چہر
نظر ہٹالی۔

"دیکھئے..... میں یقین دلاتی ہوں۔"

"کمرے میں کون ہے۔" فریدی نے سرد لہجے میں کہا۔

"میرے والد ڈاکٹر شاپور.....!" وہ جلدی سے بولی۔ "دیکھئے انہیں نہ معلوم

پائے، غصہ ور آدمی ہیں اور میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ میں تو واپس آئی تھی اسی لئے کہ آپ
کے ساتھی کو بحفاظت یہاں تک پہنچادوں۔"

"پھر وہ کہاں غائب ہو گیا۔"

"میں کیا جانوں..... یقین کیجئے مجھے علم نہیں۔ بے شک میں اُس کے بعد بھی لانچ پر
گئی تھی لیکن جلد ہی واپسی بھی ہو گئی تھی۔ میں دراصل چھپ کر دیکھنا چاہتی تھی کہ آپ
دونوں کے درمیان جھگڑا تو نہیں ہوتا۔ آپ بہت غصے میں تھے۔"

"اُس لانچ کی مالیت پچاسی ہزار ہے؟"

"پھر بتائیے..... میں کیا کروں..... کیا کرسکتی ہوں۔"

"میں آپ کے والد سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"خدا کے لئے اُن سے نہ کہئے گا۔ میں التجا کرتی ہوں۔ وہ بہت سخت آدمی ہیں۔ میں اُن
سے بہت ڈرتی ہوں۔"

"میں نے سنا ہے کہ وہ ماہر نفسیات ہیں۔"

"جی ہاں..... جی ہاں۔"

"بس اپنے ساتھی کے متعلق اُن سے مشورہ کروں گا۔"

"کیوں؟..... کیوں؟"

"کیا آپ نے اُس کی شخصیت میں کوئی عجیب سی بات محسوس نہیں کی۔"

"جی ہاں کی تھی..... کچھ تو تھی عجیب سی بات۔" وہ ہانپتی ہوئی بولی۔

"اسی کے متعلق مشورہ کروں گا..... آپ کی بات نہیں ہوگی۔"

"اچھا..... اچھا..... میں دیکھتی ہوں۔" وہ تیزی سے مڑی اور دروازے کو دھکا دیتی
ہوئی اندر چلی گئی اور تھوڑی دیر بعد واپس آکر کہا۔ "وہ مل سکیں گے۔"

"اچھا اب آپ جہاں جارہی تھیں جائیے..... آپ کی موجودگی ضروری نہیں۔"

"دیکھئے..... خدا کے لئے۔"

"مطمئن رہو۔" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا..... اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ بوڑھا
ڈاکٹر شاپور اٹھا لیکن فریدی پر نظر پڑتے ہی ٹھٹک گیا۔

"اوہ! شاید میں آپ کو جانتا ہوں۔" وہ مضطربانہ انداز میں بولا۔

"اس سے اور زیادہ آسانیاں پیدا ہو سکیں گی۔" فریدی مصافحہ کرتا ہوا مسکرایا۔

"آپ انٹیلی جنس کے کرنل فریدی ہی ہیں نا۔"

"آپ کا خیال درست ہے۔"

"فرمائیے..... میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ آپ کے ایک مریض کے متعلق معلومات حاصل کرنی ہیں"

"میرے مریض کے متعلق.....!" اُس نے حیرت سے کہا۔ "میرے پاس شاذونادر ہی کوئی کیس آتا ہے۔ یہاں لوگ ذہنی امراض کے صحیح علاج کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔"

"میں اُس مریض کی بات کر رہا ہوں جو اپنی یاد داشت کھو بیٹھا ہے۔"

"اوہ..... اچھا..... وہ سر جاوید کا لڑکا۔ اُس کے بارے میں آپ کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں۔" ڈاکٹر نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔

"وہ اپنا نام کیا بتاتا ہے۔"

"قاسم.....!"

فریدی نے قاسم کا حلیہ دہرایا، جس پر ڈاکٹر سر ہلا کر بولا۔ "جی ہاں..... بالکل بالکل۔"

"سر جاوید کہاں رہتا ہے؟"

"یقین کیجئے اُس عمارت کا محل وقوع میرے فرشتے بھی نہ بتا سکیں گے۔"

"بڑی عجیب بات ہے..... کیا آپ وہاں کبھی نہیں گئے۔"

"کل تک روزانہ جاتا رہا ہوں.....!"

"کل تک کیوں.....؟"

"کل انہوں نے مجھے سبک دوش کر دیا..... آج میں اپنے گھر واپس چلا جاؤں گا۔"

"آپ وہاں جاتے بھی رہے ہیں اور عمارت کا محل وقوع بھی نہیں بتا سکتے۔"

"بات مضحکہ خیز ہے! لیکن حقیقت بھی یہی ہے۔ روزانہ ایک پک اپ مجھے لینے کے لئے یہاں آتی تھی۔ میں اندر بیٹھ جاتا تھا۔ کھڑکیوں کے شیشے گہرے سبز رنگ کے ہیں لہٰذا ان کے پار دیکھا نہیں جا سکتا۔ ڈرائیور کی نشست پچھلے حصے سے دکھائی نہیں دیتی، اس لئے

اسکرین سے باہر کا نظارہ کرنے کا سوال نہیں پیدا ہوتا۔"

"چلئے..... عمارت کی بیرونی ساخت ہی کے متعلق کچھ بتائیے۔"

"جناب والا..... اس سے بھی معذور ہوں۔"

"کیوں.....؟"

"پک اپ عمارت کے اندرونی حصے میں رکتی تھی۔ میں اترتا تھا اور ڈرائنگ روم میں پہنچا دیا جاتا تھا۔ آج تک عمارت کا بیرونی حصہ بھی دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ وہیں سے وہ گاڑی مجھے ہوٹل واپس لاتی تھی۔"

"یہ سر جاوید کون ہے۔"

"ایسٹ افریقہ کا تاجر..... اپنے اعزہ سے ملنے یہاں آیا تھا کہ یک بیک لڑکا یادداشت کھو بیٹھا۔ یہاں بھی ان کی خاصی بڑی جائیداد ہے۔ کاروبار ہے۔"

"آپ نے اُس کے اعزہ کے متعلق بھی معلومات حاصل کی ہوں گی۔"

"میرے لئے قطعی غیر ضروری تھا۔"

"مستقل قیام کہاں رہتا ہے اُس کا۔"

"وہیں ایسٹ افریقہ میں۔"

"کس شہر میں۔"

"نیروبی۔"

"آپ اپنا پورا معاوضہ وصول کر چکے ہیں۔"

"جی ہاں وہ روزانہ ادائیگی کر دیتے تھے۔"

"کیا مریض کی یاد داشت واپس آگئی تھی۔"

"نہیں..... لیڈی جاوید نے یہ سلسلہ ختم کرا دیا۔ اُن کا خیال تھا کہ لڑکے کی جسمانی صحت پر بُرا اثر پڑنے کا اندیشہ ہے۔"

"سر جاوید کا حلیہ بتائیے۔"

"لمبا تڑنگا صحت مند آدمی ہے، لیکن قد میں اپنے بیٹے سے کم ہے۔ اتنا زیادہ جسم بھی نہیں ہے..... ادھیڑ عمر کا ہے..... بیوی چھبیس ستائیس سال کی ہو گی۔ دراصل سر جاوید کی

دوسری شادی ہے..... میرا خیال ہے یہی شادی وہ حادثہ ہے جس کی بناء پر لڑکے کی
زندگی.....!"

"ہو سکتا ہے..... ہو سکتا ہے۔" فریدی نے اُسے جملہ پورا نہ کرنے دیا اور جلدی سے
"سر جاوید کی کوئی ایسی پہچان بتائیے جس کی بناء پر اُس کی شناخت میں آسانی ہو۔"

"بائیں جبڑے پر گہرے گھاؤ کا نشان ہے۔ گہرائی کوئی چوتھائی انچ ہوگی۔"

"شکریہ۔" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ "تکلیف کی معافی چاہتا ہوں۔"

"لیکن قصہ کیا ہے؟"

"اس لڑکے منور جاوید نے ایگل بیچ پر کوئی ہنگامہ برپا کیا تھا..... اس سلسلے میں تف
کر رہا ہوں۔" فریدی کمرے سے باہر آگیا۔ پھر اُسی ہوٹل سے اسٹیشن کے انچارج کو فون کیا

"فرمائیے..... کچھ سراغ ملا.....!" اُس نے دوسری طرف سے پوچھا۔

"ابھی تک تو نہیں..... دیکھئے یہاں کی ایک عمارت کے متعلق معلومات فراہم کرنی ہیں۔"
فریدی نے کنکھیوں سے بائیں جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"فرمائیے۔"

"سرفراز ولا کہاں ہے اُس کا مالک کون ہے۔"

"بہت بہتر..... تھوڑی دیر بعد بتاؤں گا۔ کس نمبر پر رنگ کروں۔"

"میں خود ہی مل کر معلوم کرلوں گا۔" فریدی نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا اب وہ کاؤ
کلرک کو کال کے پیسے دے رہا تھا۔ لیکن اُس آدمی سے بے خبر نہیں تھا جس کی موجودگی کی
پر اُس نے فون پر عمارت کے متعلق اُن معلومات کا تذکرہ نہیں کیا تھا جو حقیقتاً حاصل کر
تھیں۔ اُس نے محسوس کیا تھا کہ وہ آدمی نگرانی کی حد تک اُس میں ضرور دلچسپی لے رہا ہے
ڈاکٹر کے کمرے میں داخل ہوتے وقت بھی اُس نے اُسے دیکھا تھا اور جب کمرے سے باہر
تھا تب بھی وہ دکھائی دیا تھا اور اب کاؤنٹر پر اُس کے قریب ہی کھڑا اخبار دیکھ رہا تھا۔ لیکن انداز
ایسا ہی تھا جیسے کان گفتگو کی طرف لگے ہوں۔

یہ متوسط قد اور اچھی صحت کا مالک تھا۔ عمر چالیس اور پینتالیس کے درمیان رہی ہوگی
بشرٹ اور پتلون میں تھا۔

فریدی کاؤنٹر سے ہٹ کر ہال کی ایک میز کے قریب آبیٹھا اور ویٹر کو بلا کر کافی کا آرڈر دیا۔
وہ آدمی اب بھی کاؤنٹر ہی پر کھڑا اخبار دیکھ رہا تھا۔ فریدی نے قطعی ظاہر نہ ہونے دیا کہ
وہ اُس میں دلچسپی لے رہا ہے۔

دوسری صبح حمید خود کو کافی تر و تازہ محسوس کر رہا تھا۔ ناشتہ برآمدے میں ہوا۔ بڑی سی
چوکی پر وہ سب ساتھ بیٹھے تھے۔ بوڑھے نے تو اُس کے لئے الگ انتظام کیا تھا لیکن حمید نے کہا
کہ وہ خاندان کے دوسرے افراد کے ساتھ ہی ناشتہ کرے گا۔ اس پر بوڑھے نے نہ صرف اُس
کے حسن اخلاق کی تعریف کی تھی بلکہ اُس کا شکریہ بھی ادا کیا تھا۔

اُن کے سب سے چھوٹے بچے کی عمر غالباً دس سال رہی ہوگی۔ وہ بار بار کہہ رہا تھا کہ
آج وہ اسکول دیر سے پہنچے گا۔

"تم بہت اچھے بچے ہو۔" حمید اس کا شانہ تھپک کر بولا۔ "تعلیم کا بڑا خیال ہے تمہیں،
بہت ذہین معلوم ہوتے ہو۔ کیا نام ہے تمہارا۔"

"نی میر.....!" بچے نے شرما کر جواب دیا۔

پھر دفعتاً اُسے وہ تدبیر سوجھ ہی گئی جس سے وہ کم از کم اس جگہ کے متعلق تو کچھ نہ کچھ
معلوم ہی کر سکتا۔

"اچھا سمتوں کا نام بتاؤ۔" اُس نے کہا۔

لڑکا گراموفون کے ریکارڈ کی طرح چل پڑا۔ "سمتیں چار ہیں، شمال، جنوب، مشرق،
مغرب، سورج مشرق سے طلوع ہوتا ہے اور مغرب میں غروب ہو جاتا ہے۔"

"شاباش..... شاباش..... بہت اچھے۔" تمہارے محلے کا کیا نام ہے۔"

"مچھلی ہاٹ۔"

"خوب..... خوب..... اچھا تمہارے جزیرے کا نام کیا ہے؟"

"مرتبان.....!"

"واہ..... بھلا یہ نام کیوں پڑا..... گلدان کیوں نہیں کہتے ہیں اسے۔"

"ہمارے ماسٹر صاحب کہتے ہیں کہ یہ مرتبان کی شکل کا ہے۔"

"بہت اچھے شاباش.....!" حمید نے اطمینان کی سانس لی۔ وہ ایگل بیچ سے صرف
میل کے فاصلے پر تھا۔ سرکش قسم کے لوگوں کی آبادی تھی۔ لیکن عیاشی کا بہترین اڈہ
معلومات کے مطابق جزیرہ خاصا بڑا تھا اور یہاں متمول لوگ بھی آباد تھے۔ وہ اتفاق سے
آدمیوں کی بستی میں آپھنسا تھا اور صرف اس بستی کو جزیرے کی کل آبادی سمجھ بیٹھا تھا۔
ہوئی کہ وہ اپنی ہی مملکت کے ایک جزیرے میں لا پھینکا گیا ہے۔ واپسی آسانی سے ہو سکتی
بس مقامی پولیس اسٹیشن تک جانا پڑتا۔

بچے ناشتہ کر کے اسکول چلے گئے۔ مسٹر اور مسز میزبان نے اُسے بتایا کہ اب وہ
بھی اپنے کاموں پر چلے جائیں گے اور لڑکی اُس کے لئے دوپہر کا کھانا تیار کرے گی۔

کچھ دیر بعد وہ لڑکی کے ساتھ تنہا رہ گیا۔ لڑکی کا موڈ خراب معلوم ہوتا تھا۔ آج
صبح سے اب تک اُس نے اُس کی آواز نہیں سنی تھی۔ آج تو منہ بھی پھولا ہوا تھا۔

"یہاں سے پولیس اسٹیشن کتنی دور ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"کیوں.....؟" وہ چونک پڑی۔

"یونہی..... کوئی خاص بات نہیں۔ پولیس اسٹیشن کے قریب میرا ایک دوست رہتا ہے"

"کیا..... یہاں پہلی بار آئے ہو۔"

"بالکل پہلی بار۔"

"تو اپنے اُسی دوست کے گھر کیوں نہیں گئے۔"

"وہ تنہا رہتا ہے..... کھانے پینے کی تکلیف ہوتی۔"

"تو تم یہاں قیام کرو گے۔"

"بالکل..... بالکل..... اور تمہاری چارپائی کا کرایہ بھی ادا کرتا رہوں گا۔"

"لے لو..... اپنے روپے....." وہ جھلا کر بولی۔

"اس کی ضرورت نہیں۔"

"میں اپنی خوشی سے یہ سب کچھ نہیں کرتی۔"

"اوہ..... تو تم سچ مچ اُس بوڑھی کی بیٹی نہیں ہو۔"

"ہوں کیوں نہیں؟" وہ طیش میں آکر بولی۔

"تو وہ خود ہی تمہیں مجبور کرتا ہے۔"

"ہم غریب ہیں..... یہاں گرانی بہت بڑھ گئی ہے۔ تم لوگوں کی آمد و رفت سے پہلے
ہم سکون کی زندگی بسر کرتے تھے۔ شہر کے پارسا اور ذی عزت لوگوں نے اپنی رنڈیاں یہاں
لا بسائی ہیں۔ یہ آنے جانے والے یہاں پانی کی طرح پیسہ بہاتے ہیں۔ مہنگائی بڑھتی جا رہی
ہے۔ ہم کیا کریں۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ اس مسئلے پر مزید گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا۔ دوپہر کے کھانے کے بعد
باہر نکلا۔ پولیس اسٹیشن تک پہنچنے میں کوئی بھی دشواری نہ ہوئی۔ جیسے ہی اُس نے انچارج کے
ہاتھ میں اپنا ملاقاتی کارڈ دیا وہ اچھل پڑا۔

"ارے جناب..... سارے جزیرے میں ہیجان برپا ہے۔ اب میں سیونتھ آئی لینڈ اطلاع
بھجوائے دیتا ہوں کہ آپ بھی مل گئے ہیں۔" اس نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"میں بھی مل گیا مطلب..... کیا لانچ بھی مل گئی ہے۔"

"یہ آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں۔" انچارج نے حیرت سے کہا۔ "اب آپ ہی بتائیے کہ
وہ لاش کس کی ہے؟"

"کیسی لاش.....؟"

"لانچ میں ایک لاش پائی گئی ہے۔ وہ غوطہ خوری کے لباس میں تھا۔"

حمید نے سیٹی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکوڑے اور بولا۔ "مجھے لے چلئے لانچ
کہاں ہے؟"

یک بیک انچارج کی پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئیں اور اُس نے کسی قدر بدلے ہوئے لہجے
میں کہا۔ "میں کیسے یقین کرلوں کہ آپ کیپٹن حمید ہی ہیں۔"

"ویری گڈ..... ضرور ترقی کرو گے۔ یہ لو یہ رہا میرا آئیڈنٹی کارڈ۔" حمید نے کہا اور

پرس سے اپنا آئیڈنٹی کارڈ نکال کر اُس کی طرف بڑھا دیا۔

انچارج اُس کی تصویر کو اور اُسے غور سے دیکھتا رہا پھر مسکرا کر بولا۔ "میں معافی چاہتا ہوں..... کپتان صاحب۔"

"لیکن یہ لانچ ملی کب ہے؟"

"آج ہی صبح۔"

"حالانکہ اُسے کل صبح ملنا چاہئے تھا۔ کیا لاش سے بدبو آ رہی تھی۔"

"جی نہیں..... ڈاکٹر کا خیال ہے کہ لاش ملنے سے صرف تین گھنٹے پہلے وہ مرا ہوگا۔"

"ہوں.....!" حمید کسی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر بولا۔ "کیا یہاں پرنس ہنری کا تمباکو مل سکے گا۔"

"ضرور.....!" انچارج نے کہا اور میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی۔ اردلی اندر آیا اور وہ اُسے تمباکو کے متعلق ہدایات دے کر حمید کی طرف دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد بولا۔

"آپ کرنل صاحب کا انتظار کریں گے یا اُس سے پہلے ہی لانچ دیکھیں گے..... وائرلیس پر اُن کا پیغام ملا ہے کہ وہ جلد پہنچ رہے ہیں۔"

"میں انتظار کروں گا....." حمید نے کہا پھر چونک کر بولا۔ "لانچ میں داخل ہوتے وقت اس بات کا خیال رکھا گیا تھا کسی قسم کے نشانات ضائع نہ ہونے پائیں اور نہ نئے نشانات کا اضافہ ہو سکے۔"

"میں نے ایسی ہر امکانی تدبیر کی تھی کہ ایسا نہ ہونے پائے۔"

پھر آدھے گھنٹے کے بعد فریدی بھی آ پہنچا تھا۔ حمید سے اُس کی روداد سننے کے بعد وہ اُس ساحل پر آئے تھے، جہاں لانچ پائی گئی تھی۔ لاش اب بھی لانچ میں موجود تھی۔

مرنے والے کے چہرے پر اس وقت غوطہ خوری کی نقاب نہیں تھی، لیکن لباس بدستور جسم پر موجود تھا۔ اس لباس میں کئی سوراخ تھے جن سے خون اُبلا تھا اور آس پاس جم گیا تھا۔ حمید نے بغور اس کا چہرہ دیکھا لیکن شناسائی کی ہلکی سی جھلک بھی نظر نہ آئی۔ ویسے وہ راستے بھر سوچتا آیا تھا کہ اب وہ اُسے پہچان سکے گا۔ کیونکہ اُس کی آواز کچھ جانی پہچانی سی محسوس ہوئی تھی۔

"سوال تو یہ ہے کہ یہ پرسوں رات کا سارا دن اور ساری رات لانچ کو کہاں لئے پھرا ہوگا اور پھر مرنے کے لئے بھی وہی جزیرہ منتخب کیا جہاں تمہیں پھینک گیا تھا۔" فریدی بڑبڑاتا

ہوا لانچ کے مختلف حصوں کا جائزہ لیتا رہا۔ لانچ پر اب صرف وہی دونوں رہ گئے تھے۔ انچارج اور چند کانسٹیبل کچھ دور کنارے پر کھڑے تھے۔

"سنو....." دفعتاً وہ حمید کی طرف مڑ کر بولا۔ "وہ اس لانچ میں نہیں مرا۔"

"کیا مطلب.....!"

"لباس میں سوراخ اُس کے مرنے کے بعد بنائے گئے ہیں.....!" وہ لاش کے قریب آ کر بولا۔ لباس کے تسمے ڈھیلے کئے چند لمحے لاش کے بائیں پہلو پر نظر جمائے رہا پھر حمید سے بولا۔ "ادھر آؤ..... یہ دیکھو..... ٹھیک دل پر گولی لگی ہے لیکن اس جگہ غوطہ خوری کے لباس میں سوراخ نہیں ہے..... جلدی میں وہ اس زخم کی طرف دھیان نہ دے سکے اور لاش کو غوطہ خوری کا لباس پہنا کر متعدد فائر کئے گئے۔"

"لیکن ان سوراخوں کو بھی دیکھئے ان سے خون ابلا ہے..... جسم ٹھنڈا ہو جانے کے بعد یہ چیز ناممکن ہے۔"

"دو سوراخوں کو کسی دوسری طرح خون آلود کر دینا ناممکن تو نہیں ہے۔ پہلے زخم سے جو خون بہا ہوگا وہ انہیں خون آلود کرنے کے لئے کافی ہوا ہوگا۔ اچھا اگر گولی یہیں لانچ پر ماری گئی تو لانچ کے کسی حصے پر خون کا کوئی دھبہ دکھاؤ۔"

حمید بھی سوچ میں پڑ گیا۔ بالآخر بولا۔ "چلئے یہی درست ہوگا لیکن آخر اس ڈرامے کا مقصد۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ آدمی جو لانچ لے اڑا تھا اب بھی محفوظ ہے اور یہ کوئی اور ہے جسے زبردستی اس کہانی کا ایک کردار بنایا گیا ہے۔"

"آخر کیوں؟ وہ لانچ کو کہیں چھوڑ کر فرار ہو سکتا تھا..... اس ڈرامے کی ضرورت ہی کیا تھی۔"

"غالباً..... تم نے اُس پر یہ بات ظاہر کر دی تھی کہ تمہیں اُس کی آواز کچھ جانی پہچانی سی معلوم ہوتی ہے۔"

حمید ذہن پر زور دینے لگا اور اُسے یاد آیا کہ شاید اُس نے یہ بات کہی تھی۔ یقیناً کہی تھی اُسے یاد آیا۔ جواب میں اُس نے کہا تھا کہ وہ کوئی غیر قانونی کام نہیں کر رہا۔ بلکہ مجرموں کی

ایک بہت بڑی ٹولی خود اس کے پیچھے ہے۔

"جی ہاں.....!" حمید بولا۔ "میں نے یہ بات اُس پر ظاہر کردی تھی۔"

"لہٰذا جو کچھ بھی میں کہہ رہا ہوں اس کے بھی امکانات ہیں۔" فریدی بولا

"ڈاکٹر آخر یہ سب ہو کیا رہا ہے.....!" حمید بڑبڑایا پھر چونک کر بولا۔ "قاسم
رہا..... آپ ڈاکٹر شاپور سے ملے تھے۔"

"ملا تھا..... لیکن بے سود۔" فریدی نے کہا اور لانچ سے اترتا ہوا بولا۔ "آؤ.....!"

اُس نے انچارج کو لاش اور لانچ کے متعلق کچھ ہدایات دیں اور آگے بڑھ گیا۔ حمید
کے ساتھ چل رہا تھا۔ فریدی نے اپنی اور ڈاکٹر شاپور کی ملاقات کا ذکر چھیڑ دیا۔

وہ پیدل ہی ایک جانب چلے جارہے تھے۔ دفعتاً حمید بولا۔ "ہم کہاں جارہے ہیں۔"

"کہیں بیٹھیں گے۔"

وہ اب جزیرے کے سب سے خوشنما حصے میں داخل ہو رہے تھے۔ چاروں طرف بڑ
بڑی خوبصورت عمارتیں بکھری ہوئی تھیں۔

وہ ایک اچھے سے کیفے میں جابیٹھے۔ حمید نے پوچھا۔ "پھر کیا ہوا۔"

"میں نے اُس آدمی پر نظر رکھی۔" فریدی نئے سگار کا گوشہ توڑتا ہوا بولا۔ "تھانے
تین سادہ لباس والوں کو منتخب کیا، جو ہر حال میں اُس کی نگرانی کر سکیں۔ اس کے بعد میں
میونسپل آفس سے جزیرے کی ساری عمارتوں کے نقشے منگوائے اور ایسی عمارتیں تلاش کر
جس کے اندرونی حصوں تک پک اپ جیسی بڑی گاڑیاں جاسکیں، تین عمارتیں مل بھی گئیں۔"

وہ خاموش ہو کر سگار سلگانے لگا اور حمید مضطربانہ انداز میں بولا۔ "پھر کیا ہوا؟"

"اُس میں کہیں بھی سر جاوید کے حلیے کا کوئی آدمی نہ مل سکا۔"

"بہر حال اُنہیں میں سے کسی عمارت میں قاسم رکھا گیا تھا۔"

"یقین کے ساتھ تو نہیں کہا جاسکتا کہ ڈاکٹر شاپور نے غلط بیانی سے کام نہ لیا ہو۔"

"کیا آپ نے اپنی معلومات کے سلسلے میں اس کی لڑکی ویرا کا بھی حوالہ دیا تھا۔"

"نہیں.....!" فریدی نے کہا اور سگار دانتوں میں دبا کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔

اسٹیمر کا کیبن کافی کشادہ تھا اور آسائش کی ہر چیز مہیا تھی۔ قاسم بھی مگن تھا بھلا اُسے کیا
پرواہ ہو سکتی تھی کہ اب کہاں لے جایا جارہا ہے۔ ویسے جب بھی یہ خیال الجھن کا باعث بننے
لگا گردن جھٹک کر کہتا۔ "اونہہ ٹھینگے سے..... کیا میں کوئی ذرا سی چیز ہوں کہ سالے پڑیا میں
باندھ کر غائب کردیں گے، جہاں بھی لے جائیں گے جب چاہوں گا واپس چلا آؤں گا.....
مگر یہ کٹو بیگم تو پھر نہ ملیں گی۔"

ادھر لیڈی جاوید کا یہ عالم تھا کہ اُس کے گرد پھرتی تھی۔ اس وقت بھی وہ دونوں کیبن
میں تنہا تھے۔

"تم نے یہ نہ پوچھا کہ اب کہاں جارہے ہیں۔" لیڈی جاوید نے کہا۔

"کیا جرورت ہے۔"

"تمہاری اسی سعادت مندی کی بناء پر تمہارے پاپا تم سے بہت خوش ہیں۔ ورنہ یاد
داشت کھو بیٹھے تھے شور شرابا مچاتے۔"

"بھلا میں قیوں مچاتا..... جب کہ آپ یعنی کہ آپ.....!"

"ہاں..... ہاں کہو..... خاموش کیوں ہوگئے۔"

"جب کہ..... آپ..... ہی ہی..... اتنی اچھی ہیں۔" وہ شرما کر اپنی انگلی مروڑتا ہوا بولا۔

لیڈی جاوید پرمعنی انداز میں مسکرائی اور اُس سے بولی۔ "ادھر دیکھو..... میری طرف دیکھو۔"

قاسم نے سر اٹھا کر دیکھا اور دوسری طرف منہ پھیر کر اپنی "ہی ہی ہی" میں بریک
لگانے کی کوشش کرنے لگا۔

"جب تم اچھے تھے تو تمہیں لڑکیوں سے دوستی کرنے کا بے حد شوق تھا۔" لیڈی جاوید بولی۔

"اب بھی ہے..... اب بھی ہے۔" قاسم جلدی سے بول پڑا۔

"اب ہم جہاں چل رہے ہیں بہت سی لڑکیوں سے دوستی ہو سکے گی۔"

"مگر..... مغر.....!"

"مگر کیا.....!"

"آپ ہی جیسی ہوں گی نا..... ہی ہی ہی ہی"

"میں نہیں سمجھی تم کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"مم..... مطلب یہ کہ..... خوب لمبی تڑنگی..... آپ ہی جیسی۔"

"اوہ.....!" وہ ہنس پڑی پھر سنجیدہ ہو کر بولی۔ "یہ تو مشکل ہے مجھ جیسی تو نہیں مل سکے گی"

"پھر کیا پھائدہ.....!" قاسم مردہ سی آواز میں بولا۔

لیڈی جاوید کو پھر ہنسی آگئی دیر تک ہنستی رہی اور قاسم بھی کھسیانے انداز میں اُس کا ساتھ دیتا رہا۔ دفعتاً کسی نے کیبن کے دروازے پر دستک دی دونوں خاموش ہو گئے اور لیڈی جاوید نے کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "کون ہے..... آجاؤ۔"

سر جاوید دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ قاسم نے ایسا برا منہ بنایا جیسے مکھی نگل گیا ہو۔

"منور بیٹے.....جی تو نہیں مالش کر رہا..... اوہ ضرور یہی بات ہے۔ تم منہ بنا رہے ہو"

"جی نہیں..... یہ تو ایسے ہی بن غیا ہے۔"

"یہ..... لیمو..... چوستے رہو۔" اُس نے دو تین لیمو جیب سے نکال کر اُس کی طرف بڑھا دیئے۔

"کیا میں قوئی لونڈیا ہوں؟" قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔

"منور..... منور.....!" لیڈی جاوید اُس کا شانہ تھپکنے لگی۔

"جی اچھا لائیے.....!" قاسم یک بیک بھیگی بلی بن گیا۔ ہاتھ بڑھا کر اُس نے لیمو لے لئے اور سر جھکائے بیٹھا رہا۔

✡

لانچ میں پائی جانے والی لاش کی شناخت نہیں ہو سکی تھی اور وہ سیونتھ آئی لینڈ واپس آگئے تھے۔ اس دوران میں فریدی کے طلب کئے ہوئے اُس کے اپنے محکمے کے کچھ لوگ بھی

سیونتھ آئی لینڈ پہنچ چکے تھے۔ اُن میں سارجنٹ رمیش بھی تھا جس نے مقامی پولیس کے سادہ لباس والوں سے فریدی کے بتائے ہوئے کاموں کا چارج لے لیا تھا۔

فریدی کی واپسی پر اُس نے اپنی رپورٹ پیش کی۔ وہ اُس آدمی کی نگرانی کرتا رہا تھا۔ اُس آدمی نے دو تار مقامی تار گھر سے دیئے تھے جن کی نقول اُس نے حاصل کر لی تھیں۔

پہلے تار کا مضمون تھا۔ "لانچ ابھی تک نہیں مل سکی..... موبی۔"

دوسرے تار کا مضمون تھا۔ "لانچ..... مرتبان..... وہ چلا گیا..... موبی۔"

دونوں تار ایک ہی پتہ پر ایک ہی مقام کے لئے روانہ کئے گئے تھے۔ پتہ تھا۔ "ہنی مون..... نومی چار آئی لینڈ۔"

"ہنی مون.....!" حمید نے دانت پر دانت جما کر سسکاری لی۔

"اُس آدمی موبی..... یا جو کچھ بھی اُس کا نام ہو..... اُس پر ہر وقت نظر رکھو۔" فریدی نے رمیش سے کہا۔

رمیش کے چلے جانے کے بعد حمید بولا۔ "آپ کا کیا خیال ہے۔"

"پہلے تار کا یہی مطلب ہے کہ وہ خود یا جسے اُس نے اطلاع دی ہے لانچ کے متعلق کچھ نہیں جانتے تھے لیکن ہم میں ضرور دلچسپی لے رہے تھے دوسرے تار سے ظاہر ہے کہ اُسے لانچ کے مرتبان میں پائے جانے کی اطلاع ملی اور اُس نے کسی دوسرے کو اس سے مطلع کرنا ضروری سمجھا۔"

"لیکن چلا کون گیا؟"

"ہو سکتا ہے اشارہ میری طرف ہو۔ میں لانچ کی بازیابی کی اطلاع ملتے ہی یہاں سے مرتبان کے لئے روانہ ہو گیا تھا۔"

"بہر حال ان تاروں کی وجہ سے اس سلسلے کی دوسری کڑی مل گئی ہے۔" حمید نے طویل سانس لے کر کہا۔

"ہنی مون..... نومی چار.....!" فریدی کچھ سوچتا ہوا بڑبڑایا۔ پھر حمید کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"کبھی نومی چار گئے ہو۔"

"اگر آپ گئے ہوں گے تو میں بھی ضرور گیا ہوں..... عالم یہ ہے کہ
فرشتوں نے بھی اٹھایا تو زبان سے پہلے یہی نکلے گا میاں ذرا کرنل کو بھی اٹھا دینا.....
اسی قبر میں استراحت فرما رہے ہیں۔"

"اب ہو آؤ..... میں تو کئی بار جا چکا ہوں۔"

"میں اُس زمانے میں کہاں پایا جاتا تھا۔"

"غالباً مشرق بعید کے کسی محاذ پر رہے ہو گے..... بہر حال تمہیں وہ جگہ پ
آئے گی۔ ان جزائر میں سب سے بڑا ہے۔"

"مجھے وہاں کیا کرنا ہو گا؟"

"سب سے پہلے تو یہ کرنا ہو گا کہ پہچانے نہ جا سکو۔ پھر ہنی مون کے متعلق پتہ
کس کا پتہ ہے۔ اُس کے بعد اُس آدمی کو نظر میں رکھنا مجھے مطلع کرنا پھر میں وہیں پہنچ کر
گا کہ کیا کرنا ہے۔ یہ لوگ پوری طرح ہوشیار ہیں۔ ہماری نقل و حرکت پر نظر رکھنے کی
کوشش کرتے ہیں۔"

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ مجھے میک اپ میں رہ کر تفتیش کرنی پڑے گی۔"

"میرا تو یہی خیال ہے۔"

"میک اپ کھلتا ہے مجھے۔"

فریدی اُس کی بات پر دھیان نہ دیتا ہوا بولا۔ "بلکہ میرا مشورہ تو یہ ہے کہ پائپ
پینا ورنہ اپنی اسٹائل زدگی کی بناء پر مارے جاؤ گے۔"

"یہ تو بالکل ہی ناممکن ہے۔"

"سگریٹ پیپر رکھنا۔ تمباکو رول کر کے پینا۔ پرنس ہنری کا ڈبہ بھی تمہارے ہاتھ
ہونا چاہئے تمباکو پاؤچ میں رکھنا۔"

"اور روز صبح اٹھ کر دنبالہ دار سرمہ لگانا۔" حمید جل کر بولا۔ "چست جمپر اور چو
پاجامہ پہننا..... اور یوں چلنا۔"

وہ اٹھا اور لچک لچک کر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھانے لگا۔

"غصے میں ہمیشہ بھانڈ معلوم ہونے لگتے ہو۔" فریدی مسکرایا۔

"اب آپ کوئی ایسی تدبیر کیجئے کہ ویرا شاپور بھی نوی چار پہنچ جائے۔"

"آخری ہدایت۔" فریدی ہاتھ اٹھا کر سنجیدگی سے بولا۔ "وہاں قدم قدم پر ویرائیں اُگتی
ہیں۔ اگر ہوش میں نہ رہے تو جہنم رسید ہو جاؤ گے۔"

"ارے جناب تو پھر آپ خود ہی کیوں نہیں تشریف لے جاتے۔" حمید نے کہا پھر کسی
خیال کے تحت چونک پڑا اور بولا۔ "آخر یہ قاسم اس شدت سے کیوں اُلو ہو گیا ہے۔"

"شاگرد ہے تمہارا..... اور کیا کہوں! ڈاکٹر شاپور نے کسی لیڈی جاوید کا تذکرہ کیا تھا۔ جو
اسی کی طرح لمبی تڑنگی ہے اور خوبصورت بھی ہے۔ عمر بھی پچیس چھبیس سال ہے۔"

"اوہ..... یہ بات ہے..... تب تو وہ سچ مچ اپنی یاد داشت کھو بیٹھا ہو گا۔"

"بس اب اٹھو تیاری کرو۔"

"اٹھتا ہوں..... مگر وہ لوگ چاہتے کیا ہیں؟"

"کیا میں غیب داں ہوں؟" فریدی جھنجھلا گیا۔

وہ دونوں سی سائیڈ ہیون میں مقیم تھے۔ لیکن ڈاکٹر شاپور یہاں سے جا چکا تھا۔

ختم شد

جلد نمبر 31

جاسوسی دنیا نمبر 94

شیطانی جھیل

(دوسرا حصہ)

پیشرس

ساتواں جزیرہ کے بعد اسی سلسلے کی دوسری کتاب شیطانی جھیل ملاحظہ فرمائیے۔ ساتواں جزیرہ کی کہانی قاسم کے اغواء سے شروع ہوئی تھی اور "شیطانی جھیل" کا اختتام اس کی بازیابی پر ہوا ہے..... شیطانی جھیل سے متعلق اگر اس کہانی میں آپ کو اپنے کسی سوال کا جواب نہ مل سکے تو براہِ راست مجھے لکھ بھیجئے۔ اس طرح مجھے اس کے بعد والی کہانی کا ڈھانچہ تیار کرنے میں مدد بھی ملے گی اور آپ مطمئن بھی ہو جائیں گے۔

ادھر بہتیرے پڑھنے والے مجھ سے اس بناء پر خفا رہے ہیں کہ میں دھڑادھڑ فریدی کے ناول کیوں لکھ رہا ہوں۔ آخر عمران کہاں گیا؟

عمران پھر آرہا ہے..... مطمئن رہئے۔

اس بار کچھ عجیب قسم کے خطوط موصول ہوئے ہیں۔ لاہور سے کسی صاحب نے اٹھائیس پیسے کے بیرنگ لفافے کے ذریعے مجھے مطلع کیا ہے کہ انہیں میری کتابیں مہنگے داموں خریدنی پڑتی ہیں۔ پتہ نہیں ایسا کیوں ہوتا ہے جب کہ کافی تعداد میں کتب لاہور جاتی ہیں۔ بہر حال میری استدعا ہے کہ کتاب پر چھپی ہوئی قیمت سے ایک پیسہ بھی زیادہ ادا نہ کیجئے اور مجھے اس دوکان کا پتہ لکھ بھیجئے جہاں سے میری کتب مقررہ قیمتوں میں اضافے کے ساتھ فروخت ہوتی ہیں۔ ویسے آپ نے اس کا انتقام مجھ سے بیرنگ لفافے کی شکل میں لیا ہے..... حالانکہ میں بیچارہ..... خیر اللہ آپ کو معاف کرے۔

دوسرا خط بمبئی سے موصول ہوا ہے۔ لفافے پر پتہ میرا ہی ہے لیکن لفافے سے برآمد ہونے والا خط کراچی کی کسی صاحبہ کے نام ہے..... ہوسکتا ہے میرا خط ان صاحبہ کے پاس پہنچا ہو۔ اگر وہ مناسب سمجھیں تو اس غلطی کا ازالہ ممکن ہے۔

ایک صاحب نے ملتان سے پوچھا ہے کہ عمران عورتوں سے کیوں دور بھاگتا ہے۔ پھر لکھتے ہیں مہربانی کر کے عمران کی شادی جولیانا فٹنر واٹر سے کرادیں۔ بڑی نوازش ہوگی۔

بھلا آپ کو اس سے کیا فائدہ ہوگا۔ مانا کہ آپ کا نام بھی عمران ہی ہے۔ لیکن علی عمران کی شادی سے بھلا عمران احمد صاحب کو کیا فائدہ پہنچے گا۔ آپ ہی نہیں اکثر خواتین و حضرات کی خواہش ہے کہ فریدی، حمید اور عمران کی شادیاں کرادی جائیں۔ لیکن میں اس قسم کے مشوروں پر عمل کرنے پر تیار نہیں۔ اگر یہ لوگ "بال بچے داری" میں پڑ گئے تو میرا کیا بنے گا..... ابھی تو ان کی ساری کی ساری کمائی پر میں ہی قابض رہتا ہوں..... خدا وہ روز بد نہ لائے کہ ان کے سہروں کے پھول کھلیں..... آپ بھی ہاتھ اٹھائیے..... بددعا کیلئے۔

بھائی عمران احمد صاحب آپ خود اپنی شادی کی فکر کیجئے۔ پھر سال بھر کے بعد اگر آپ نے علی عمران کی بھی شادی کی خواہش کی تو ضرور کرادوں گا..... (ویسے توقع ہے کہ چھ ماہ بعد ہی آپ شادی کر دریا میں ڈال کا نعرہ لگاتے پھریں گے۔ شفیق الرحمان صاحب سے معذرت کیساتھ)۔

۱۱/۳۰/۶۵

مصنف کی سیکریٹری

سائرہ سوچ رہی تھی آخر قلندر کی کوئی کل سیدھی بھی ہے۔ پھر فوراً یہ بھی سوچنا پڑا کہ دیکھئے اب اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ حتیٰ الامکان وہ اسی کے لئے کوشاں رہی تھی کہ اسے قلندر کے ساتھ کہیں باہر نہ جانا پڑے۔ لیکن وہ تو اس مسئلہ کے تصفیہ کے لئے اس کے گھر آدھمکا اور سائرہ کے ہاتھ پیر پھول گئے۔ وہ ڈر رہی تھی کہ کہیں اس کا باپ حامی نہ بھر لے۔

اس کے باپ کو معلوم ہوا کہ سائرہ کا باس مکان کے سامنے کھڑا ہے اور اس سے ملنا چاہتا ہے تو وہ بھی نروس ہو گیا۔ وہ ڈرا کہ کہیں وہ سائرہ کو ملازمت سے الگ کر دینے کی اطلاع نہ لایا ہو۔ اس کا خیال تھا کہ سائرہ ایک ضدی چڑچڑی اور خود سر لڑکی ہے اس کے ساتھ کسی کا نباہ ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ وہ خود بیچارہ ملازمت کر چکا تھا اور اچھی طرح جانتا تھا کہ ملازمت برقرار رکھنے کے لئے آدمی کو بعض اوقات خود اپنی ہی نظر سے گرنا پڑتا ہے..... بہرحال جسم و روح کا رشتہ استوار رکھنے کے لئے کیا کچھ نہیں کرنا پڑتا۔ خود اس نے پٹوار گیری سے ترقی کر کے قانون گوئی حاصل کی تھی اور ایک سے دوسرے عہدے تک فاصلہ کس طرح طے ہوا تھا یہ اس کا دل ہی جانتا ہے۔

اس نے نشست کے کمرے سے جلدی جلدی کاٹھ کباڑ اٹھا کر صحن میں پھینکا اور سالخوردہ فرنیچر کی گرد جھاڑنے لگا۔ سائرہ سے کہہ دیا تھا کہ وہ اسے چند منٹ باہر ہی الجھائے رکھے..... پردہ نشین بیوی کو آنکھیں دکھائی تھیں کہ وہ اس کی موجودگی میں بچوں کو کاٹنے

کو سننے سے احتراز کرے گی۔

پھر کسی نہ کسی طرح قلندر کا استقبال کر کے نشست کے کمرے میں لایا تھا۔

"آپ ہی عبدالغفور صاحب ہیں۔" قلندر نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے
خشک لہجے میں کہا۔ "آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔"

"جی..... یہ..... ہماری خوش قسمتی ہے۔"

"کہ میں یہاں تشریف لایا۔" اس بار اُس کا لہجہ پہلے سے بھی زیادہ خشک تھا۔

عبدالغفور نے دانت نکال دیئے..... اس وقت اس کی بعینہ ایسی ہی حالت تھی
ڈپٹی صاحب کے سامنے اچانک پیشی ہو گئی ہو۔

"سائرہ میری سیکریٹری ہے....." قلندر نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں..... جی ہاں۔"

"آپ جانتے ہیں کہ ایک سیکریٹری کے فرائض کیا ہوتے ہیں۔"

"جی ہاں..... جی ہاں.....؟" عبدالغفور جلدی سے بولا اور کھانسنے لگا۔ ٹی بی کا مر
تھا اس لئے ہیجانی لمحات اُس کے لئے کھانسیوں کی یلغار لاتے تھے۔ قلندر نے جیب سے
نکال کر ناک پر رکھ لیا۔ آنکھوں میں گہرا تنفر لہریں لے رہا تھا۔

وہ کھانس چکا تو ہانپنے لگا۔ سائرہ اتنی نروس تھی کہ دوڑ کر اس کے لئے پانی کا گلاس
لا سکی۔ بہر حال وہ ہانپتا اور بے بسی سے قلندر کی طرف دیکھتا رہا۔

"تو آپ ایک سیکریٹری کے فرائض سے واقف ہیں..... لیکن آپ نے اپنی لڑ
صحیح تربیت نہیں کی۔"

"یہ میں کیا سن رہا تھا.....!" عبدالغفور آنکھیں نکال کر سائرہ کی طرف مڑا۔

قلندر سختی سے ہونٹ پر ہونٹ جمائے بیٹھا سامنے دیوار کو گھورتا رہا۔

"مم..... میں.....!" سائرہ ہکلائی۔

"بتاؤ.....!" عبدالغفور نے حلق پر زور دے کر کہا اور اُسے پھر کھانسی آ گئی۔

"یہ مم..... مجھے..... باہر لے جانا چاہتے ہیں۔"

"جی.....!" عبدالغفور قلندر کی طرف مڑا۔ آنکھوں میں تحیر آمیز استفہام تھا۔

"کوئی بھی سیکریٹری کو ساتھ لئے بغیر کہیں باہر نہیں جاتا۔ کیوں کیا میں غلط کہہ رہا
ہوں؟ پھر سیکریٹری رکھنے کا فائدہ ہی کیا؟"

عبدالغفور اس بار سوچ میں پڑ گیا..... اور قلندر اُسے گھورتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد عبدالغفور نے نحیف سی آواز میں کہا۔ "جی..... میری برادری
والے....."

"بس بس.....!" قلندر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں سمجھ گیا..... ارذل طبقے کی برادریاں
اب بھی برقرار ہیں..... یہی بات تھی تو لڑکی کو تعلیم کیوں دلائی تھی..... اپنی ہی برادری
کے کسی تانگے والے سے بیاہ دیتے۔"

"جی..... یہ بات نہیں....." اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن پھر خاموش رہ گیا۔ سائرہ کا
غصے کے مارے بُرا حال تھا۔ بس چلتا تو قلندر کا منہ نوچ لیتی۔

"پھر کس لئے تعلیم دلائی تھی۔ کیا اس لئے بی۔ اے کی ڈگری سمیت اسے اپنی برادری
کے کسی تانگے والے کے حوالے کر دو گے۔"

"جی اب میں کیا بتاؤں۔" عبدالغفور نے بے بسی سے کہا۔

"صریحاً یہی مقصد تھا کہ وہ تمہاری کفالت کرے اور سنو اگر اسی کی سی اہلیت رکھنے والا
کوئی لڑکا ہوتا تو اُسے ڈھائی صد روپے ماہوار سے زیادہ کی ملازمت نہ ملتی۔ لیکن یہ اب ساڑھے
چار سو روپے ماہوار کما رہی ہے۔"

"جی ہاں..... جی ہاں..... میں آپ کا شکر گزار ہوں۔"

"شکر گزاری میرے کس کام کی۔"

"آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔"

"نومی چار..... تم جانتے ہو کہ میں مصنف ہوں۔ میرے لئے ماحول کی تبدیلی
ضروری ہے۔ میں کچھ بہت ہی اہم کتابیں لکھنا چاہتا ہوں..... لیکن سونار کی فضا اس کے لئے
سازگار نہیں۔"

عبدالغفور فوراً ہی کچھ نہ بولا۔ سر جھکائے بیٹھا رہا۔ قلندر اسے گھورے جا رہا تھا۔

عبدالغفور سوچتا رہا۔ آدھی پنشن فروخت کر چکا ہوں۔ آدھی تو مہینے کے چار دن بھی نہ

نکال سکے گی۔ اگر سائرہ کی ملازمت بھی جاتی رہی تو کیا ہوگا۔ بچوں کی فیس کیسے ادا ہوگی۔
کے بلوں کی ادائیگی کیسے ہوگی۔ کسی دوسری جگہ وہ ساڑھے چار سو نہیں حاصل کر سکے گی
آدمی صرف سنکی معلوم ہوتا ہے۔ سنکی اور صاف گو۔ دل کا بُرا نہیں۔ اور اوباش بھی
ہو سکتا۔ میں نے اپنے بال دھوپ میں تھوڑے ہی سفید کئے ہیں۔ صورت دیکھ کر بتا سکتا
کہ کون کیسا آدمی ہے۔ برادری والوں کا کیا ہے..... کون حرامزادہ یہ پوچھتا ہے
عبدالغفور مر رہے ہو یا جی رہے ہو۔ جہنم میں جائیں سب اور پھر کون سا مجھے اپنی بیٹی
جاہلوں میں بیاہنا ہے۔

بالآخر اس نے سر اٹھا کر پھنسی پھنسی سی آواز میں کہا۔ "جی بہت اچھا۔"

"اباجی.....!" سائرہ قریب قریب چیخ پڑی۔

عبدالغفور نے مغموم سی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا اور نرم لہجے میں بولا۔ "
زمانہ بہت ترقی کر چکا ہے۔"

پھر سوچنے لگا کہ اب اسے کیا کہنا چاہئے۔ اتنے میں ایک جیٹ طیارہ کان پھاڑتا ہواچ
سے گذر گیا اور عبدالغفور نے تھوک نگل کر کہا۔ "لڑکیاں آج کل ہوائی جہاز اڑاتی ہیں۔"

سائرہ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر رہ گئی۔

بہر حال اب کوئی بہانہ باقی نہیں رہا تھا۔ قلندر چلا گیا..... لیکن سائرہ بھی گھر میں نہ
ٹک سکی تھی۔ کیونکہ اس کے باپ کے فیصلے سے اس کی ماں نے اس حد تک اختلاف کیا تھا
کہنے لگی۔ "اس سے بہتر تو یہ تھا کہ تم بیٹی کو چکلے میں بٹھا آتے.....!"

باپ جوتا لے کر جھپٹا..... سائرہ بیچ میں آگئی اور وہ کھانسیوں کی پرواہ کئے بغیر چیخ
کہتا رہا۔ "حرامزادی..... جاہل..... تو کیا جانے..... یہ نیا زمانہ ہے..... کتیا کی بچی۔"

بوڑھیا چیخ چیخ کر روتی اور عبدالغفور کی سات پشتوں کو نوازتی رہی۔

اور سائرہ گھر سے نکل کھڑی ہوئی..... اسی دن ٹھیک دو بجے اسے سونار بھی پہنچنا
وہاں سے دونوں اسٹیمر پر ساتھ سفر کرتے۔

سامان ہی کیا لینا تھا۔ اٹیچی میں چند جوڑے کپڑے رکھ لئے تھے۔ اُس کا خیال تھا کہ قلندر
عادت کے مطابق اس مسئلے پر مزید گفتگو نہیں کرے گا۔ جو بات جہاں شروع ہو کر ختم ہو

اسے آگے کبھی نہ بڑھاتا۔ ایسا معلوم ہوتا جیسے وہ اس کے متعلق سب کچھ بھول گیا ہو.....
لیکن اس معاملے کو نہ جانے کیوں دوبارہ چھیڑ بیٹھا۔

"آخر تم کیوں نہیں جانا چاہتی تھیں میرے ساتھ؟" اس نے پوچھا

سائرہ کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا جواب دے۔ ویسے ساتھ جانے پر ناراضمندی کی اس کے
علاوہ اور کوئی وجہ نہیں تھی کہ چوبیس گھنٹے بور ہونا اس کے بس کا روگ نہیں تھا۔

"بولو..... بتاؤ مجھے.....!" وہ آنکھیں نکال کر غرایا۔

"دراصل..... مجھے ڈر معلوم ہوتا تھا۔"

"مجھ سے.....؟" قلندر اچھل پڑا۔

"جی نہیں..... اس سے۔"

"کس سے.....!"

"وہ جو میرا تعاقب کرتا ہے.....؟" اس نے آج پہلے پہل قلندر سے اس کا تذکرہ کیا۔
غیر ارادی طور پر..... کچھ نہ کچھ تو بولنا ہی تھا..... یہ بات زبان سے نکل گئی۔

"کون کرتا ہے تمہارا تعاقب.....؟" وہ آنکھیں نکال کر بولا۔

اور سائرہ کو پوری کہانی شروع سے دہرانی پڑی پھر یہ بھی بتایا کہ وہ کس طرح کیپٹن حمید
کو دھوکا دے کر نکل گیا تھا اور پھر اس کے بعد سے نظر نہیں آیا تھا۔

قلندر تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر غصیلی آواز میں بولا۔ "تم نہیں سمجھ سکتیں.....
یہ اسی مردود کی حرکت ہوگی۔"

"نہیں..... یہ ناممکن ہے۔"

"کیا.....؟" وہ آنکھیں نکال کر غرایا۔ "میں غلط کہہ رہا ہوں۔"

"جی نہیں.....!" سائرہ بوکھلا گئی۔

"میں اُسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ یہ حرکت اس نے محض اس لئے کی تھی کہ تم اُس
سے اس کا تذکرہ کرو اور وہ تمہیں اپنا ممنون کرم بنانے کے لئے تمہاری مدد کا وعدہ کرلے۔
ارے وہ سور کا بچہ..... میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ لڑکیوں سے متعارف ہونے کا ماہر
ہے۔ اگر ایسا نہیں تھا تو روزانہ دوڑ کر آتا کیوں تھا؟ یہی بات تھی۔"

اس پر سائرہ نے اُسے خنجر والا واقعہ بھی بتایا۔

"سب بکواس ہے؟" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "اس ڈرامے میں زور پیدا کرنے کے لیے یہ حرکت بھی کر بیٹھا ہوگا۔ خود ہی کسی آدمی سے کہہ دیا ہوگا کہ خنجر پھینک کر بھاگ نکلے۔"

"لیکن اگر وہ خنجر لگ ہی جاتا تو.....!"

"ایسا رہا ہی نہ ہوگا کہ لگ سکتا۔ کیا تم نے اُس خنجر کو ہاتھ میں لے کر دیکھا تھا۔"

"جی نہیں۔"

"تو بس اسی پر یقین کر لو جو میں کہہ رہا ہوں۔"

سائرہ کش مکش میں پڑ گئی۔ خنجر کے بارے میں حمید کا رویہ یاد آیا۔ اس نے اس کی قطعی پرواہ نہیں کی تھی۔ حتیٰ کہ اٹھ کر دیکھا تک نہیں تھا۔ پھر کیا قلندر سچ ہی کہہ رہا ہے۔

نومی چار سچ مچ بڑی حسین جگہ ثابت ہوئی۔ حمید سوچ رہا تھا کہ پہلے کبھی کیوں نہ آیا۔ اس سے بڑی تفریح گاہ شائد ملک میں کوئی دوسری نہیں تھی۔ لیکن تفریح سے پہلے کام ضروری تھا۔

اس نے ہوٹل مونا کو میں قیام کیا اور اسی دن سے کام بھی شروع کر دیا..... لیکن پہلی ہی منزل پر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

تار گھر والوں نے بتایا کہ وہ خود بھی اس سلسلے میں کافی بیزار ہو چکے ہیں کیونکہ "ہنی مون" یہاں کسی کا بھی ٹیلی گرافک ایڈریس نہیں ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس پتہ پر تار آتے ہیں اور ردی کی ٹوکری کی نذر ہو جاتے ہیں۔

"کیا کچھ محفوظ بھی ہیں۔" حمید نے پوچھا۔

"ہو سکتا ہے..... میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔" پوسٹ ماسٹر نے کہا۔

تب حمید نے اسے اپنا کارڈ دیتے ہوئے کہا۔ "یہ بہت ضروری ہیں۔"

پوسٹ ماسٹر کا منہ کھلا اور پھر بند ہو گیا۔ اس کی پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئیں اور وہ کچھ دیر بعد بڑبڑایا۔ "یہی تو میں کہتا تھا کہ کچھ گڑبڑ ضرور ہے۔"

حمید چاروں طرف دیکھ کر بولا۔ "آپ کسی سے بتائیں گے نہیں کہ میں کون ہوں اور کیا چاہتا ہوں۔"

"جی ہاں..... قطعی نہیں..... قطعی نہیں۔" وہ حمید کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا پر تفکر لہجے میں بولا۔

معمر تھا اور الجھے ہوئے ذہن کا آدمی معلوم ہوتا تھا۔

حمید نے اسے غور سے دیکھا اور اپنی اس حماقت پر افسوس کرنے لگا جب میک اپ میں تھا تو اسے اپنی صحیح شخصیت سے آگاہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ "ہنی مون" ایک ٹیلی گرافک ایڈریس تھا۔ اُس پتے پر تار آتے تھے لیکن انہیں موصول کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ کیا اس پتے پر تار بھیجنے والے اس حقیقت سے لاعلم ہو سکتے ہیں کہ ان کے تار تقسیم نہیں کیے جا سکے؟ ایسی صورت میں "ہنی مون" والے تاروں کا سلسلہ ختم ہو جانا چاہئے تھا۔ لیکن پوسٹ ماسٹر کے بیان کے مطابق وہ اب بھی آتے رہتے ہیں؟

پوسٹ ماسٹر نے جلد ہی دس بارہ تار اس کے حوالے کیے اُن میں وہ دونوں تار بھی موجود تھے جو سیونتھ آئی لینڈ سے کسی "موبی" نے روانہ کیے تھے۔

"میں انہیں لے جانا چاہتا ہوں۔"

"بالکل لے جائیے جناب۔" پوسٹ ماسٹر نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ میرا خیال ہے کہ آپ مجھے ان کی رسید بھی عنایت کریں گے۔

"بالکل ..... بالکل.....!" حمید نے کہا اور کاغذ کے ایک ٹکڑے پر رسید لکھنے لگا۔

"کیوں صاحب.....!" پوسٹ ماسٹر بولا۔ "پولیس اس سلسلے میں مجھ سے جواب تو نہ طلب کرے گی۔"

"کس سلسلے میں.....!" حمید نے سر اٹھائے بغیر پوچھا۔

"یہی کہ میں اس معاملے کو پولیس کے علم میں کیوں نہیں لایا۔"

"آپ کیسے سمجھ لیتے کہ پولیس کو ان سے دلچسپی ہو سکتی ہے۔"

"یہی تو...... یہی تو......" وہ سر ہلا کر بولا۔

"بس اب اس سلسلے میں قطعی خاموشی اختیار کیجئے اور اس کے بعد بھی جو تار
انہیں میرے لئے احتیاط سے رکھ لیجئے۔"

"میں یہی کروں گا جناب...... یہی کروں گا۔"

حمید نے سارے تار سمیٹ کر بیگ میں رکھے اور وہاں سے چل پڑا۔ کاؤنٹر پر بیٹھی
ایک لڑکی اسے غور سے دیکھ رہی تھی۔ حمید اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا تھا اور لڑکی بھی
بے ساختہ قسم کی مسکراہٹ کو دباتی ہوئی دوسری طرف مڑ گئی تھی۔

کوئی اور موقع ہوتا تو شائد اس کی یہ مسکراہٹ اسے روک بھی لیتی لیکن اس وقت
اچھی طرح جانتا تھا کہ یہاں رکنا کسی طرح بھی مناسب نہ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ وہ تار
کردینے کے لئے تو بھیجے نہیں جاتے تھے۔ ان کا کوئی مقصد تھا جو کسی نہ کسی کو ضرور حا
ہوتا تھا۔ ہو سکتا ہے تار گھر ہی کے کسی فرد کے لئے وہ تار آتے رہے ہوں۔

بہر حال فریدی نے جو کام اسے سونپا تھا اس کی تکمیل ہو چکی تھی۔ اب وہ اُس کی ہدایا
حاصل کئے بغیر دوسرا قدم نہیں اٹھا سکتا تھا۔ ویسے ذاتی طور پر اپنی اس حماقت کا ازالہ تو کر
تھا کہ اس نے خود کو پوسٹ ماسٹر پر ظاہر کردیا تھا اور یہ ازالہ اس کے علاوہ اور کیا ہو
موجودہ میک اپ ختم کر کے کوئی دوسری وضع اختیار کرتا۔ لیکن مسئلہ تھا ہوٹل کا...... کیو
اس نے دو افراد کی رہائش کے لئے انگیج کیا تھا لیکن خود بھی میک اپ میں وہاں متعارف ہو
اس کے علاوہ کسی دوسرے میک اپ میں رہائش ناممکن ہو جاتی۔

ہوٹل پہنچتے پہنچتے تدبیر سوجھ ہی گئی اور اس نے کاؤنٹر کلرک سے کہا اگر کوئی مسٹر
وہاں آئیں اور اسے پوچھیں تو انہیں فوراً اس کے کمرے میں بھجوا دیا جائے، کیونکہ وہ اس
ساتھ قیام ہی کرنے کی غرض سے آرہے ہیں۔

راستے میں اس نے خیال رکھا تھا کہ کہیں کوئی اس کا تعاقب تو نہیں کر رہا اور ہوٹل
داخل ہوتے وقت قطعی طور پر مطمئن تھا کہ کوئی اس کے پیچھے نہیں آیا۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر کچھ دیر آرام کرنے کے بعد اس نے لباس تبدیل کیا اور م

اپ میں بھی تبدیلی کر کے باہر نکل آیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ کاؤنٹر کلرک سے کیپٹن خاور کے متعلق پوچھ رہا تھا۔

"آپ مسٹر پرویز ہیں؟" کاؤنٹر کلرک نے پوچھا۔

"جی ہاں...... جی ہاں۔"

"کیپٹن خاور کمرہ نمبر سترہ میں آپ کے منتظر ہیں۔"

"میں پہلے یہاں کبھی نہیں آیا...... کیا آپ کسی کو ساتھ نہ کردیں گے۔"

"ضرور...... ضرور......" کاؤنٹر کلرک نے ایک ویٹر کو اشارے سے بلا کر کہا۔ "کمرہ نمبر سترہ میں لے جاؤ۔"

کمرہ نمبر سترہ کے دروازے پر رک کر حمید نے دستک دی۔ چند لمحے کھڑا رہا اور پھر دروازے کو دھکا دے کر اندر چلا آیا۔

اب وہ کیپٹن خاور سے مسٹر پرویز ہو چکا تھا اور سوچ رہا تھا کہ فریدی کو اس تبدیلی کی اطلاع دینی چاہئے۔

لیکن اسی ہوٹل کا فون استعمال کرنا نامناسب سمجھا کیونکہ ایکس چینج پر بیٹھنے والی لڑکی ان کی گفتگو یقینی طور پر سن لیتی۔

شام تک وہ کمرے ہی میں پڑا رہا...... چھ بجے باہر نکلا...... سوچ رہا تھا کہیں سے فون پر سیونتھ آئی لینڈ کے ہوٹل سی سائیڈ ہیون سے رابطہ قائم کر کے فریدی سے گفتگو کرے۔

یہاں اور بھی کئی اچھے ہوٹل تھے۔ ڈائریکٹری دیکھ کر ایک کا انتخاب کیا۔ وہ چاہتا تو مقامی پولیس اسٹیشن سے بھی فون کر سکتا تھا لیکن اس کیلئے اسے پھر اپنی شخصیت ظاہر کرنی پڑتی۔

ہوٹل مونٹی کارلو کے ڈائننگ ہال میں داخل ہوتے وقت اسے ہوٹل کے آج کے تفریحی پروگرام کی ایک کاپی دی گئی...... وہ اسے لئے ہوئے ایک میز کے قریب جا بیٹھا۔

یہاں تک چلا تو آیا تھا لیکن اب سوچ رہا تھا کہ کسی ہوٹل سے فون کرنا تو بالکل ہی غیر محفوظ ہوگا کیونکہ ہر ہوٹل کا الگ ایکسچینج ہوتا ہے۔

اور آپریٹر ساری گفتگو سنتے ہیں۔ معاملہ ایسا تھا کہ تفصیل بیان کئے بغیر وہ پوری رپورٹ دے ہی نہیں سکتا تھا۔

”اونہہ دیکھا جائے گا۔ وہ دوسرے دن سیونتھ آئی لینڈ پہنچ جائے گا.....“

ویٹر سے کافی لانے کو کہا اور ریکریشن ہال کے پروگرام کی کاپی دیکھنے لگا۔ آج ٹوئیسٹ
تھی..... مغربی ٹوئیسٹوں کے ساتھ ہی ساتھ لڈی ٹوئیسٹ اور خیبر ٹوئیسٹ وغیرہ کے
نظر آئے اور اس نے سوچا کہ شام یہیں گذاری جائے۔

ویٹر کافی رکھ کر چلا گیا تھا..... وہ کافی پاٹ کا ڈھکن اٹھا کر سوندھی سوندھی بھاپ
اندوز ہوتا رہا..... پھر پیالی میں شکر ڈال کر کافی انڈیلنے جا ہی رہا تھا کہ بیساختہ چونک پڑا

قلندر بیابانی کی سکریٹری سائرہ اوپری منزل کے زینے طے کر کے ڈائننگ ہال
پر قدم رکھ رہی تھی۔

حمید نے متحیرانہ انداز میں سیٹی بجائی اور سر کا پچھلا حصہ سہلانے لگا۔

اب سائرہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ایک خالی میز کی طرف جا رہی تھی۔

حمید مطمئن تھا کہ وہ اسے پہچان نہ سکے گی لیکن سوچ رہا تھا کہ یہاں اُس کا کیا
نہیں وہ تنہا ہے یا قلندر بھی ساتھ ہے۔

جلد ہی یہ الجھن بھی رفع ہو گئی کیونکہ اس نے قلندر کو بھی زینے طے کر کے
دیکھا۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں ایک ہی میز پر نظر آئے۔ قلندر نے کاؤنٹر کلرک کو
ہدایات بھی دی تھیں۔

سائرہ بیزار بیزار سی دکھائی دیتی تھی اور وہ دونوں ہی خاموش تھے۔

حمید سوچ رہا تھا کہ کیا یہ اطلاع بھی فریدی کے لئے دلچسپ ثابت ہو سکے گی۔
ان کا ان معاملات سے کیا تعلق۔ ہو سکتا ہے یہ محض اتفاق ہو۔ پھر اُسے وہ نامعلوم آد
جو سائرہ کا تعاقب کیا کرتا تھا..... اور پھر وہ خنجر.....؟

کافی ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ حمید نے ویٹر کو اشارے سے بلا کر دوبارہ گرم کافی لا
اور پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

دھندلی اور ٹھنڈی روشنی میں آزاد کلب کے آرکسٹرا کی ہلکی ہلکی موسیقی کچھ
لگ رہی تھی۔ ذہن کے دھندلکوں میں بعض بھولی بسری یادیں اپنی مخصوص خوشبوئیں

پھیلانے لگی تھیں۔

وہ سائرہ میں کھویا رہا۔ پھر تازہ کافی آئی تھی اور وہ ہلکی ہلکی چسکیاں لیتے وقت مستقل
طور پر سائرہ ہی کو مرکز بنائے رہا تھا۔

اس نے سوچا کہ وہ اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش ضرور کرے گا۔

اتنے میں اس نے دیکھا کہ قلندر اس سے جلدی جلدی کچھ کہہ رہا ہے اور وہ بھی پوری
طرح اس کی طرف متوجہ ہو گئی ہے..... وہ سر ہلاتی رہی اور قلندر دونوں ہاتھ ہلا کر کچھ کہتا
رہا۔ پھر وہ اٹھا اور صدر دروازے سے باہر نکل گیا۔

سائرہ وہیں بیٹھی رہی۔

پندرہ بیس منٹ گذر گئے لیکن قلندر کی واپسی نہ ہوئی۔

حمید سوچ رہا تھا کہ مناسب موقع ہے وہ اٹھ کر سائرہ کی میز کے قریب آیا اور نہایت
ادب سے بولا۔ ”اگر میں غلطی پر نہیں تو یہ مشہور مصنف جناب قلندر بیابانی تھے۔“

”جی ہاں..... آپ کا خیال درست ہے.....“ سائرہ جلدی سے بولی۔ وہ کچھ بوکھلا سی
گئی تھی۔

”کیا پھر تشریف لائیں گے؟“

”ج..... جی..... پتہ نہیں۔“ وہ اسے غور سے دیکھتی ہوئی بولی کیونکہ وہ براہِ راست
اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔

غدار

”عرصہ سے ملنے کی خواہش تھی۔“ حمید نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ ”یوں تو ان کی
ساری تصانیف بھی پڑھی ہیں اور تصاویر بھی دیکھتا رہتا ہوں لیکن ملنا بھی چاہتا تھا..... غالباً وہ

یہیں مقیم ہیں۔"

"جی ہاں..... جی ہاں..... میں ان کی سیکریٹری ہوں۔"

"اوہ بڑی خوشی ہوئی۔" حمید بڑے مخلصانہ انداز میں کھل اٹھا۔ "کیا آپ مجھے
دیں گی کہ میں کچھ دیر آپ سے اپنے محبوب مصنف کی باتیں کروں۔"

وہ کچھ ہچکچائی پھر مسکرا کر بولی۔ "ضرور..... ضرور۔"

حمید کرسی کھسکا کر اسی میز پر جم گیا اور سعادت مندانہ انداز میں بولا۔ "بہت
شکریہ۔" سائرہ کچھ نہ بولی۔ حمید بڑی فنکارانہ مہارت کے ساتھ اپنی آواز کو بدلنے پر قا
کچھ دیر بعد اس نے کہا۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کے متعلق کیا پوچھوں؟ وہ کتنی
واپس آئیں گے۔"

"کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ صبح واپسی ہو۔ اپنے کسی دوست کے ہا
برج کھیلنے گئے ہیں۔ برج کے علاوہ انہیں اور کسی کھیل سے دلچسپی نہیں اور یہ دلچسپی ای
ہے کہ اکثر ساری رات کھیلتے رہ جاتے ہیں۔"

"اوہ..... اوہ.....!" حمید مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملتا ہوا بولا۔ "مجھے بے حد ا
ہے کہ اس وقت ملاقات نہ ہو سکے گی کیا آپ پھر کسی وقت مجھے ان سے ملا سکیں گی۔"

"بشرطیکہ وہ اس پر تیار ہوگئے۔" سائرہ نے جواب دیا۔ اب اس کی ہچکچاہٹ با
رہی تھی۔

"کیا عام طور پر اپنے مداحوں سے ملنا پسند نہیں کرتے۔"

"میں نے تو آج تک نہیں دیکھا کہ وہ اپنے کسی پڑھنے والے سے ملے ہوں۔"

"کیا انکار کر دیتے ہیں۔"

"جی ہاں! اکثر ایسے خطوط آتے رہتے ہیں جن میں اس خواہش کا اظہار ہوتا ہے
ہمیشہ جواب یہی لکھواتے ہیں کہ میں اس کے لئے وقت نہ نکال سکوں گا۔"

"بہت بڑے آدمی ہیں۔" حمید نے طویل سانس لی۔

"آخر آپ مل کر کیا کریں گے۔ اس سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔"

"فائدہ تو کچھ بھی نہیں ہوتا..... لیکن۔"

"تو پھر ملنا فضول ہی ہے۔"

"آپ سمجھتی نہیں..... وہ اتنے بڑے مصنف ہیں۔"

"بس صرف بڑے مصنف ہی ہیں اور کوئی خاص بات مجھے ان میں نظر نہیں آئی۔"

"آپ ہر وقت دیکھتی رہتی ہیں نا۔" حمید نے بے ڈھنگی سی ہنسی کے ساتھ کہا۔

"کیا آپ بھی یہیں مقیم ہیں۔" سائرہ نے پوچھا۔

"جی نہیں..... بس یونہی چلا آیا تھا۔"

"مجھے تو وحشت ہوتی ہے یہاں کے ماحول سے۔" سائرہ بولی۔

"جی ہاں.... کوئی خاص جگہ نہیں ہے۔ آپ لوگوں کو تو ہوٹل موناکو میں ٹھہرنا چاہئے تھا۔"

"دراصل میں ذاتی طور پر ہوٹلوں سے قطعی دلچسپی نہیں رکھتی۔"

"میں پھر عرض کروں گا کہ کسی اچھے ہوٹل میں ٹھہریئے۔ آپ یقیناً اُسے پسند کریں
گی۔ ویسے میرا خیال ہے کہ آپ دلچسپی لینا ہی نہیں چاہتیں۔"

"کیوں یہ کیسے کہا آپ نے۔"

ٹھیک ہی کہا ہے میں نے..... اس وقت آپ کی ہم عمر ساری لڑکیاں ریکریئشن ہال
میں ٹوئسٹ کر رہی ہوں گی..... آپ یہاں بیٹھی ہیں۔"

"مجھے ٹوئیسٹ کرنا نہیں آتا.....!"

"ٹوئیسٹ میں کیا رکھا ہے..... بس موسیقی کے اتار چڑھاؤ اور لے کے ساتھ جسم کو
تھرکاتی اور لچکاتی رہیے۔"

"مجھے شرم آتی ہے..... سوچ کر ہی شرم آتی ہے۔"

"ٹوئیسٹ ناچ نہیں بلکہ ورزش ہے۔"

"کچھ بھی ہو..... مجھے وحشت ہوتی ہے ان چیزوں سے۔"

"پھر بھی دیکھ لینے میں کیا ہرج ہے۔ اگر آپ کہیں تو ریکریئشن ہال کے ٹکٹ لاؤں۔"

"جی نہیں شکریہ۔"

"آپ واقعی عجیب ہیں۔" حمید مسکرایا۔

"قلندر صاحب اسے پسند نہیں کریں گے....." وہ بے بسی سے بولی۔

“کمال ہے..... کیا آپ نے ان کے ہاتھ اپنا سوچتا ہوا ذہن بھی فروخت کر دیا“

سائرہ کچھ نہ بولی۔ غالباً سوچ رہی تھی کہ جواب میں اسے کیا کہنا چاہئے۔

ٹھیک اسی وقت حمید سنبھل کر بولا۔ “معاف فرمایئے گا..... مجھے اس حد تک تکلف نہ ہونا چاہئے..... ہم ابھی ابھی تو ملے ہیں۔“

“نہیں..... نہیں۔“ سائرہ مسکرائی۔ “ایسی کوئی بات نہیں۔“

“تو پھر لاؤں ٹکٹ۔“ حمید نے احمقانہ انداز میں خوش ہو کر پوچھا۔

“لایئے۔“ وہ آہستہ سے بولی اور صدر دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔

حمید وہاں آیا جہاں ریکریئشن ہال کے ٹکٹ ملتے تھے۔ دو ٹکٹ خریدے اور پھر واپس آ

“چلئے.....!“ سائرہ سے اس نے کہا۔

“کہیں قلندر صاحب واپس نہ آ جائیں۔“

“اونہہ..... چھوڑیئے..... دیکھا جائے گا۔ اب تو میں ٹکٹ لے آیا ہوں۔“

“چلئے.....!“ وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی اور اٹھ گئی۔

ریکریئشن ہال میں خاصی چہل پہل تھی۔ انڈس ویلی چا چا چا بج رہا تھا لیکن رقاص اپنی میزوں سے نہیں اٹھے تھے۔

ایک ویٹر نے ایک خالی میز تک ان کی رہنمائی کی۔

وہ بیٹھ ہی رہے تھے کہ ایک جوڑا تھرکتا ہوا اپنی میز سے اٹھا اور رقص کے فرش پر آیا..... کچھ دیر تک صرف وہی دونوں ناچتے رہے پھر دوسروں نے بھی اُن کی تقلید شروع کی اور دیکھتے ہی دیکھتے پورا فرش بھر گیا۔

سائرہ منہ دبائے ہوئے ہنس رہی تھی۔

“آپ ہنس رہی ہیں.....!“ حمید بولا۔

“واقعی مجھے ہنسنا نہ چاہئے۔“ وہ یک بیک سنجیدگی اختیار کر کے بولی۔ “رونے کا مقام ہے..... یہ لڑکیاں جو کل تک پردے میں رہتی تھیں آج یہاں سینکڑوں مردوں کی موجودگی میں کتنی بے حیائی سے اپنے جسموں کو حرکت دے رہی ہیں۔“

حمید نے سوچا اب یہ صاحبزادی اخلاقیات پر بور کریں گی۔ لہٰذا جلدی سے بولا۔

“آپ سب سے پہلے قلندر صاحب کے ناول پڑھ لیتی ہوں گی۔“

“جی ہاں.....“ وہ خشک لہجے میں بولی۔ “میں ہی لکھتی ہوں لیکن لکھ لینے کے بعد قطعی یاد نہیں رہتا کہ کیا لکھا تھا۔“

“بڑی عجیب بات ہے۔“

“مجھے کسی قسم کے بھی ناول پسند نہیں۔“

“یعنی آپ کو ادب سے دلچسپی ہی نہیں۔“

“یہ میں نے کب کہا ہے۔“

“تو پھر کس قسم کا ادب پسند ہے آپ کو۔“

“انشائیہ یا پھر غنائیہ۔“

“یعنی شاعری اور تنقید وغیرہ۔“

“شاعر یا ور ایسیز.....!“

“کون سا شاعر پسند ہے..... آپ کو۔“

“ہر وہ شاعر جو خالص شاعری کرتا ہو۔ سیاسیات! اخلاقیات یا فلسفے پر بور نہ کرتا ہو۔“

“ابھی تو آپ اخلاقیات ہی سے متعلق کچھ کہہ رہی تھیں۔“

“نثر میں..... ہر چیز کا اپنا الگ مقام ہوتا ہے۔ ہیئر آئل میں بال سیاہ کرنے کی ادویات بلاشبہ ملائی جاسکتی ہیں لیکن ملیریا یا ٹائیفائیڈ کی دوائیں ہرگز نہیں ملائی جاسکتیں۔ ملائی بھی گئیں تو بے مصرف ثابت ہوں گی۔“

“آپ تو باقاعدہ بحث کر سکتی ہیں اس مسئلہ پر۔“

“جی ہاں..... کیوں نہیں؟“

“تو پھر اختر شیرانی پسند ہو گا آپ کو۔“

“مجھے پسند ہے۔“

“اگر آپ کوشش کریں تو ٹوئیسٹ بھی کر سکتی ہیں۔ سر سے پا تک نغمگی ہی نغمگی ہو کر رہ جائے گا۔“

“جی نہیں شکریہ۔ آپ ٹکٹ خرید چکے ہیں اس لئے صرف دیکھتی رہوں گی۔ ویسے اگر

آپ ناچنا چاہیں تو کسی اور کو تلاش کر لیجئے۔"

"مجھے آج تک ناچنے کا اتفاق ہی نہیں ہوا۔"

"تو بس پھر خاموشی سے دیکھتے رہئے۔"

"جی ہاں..... پھر اور کیا کروں گا۔" حمید نے مردہ سی آواز میں کہا۔

اور وہ اس کی مسمسی سی شکل دیکھ کر ہنس پڑی..... ٹھیک اسی وقت پلیٹ فارم سرے پر کھڑے ہوئے دو آدمی ان کی طرف مڑ کر تیزی سے میز کے قریب آئے اور نے اپنے داہنے شانے پر کسی سخت چیز کی چبھن محسوس کی۔

"ریوالور کی نال ہے۔" اس آدمی نے کہا جو اس کے سر پر مسلط تھا۔ حمید نے دوسرے کی طرف دیکھا جو سائرہ سے لگا کھڑا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے کوٹ کی جیب میں ریوالور ہو۔ حمید نے سائرہ کے چہرے کا رنگ اڑتے دیکھا۔

دوسرا آدمی اس سے پوچھ رہا تھا۔ "قلندر کہاں ہے۔"

"میں نہیں جانتی۔" اس نے پھنسی پھنسی سی آواز میں کہا۔

"تم بتاؤ.....!" اس بار اس آدمی نے کہا جو حمید سے لگا کھڑا تھا۔

"میں کیا بتاؤں..... تم کون ہو۔ الگ ہٹ کر کھڑے ہو۔ یہ کیا بدتمیزی ہے۔"

"بکواس کی تو گولی مار دوں گا۔ یہ ریوالور بے آواز ہے کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہو گی۔"

"لیکن میں کیا بتا سکوں گا کہ وہ کہاں ہے۔ اس کی سیکریٹری سے پوچھئے۔"

"تم کون ہو۔"

"عبدالودود.....!"

"ان لوگوں سے تمہارا کیا تعلق ہے۔"

"کچھ بھی نہیں! کچھ ہی دیر پہلے ہماری ملاقات ہوئی تھی۔"

"کیوں کیا یہ صحیح ہے۔" اس نے سائرہ سے پوچھا۔

سائرہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"چلو اٹھو..... تم دونوں۔" اس نے حمید کے شانے پر مزید دباؤ ڈال کر کہا۔

"ٹکٹ لے کر آئے ہیں جی..... یہ دیکھو۔" اس نے اپنے کوٹ کی جیب میں ہا

ڈالنے کے بہانے اس کے ہاتھ کو جھٹکا دیا جو اس کی کوٹ کی جیب میں تھا اور پھر دوسرے ہی لمحے میں اس کا مکا بھی اس کی ناک پر پڑا۔ وہ اچھل کر رقص کے فرش پر جا پڑا..... دوسری طرف الٹا ہاتھ اس آدمی کے منہ پر لگا جو سائرہ کی پشت پر کھڑا ہوا تھا۔ پھر ریکریئیشن ہال میں اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہو گیا۔ وہ دونوں باقاعدہ طور پر حمید پر جھپٹ پڑے تھے۔ سائرہ دیوار سے لگی کھڑی ہذیانی انداز میں چیخے جا رہی تھی۔

✡

سائرہ کی بدحواسی بڑھتی رہی لیکن اس کے باوجود بھی خود پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی۔ کئی بار سختی سے دانت پر دانت جمائے لیکن آواز تھی کہ نکلے ہی جا رہی تھی۔ وہ چیختی رہی اور ہال میں ہنگامہ برپا رہا۔

پھر دفعتاً چاروں طرف اندھیرا چھا گیا۔ ہال کے سارے بلب بجھ گئے تھے۔ اس کے بعد اس کی چیخیں بھی گھٹ کر رہ گئی تھیں۔ خود بخود نہیں بلکہ اندھیرے میں کسی کا ہاتھ اس کے منہ پر پڑا تھا اور سختی سے جم گیا تھا..... پھر اس کے پیر بھی زمین سے اکھڑ گئے تھے۔ کسی نے اسے اپنی کمر پر لاد لیا تھا۔ یہ سب کچھ اچانک ہوا تھا اس لئے اس کے اعصاب اسے برداشت نہ کر سکے اور اس کا ذہن بھی تاریکیوں میں ڈوب گیا۔

دوسری بار ہوش آنے پر محسوس ہوا جیسے وہ کسی گاڑی میں سفر کر رہی ہے۔ انجن کی تیز آواز کان کے پردے پھاڑ رہی تھی۔

اس نے اٹھنا چاہا لیکن کامیاب نہ ہوئی کیونکہ دونوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور وہ بائیں کروٹ پڑی ہوئی تھی۔ اس نے چیخنا چاہا لیکن آواز نہ نکلی اور ساتھ ہی محسوس ہوا کہ منہ میں حلق تک کپڑا ٹھونس دیا گیا ہے۔ اب تو اس کا دم گھٹنے لگا۔ ایسا محسوس ہونے لگا جیسے تھوڑی ہی دیر میں جان نکل جائے گی۔ پھر اس نے یہی مناسب سمجھا کہ اپنا دھیان بٹاتی

رہے..... لیکن یہ ہوا کیا؟ وہ دونوں کون تھے اور کیا چاہتے تھے۔ اس بیچارے کا پتہ
حشر ہوا ہو۔ کیا یہ لوگ قلندر کے دشمن ہیں؟ اور اس دشمنی کی نوعیت کیا ہے۔ لیکن
کیوں پکڑا گیا ہے۔ یہ لوگ اس سے کیسا برتاؤ کریں گے؟

ذہن سوچنے کے قابل ہوا تو گھگھی بندھ گئی۔ بُری طرح رعشہ پڑ گیا تھا سار
میں۔ انجن کی تیز آواز ذہن پر ہتھوڑے چلاتی رہی۔ خدا خدا کر کے گاڑی رکی اور کس
اسے اٹھایا..... کھلی فضا کی خنکی اس نے اپنے چہرے پر محسوس کی۔ لیکن آنکھیں کچھ
دیکھ سکیں کیونکہ باہر بھی اندھیرا ہی تھا۔

کچھ دیر بعد اس نے خود کو ایک عمارت میں پایا۔ یہ کافی کشادہ کمرہ تھا اور سلیقے
گیا تھا۔ ایک آدمی نے اس کے حلق سے کپڑا نکالا۔ پھر اسے ایک آرام کرسی میں ڈال د
کچھ دیر بعد کمرے میں اس آدمی کے علاوہ اور کوئی نہیں رہ گیا تھا اور وہ خاموشی سے
گھورے جا رہا تھا۔ لیکن یہ ان لوگوں میں سے نہیں تھا۔

یہ ان لوگوں میں سے نہیں تھا جنہوں نے ہوٹل میں ہنگامہ برپا کیا تھا۔ سائرہ کے
میں کانٹے پڑ گئے تھے اور کنپٹیاں سنسنا رہی تھیں۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا آتا جا رہا تھا
وہ آدمی میز کی طرف بڑھا جس پر پانی کا جگ اور گلاس رکھا ہوا تھا۔ اس نے گلاس م
انڈیلا اور خاموشی سے سائرہ کی طرف بڑھا دیا۔ گلاس لیتے وقت سائرہ کا ہاتھ بُری طرح
رہا تھا۔ گلاس پر گرفت مضبوط ہونے کے باوجود وہ محسوس کر رہی تھی جیسے گلاس ہاتھ
پھسلا جا رہا ہو۔

بدقت تمام اس نے چند گھونٹ حلق سے اتارے اور گلاس ہاتھ میں لئے سر جھ
بیٹھی رہی۔ اس آدمی نے گلاس اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔ "کا
ہو رہی ہے..... آپ اسے پی کر سکون محسوس کریں گی۔"

لہجے کی نرمی نے سائرہ کو اس کی طرف دیکھنے پر مجبور کیا۔ دراز قد اور جسیم آدمی
جبڑے بھاری تھے اور بائیں جبڑے پر زخم کا گہرا نشان تھا۔

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔" اس آدمی نے اسے اپنی جانب متوجہ
کہا۔ "آپ بُرے آدمیوں میں نہیں ہیں۔"

"لیکن..... لیکن.....!" سائرہ ہکلائی۔

"ہاں..... ہاں..... کہئے..... ڈریئے نہیں۔ یہاں آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔"

"مجھے یہاں اس طرح کیوں لایا گیا ہے؟"

"یہ بھی معلوم ہو جائے گا۔ آپ پہلے کافی پی لیجئے۔ اس طرح آپ سکون سے گفتگو بھی کر سکیں گی۔"

سائرہ کچھ نہ بولی۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کہاں آ پھنسی ہے۔ تھوڑی دیر بعد ایک بوڑھی عورت کافی کی ٹرے لائی۔ دراز قد آدمی نے اس سے ایک پیالی بنانے کو کہا اور خود دوسری طرف دیکھنے لگا۔ اس کے انداز سے بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی خاص بات ہی نہ ہو۔ سائرہ ایک معزز مہمان کی حیثیت سے یہاں آئی ہو اور اب وہ اس کی مدارات کر رہا ہو۔ کافی پی کر اس نے سچ مچ کافی سکون محسوس کیا اور اب وہ یہ جاننے کے لئے بے چین تھی کہ وہ پراسرار آدمی اس سے کیا چاہتا ہے۔

"میں آپ کو زیادہ دیر الجھن میں نہیں رکھنا چاہتا۔" وہ کچھ دیر بعد بولا۔ "آپ کب سے قلندر کے ساتھ کام کر رہی ہیں۔"

"چھ ماہ سے۔"

"کیا کرتی ہیں.....!"

"اپنے ناولوں کے مسودے ڈکٹیٹ کراتا ہے۔"

"ہوں.....!" وہ کسی سوچ میں پڑ گیا۔

میں یہ پوچھ رہی تھی کہ مجھے اس طرح یہاں لانے کا مقصد کیا ہے۔

"میں نے اس طرح نہیں لانا چاہا تھا۔ میرے آدمیوں سے غلطی ہوئی۔ انہوں نے سخت بدتمیزی سے کام لیا۔ انہیں اس کی سزا مل رہی ہے۔ اگر یقین نہ ہو تو میرے ساتھ آیئے۔ دکھاؤں آپ کو۔" وہ اٹھ گیا۔ سائرہ بھی غیر ارادی طور پر کھڑی ہو گئی اور اُس کے ساتھ چلنے لگی..... وہ دوسرے کمرے میں آئے اور سائرہ نے ان دونوں کو چھت سے الٹا لٹکا دیکھا جنہوں نے ہوٹل میں ہنگامہ برپا کیا تھا۔ قریب ہی ایک آدمی ہنٹر لئے کھڑا تھا۔

"انہیں اس کی سزا ضرور ملے گی....." سائرہ کے ساتھ والے آدمی نے کہا اور وہ

دونوں گڑگڑانے لگے۔ لیکن وہ انہیں کوئی جواب دیئے بغیر دروازے کی طرف مڑ گیا۔
سائرہ بھی اس کے ساتھ ہی پہلے والے کمرے میں آئی۔

"بیٹھیے۔" اس نے آرام کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ان بدبختو
گیا تھا کہ آپ سے قلندر کے متعلق معلومات حاصل کریں اور اگر کسی طرح ممکن ہو تو آپ
تک لائیں..... لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا کہ اس طرح لائیں جیسے لائے ہیں۔"

"آخر آپ چاہتے کیا ہیں..... قلندر صاحب کے بارے میں کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں؟"

"پہلے آپ مجھے بتایئے کیا آپ کو اپنے وطن سے محبت ہے۔"

"ہے کیوں نہیں؟"

"تو پھر آپ وطن کے لئے کیا کر سکتی ہیں۔"

"جان تک دے سکتی ہوں.....!" سائرہ نے کسی قدر جوش کے ساتھ کہا۔

"مجھے یہی توقع تھی..... میں آپ کے چہرے پر دیانتداری کا نور دیکھ رہا ہوں۔
ایسی ہی محب وطن معلوم ہوتی ہیں کہ وطن کے لئے سب کچھ قربان کر دیں۔"

وہ خاموش ہو گیا اور سائرہ اسے حیرت سے دیکھتی رہی۔ آخر وہ کہنا کیا چاہتا ہے۔ ا
کسی زخمی بھیڑیئے کی طرح غرایا۔ "قلندر غدار ہے..... وطن فروش ہے!"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" سائرہ بوکھلائے ہوئے انداز میں بولی۔

"میں غلط نہیں کہہ رہا اچھی لڑکی.....!" اب اس کا لہجہ پھر پہلے ہی کی طرح نرم

"مجھے حیرت ہے۔"

"غدار اپنے گلے میں تختیاں نہیں لٹکائے پھرتے۔ وہی ہوتے ہیں جن کے متعلق
بھی نہ جا سکے..... وہ ایک غیر ملک کے لئے جاسوسی کر رہا ہے۔"

"میرے خدا.....!" سائرہ اچھل پڑی۔

"جی ہاں.....!"

"تت..... تو..... آپ کون ہیں؟"

"میں..... اپنے متعلق کیا بتاؤں..... اچھا بتا دوں گا..... لیکن آپ کو اسے را
پڑے گا۔"

"میں تیار ہوں..... کسی سے بھی تذکرہ نہیں کروں گی۔"

"یوں نہیں..... ٹھہریئے.....!" اس نے کہا اور میز کی دراز کھول کر ایک چھوٹا سا
قومی پرچم نکالا اور اسے سائرہ کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "اسے ہاتھ میں لے کر رازداری کی قسم
کھایئے۔"

سائرہ چند لمحے کچھ سوچتی رہی پھر پرچم ہاتھ میں لے کر رازداری کا حلف اٹھایا۔

"اچھا تو سنیئے..... میں سیکرٹ سروس کا چیف ہوں..... قلندر کے سلسلے میں تفتیش
کر رہا ہوں لیکن بعض دشواریوں کی بناء پر اس کی نقل و حرکت پر نظر رکھنا ہمارے لئے قریب
قریب ناممکن ہوتا جا رہا ہے..... لہٰذا اب آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔"

"م..... میں..... بھلا میں کیا کر سکوں گی۔"

"ابھی کچھ دیر پہلے آپ کہہ رہی تھیں کہ وطن کے لئے جان بھی دے سکتی ہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے..... لیکن اس سلسلے میں کیا کر سکوں گی۔"

"قلندر کو پوری طرح اپنے اعتماد میں لینے کی کوشش کیجئے اور اس کی مصروفیات سے
ہمیں باخبر رکھیے ورنہ اگر وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو گیا تو یہ ایک بہت بڑا قومی نقصان ہوگا۔"

سائرہ کافی دیر تک اس مسئلے پر غور کرتی رہی پھر اس نے ہامی بھر لی اور کہا۔ "اب میں
سمجھی کہ وہ اپنے یہاں کیپٹن حمید کی آمد کیوں پسند نہیں کرتا تھا؟"

"اس کا کیا قصہ ہے؟" وہ چونک پڑا۔

سائرہ نے قد آور اور جسیم آدمی کی گمشدگی کی کہانی دہرائی جسے وہ غور سے سنتا رہا پھر
بولا۔ "یہ اچھی بات ہے کہ محکمہ سراغ رسانی والے بھی اس کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں۔ لیکن
دیکھئے آپ اس معاملے کا تذکرہ کیپٹن حمید یا اس کے چیف کرنل فریدی سے نہ کیجئے گا۔ ہمارے
محکمے الگ الگ ہیں۔ خصوصیت سے ہم سیکرٹ سروس والے کسی پر بھی اپنی شخصیت ظاہر نہیں
کر سکتے۔"

"جی ہاں..... میں جانتی ہوں۔ میں نے اس کے بارے میں کہیں پڑھا تھا۔"

پھر وہ سائرہ کو بتانے لگا کہ وہ کس طرح اس سے رابطہ قائم رکھ سکے گی اور وہ کس طرح
وقتاً فوقتاً اس سے ملتا رہے گا۔

واپسی

اندھیرا ہو جانے کے بعد حمید مختلف قسم کی چیخیں سنتا رہا کئی لوگ دوڑتے ہوئے اس سے ٹکرائے تھے لہٰذا فوری طور پر اسی میں عافیت نظر آئی کہ دیوار سے لگ کر کھڑا ہو جائے۔

"خبردار..... خبردار" کی صداؤں سے ہال گونج رہا تھا۔ کئی نسوانی چیخیں بھی اس نے سنی تھیں۔ دفعتاً مائیکروفون پر کسی نے کہا۔ "دروازے بند کر دیئے گئے ہیں۔ فیوز باندھا جا رہا ہے..... آپ لوگ جہاں ہیں وہیں ٹھہریں۔"

حمید نے سوچا یہ تو بہت بُرا ہوا۔ ہو سکتا ہے لوگوں نے اسے ان دونوں پر گھونسے برساتے دیکھ لیا ہو اور روشنی ہونے پر اسے پہچان بھی لیں لہٰذا وہ بڑی زحمت میں پڑ جائے گا۔

پھر کیا کرنا چاہئے۔ وہ دیوار سے لگا کھڑا سوچتا رہا۔ اتنے میں روشنی ہو گئی۔

لیکن اس کی طرف کون دھیان دیتا۔ لوگ تو ان لوگوں پر ٹوٹ پڑے تھے جنہوں نے اندھیرے سے فائدہ اٹھا کر وہاں دوسری بیہودگیاں شروع کر دی تھیں۔ حمید نہایت اطمینان سے ڈائننگ ہال میں چلا آیا۔

کئی میزیں خالی تھیں..... ایک پر نہ صرف جم گیا بلکہ بیٹھتے ہی اس انداز میں کافی طلب کی جیسے اس دوران میں محض ہلکی پھلکی تفریحات میں وقت گذارا ہو۔

کچھ لوگ چاروں طرف پوچھ گچھ کرتے رہے تھے! حمید نے نہایت اطمینان سے جیب سے وہ اسپرنگ نکالے جنہیں ناک کے نتھنوں کے اندر فٹ کر لینے سے ناک کی نوک اوپر اٹھ جاتی تھی..... اور اوپری ہونٹ بھی اس طرح سکڑ جاتا تھا کہ دانت نظر آنے لگتے تھے۔

چھان بین کرنے والے کئی لوگ اس کے قریب سے بھی گذرے لیکن کسی نے بھی

خصوصیت سے اس کی طرف توجہ نہ دی۔

وہ سائرہ کے متعلق سوچ رہا تھا۔ روشنی ہو جانے پر وہ آس پاس نہیں دکھائی دی تھی۔ یہاں ڈائننگ ہال میں بیٹھ کر بھی اس نے اسے ریکریئیشن ہال سے برآمد ہوتے نہیں دیکھا تھا۔ ممکن ہے اپنے کمرے میں چلی گئی ہو۔

کافی پی کر وہ پھر اٹھا اور دوبارہ ٹکٹ لے کر ٹہلتا ہوا ریکریئیشن ہال میں آیا۔

یہاں پولیس آ گئی تھی۔ ایک طرف پوچھ گچھ ہو رہی تھی اور دوسری طرف فلور شو جاری تھا۔ سائرہ کہیں نہ دکھائی دی۔ اس نے سوچا کاؤنٹر پر کمرے کا نمبر معلوم کرنا چاہئے۔ لہٰذا تھوڑی دیر وہاں ٹھہر کر پھر ڈائننگ ہال میں آ گیا۔

کاؤنٹر کلرک سے پوچھا کیا آپ مجھے قلندر بیابانی صاحب کے کمرے کا نمبر بتا سکیں گے۔

ایک آدمی جو اس کے قریب ہی کھڑا ہوا تھا کاؤنٹر کلرک کے بولنے سے پہلے بول پڑا۔ "چلئے میں بھی وہیں جا رہا ہوں۔"

حمید نے اسے نیچے سے اوپر تک دیکھا۔ دبلا پتلا اور متوسط قد والا آدمی تھا..... شخصیت ایسی ہی تھی کہ پہلی نظر پڑنے کے بعد دوسری غیر ضروری ہوتی۔

"چلئے.....!" حمید نے لاپروائی سے کہا۔

دو زینے طے کر کے دوسری منزل پر آئے اور حمید کا ساتھی پہلی راہداری میں مڑ گیا۔ وہ آگے تھا۔ حمید اس سے شائد دو یا تین قدم پیچھے رہا ہو گا۔

دفعتاً وہ مڑا اور رک گیا..... حمید نے اس کے ہاتھ میں اعشاریہ تین دو کا ریوالور دیکھا۔

اس کا بایاں ہاتھ ایک کمرے کے کھلے ہوئے دروازے کی طرف اٹھا ہوا تھا۔ گویا اسے اشارے سے اندر جانے کو کہا جا رہا تھا۔

حمید نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے اور چپ چاپ دروازے میں مڑ گیا۔ کمرہ خالی تھا۔

ریوالور والے نے اس سے کہا۔ "دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے دیوار سے لگ کر کھڑے ہو جاؤ..... تمہارا منہ دیوار کی طرف ہونا چاہئے۔"

"بڑی منحوس رات ہے۔" حمید نے بڑبڑاتے ہوئے اس کی ہدایات پر عمل کیا۔

وہ اس کی پشت سے ریوالور کی نال لگائے ہوئے اس کی جامہ تلاشی لیتا رہا۔ پھر پیچھے ہٹ کر بولا۔ "میری طرف مڑو۔"

"کیا قصہ ہے..... میں نہیں سمجھ سکتا۔" حمید غصیلے لہجے میں کہتا ہوا مڑا۔

"تم کون ہو.....!" ریوالور والے نے پوچھا۔

"عبدالودود.....!"

"قلندر سے کیوں ملنا چاہتے ہو۔"

"میرے خدا..... تو کیا کسی ایسے مصنف سے جو جاسوسی ناول لکھتا ہو ان مراحل سے گذرے بغیر ملاقات نہیں ہو سکتی۔"

"مگر کیوں ملنا چاہتے تھے؟"

"یار بس کیا بتاؤں..... شامت ہی سمجھ لو..... تصویر دیکھ رکھی تھی پہلے ڈائننگ ہال میں ملنا چاہا لیکن وہ حضرت کہیں چلے گئے۔ جس لڑکی کے ساتھ تھے وہ ان کی سیکریٹری نکلی..... کچھ دیر اس سے بھی باتیں رہیں اس نے وعدہ کیا کہ کل ملوا دے گی پھر اسے ریکریئیشن ہال میں لے گیا۔ وہاں دو آدمیوں نے ریوالور کی نالیں چبھا کر قلندر صاحب کا پتہ پوچھا۔ سیکریٹری نے لاعلمی ظاہر کی..... وہ زبردستی پر آمادہ ہوئے میں لڑ گیا۔ اتنے میں اندھیرا ہو گیا۔ پھر جو روشنی ہوئی تو وہ محترمہ غائب تھیں۔ میں نے سمجھا شائد اپنے کمرے میں چلی گئی ہوں۔ کمرے کا نمبر معلوم کر رہا تھا کہ تم ٹپک پڑے اور اب تم بھی ریوالور دکھا رہے ہو۔ آخر قصہ کیا ہے؟"

"قصہ میں تم سے پوچھ رہا ہوں دوست! مگر تم تو نہیں تھے اس کے ساتھ ریکریئیشن ہال میں۔"

"میں ہی تھا۔"

"ہرگز نہیں۔"

"تم آخر ہو کون! اور تمہیں کیا حق حاصل ہے کہ مجھ سے اس طرح پوچھ گچھ کرو"

"میں اس ہوٹل کا خانگی سراغ رساں ہوں..... سمجھے۔"

"اوہ.....!"

"لڑکی تمہارے ساتھ ہرگز نہیں تھی..... لیکن جھگڑا اُسی کی میز سے شروع ہوا تھا۔"

"جہنم میں گئی لڑکی۔ میں پوچھ رہا تھا تمہیں مجھے یہاں اس طرح لانے کی جرأت کیسے ہوئی۔"

"ہوٹل کے نظم و نسق کی ذمہ داری مجھ پر بھی عائد ہوتی ہے۔"

"لیکن اس طرح کسی شریف شہری کو ریوالور دکھا کر.....!"

"لڑکی کہاں ہے؟" خانگی سراغ رساں غرایا۔

"میں کیا جانوں۔"

"میں تمہیں پولیس کے حوالے کر دوں گا۔"

"یار کیوں خواہ مخواہ دھمکا رہے ہو..... خدارا ایسا نہ کرنا..... نہیں تو بڑی بدنامی ہوگی۔ میرے ہونے والے خسر کی دوکان یہاں سے قریب ہی ہے۔"

"مجھے اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے میں تم سے لڑکی کے متعلق پوچھ رہا ہوں۔"

"بہت اچھی ہے..... تبھی تو میں کہتا ہوں کہیں میرے ہونے والے خسر کو نہ علم ہو جائے۔"

"کیا تم سیدھی طرح گفتگو نہیں کرو گے۔"

"میری سمجھ ہی میں نہیں آرہا کہ مجھے کس طرح گفتگو کرنی چاہئے۔ ویسے ان دونوں حملہ آوروں میں سے ایک بہ آسانی پہچانا جا سکے گا۔"

"وہ کیسے.....؟"

"جھگڑے کے دوران میں اس کا پرس جیب سے نکل کر گر گیا تھا جس میں اُس کی تصویر موجود ہے۔"

"کہاں ہے..... لاؤ نکالو.....!"

حمید نے کوٹ کی اندرونی جیب سے اپنا پرس نکالا..... وہ جانتا تھا کہ اُس کی جامہ تلاشی لی جا چکی ہے اس لئے خانگی سراغ رساں غیر مطمئن نہ ہوگا۔ یہی ہوا بھی۔ اس نے پرس فرش پر ڈال دینے کے لئے کہنے کی بجائے آگے بڑھ کر اُس کی طرف ہاتھ بڑھایا..... حمید کا بایاں ہاتھ پرس سمیت آگے بڑھا اور ساتھ ہی دایاں بھی پوری قوت سے اس کی کنپٹی پر پڑا اور وہ کسی قسم کی آواز نکالے بغیر چکرا کر ڈھیر ہو گیا۔

پھر حمید یہ دیکھے بغیر کہ فرش پر گرنے کے بعد اس کا کیا حشر ہوا ہے بغ
دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

دوسرے ہی لمحے میں راہ داری طے کرتا ہوا زینوں کی طرف جارہا تھا۔ ناک
سے دونوں اسپرنگ نکال لئے تھے۔

ڈائننگ ہال سے بھی گذر گیا اور اب وہ سڑک پر تھا۔

ٹیکسی میں بیٹھتے وقت اس نے سوچا اب شائد ہی اس میک اپ میں یہاں آسکے ا
میں اسپرنگ موجود نہ ہوتے تو خانگی سراغ رساں نے اسے پہچان ہی لیا ہوتا کہ سا
ساتھ وہی تھا۔

"ہوٹل موناکر.....!" اس نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا اور ٹیکسی چل پڑی۔

قلندر کی شخصیت اچانک بہت زیادہ پُر اسرار ہو گئی تھی۔ وہ لوگ کون تھے اور انہ
اتنے جارحانہ انداز میں اس کے متعلق کیوں پوچھا تھا اور پھر سائرہ کہاں غائب
تھی؟..... کیا وہ اسے اٹھالے گئے تھے؟

وہ سوچتا اور پائپ میں تمباکو بھرتا رہا۔ فریدی کی اس ہدایت پر اس نے عمل نہ
کہ تمباکو رول کرکے پئے گا۔

سائرہ اب اس پُر وقار اجنبی سے بالکل خوفزدہ نہیں تھی۔

اس نے اسے ہدایات دی تھیں کہ کس طرح اس سے رابطہ قائم رکھ سکے گی۔
خاموش بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔

سائرہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب اُسے کیا کہنا چاہئے۔ دفعتاً یونہی بول پڑی۔
"کیپٹن حمید سے میری اچھی خاصی ملاقات ہے۔"

"ٹھیک ہے..... اچھی بات ہے۔" وہ چونک کر بولا۔ "لیکن آپ اسے اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتائیں گی۔ بعض ملکی معاملات ایسے ہوتے ہیں جن کا علم محکمہ خارجہ کے ایک مخصوص عہدے دار کے علاوہ اور کسی کو بھی نہ ہونا چاہئے۔ غالباً آپ میرا مطلب سمجھ گئی ہوں گی۔"

"جی ہاں..... میں اس کا تذکرہ اُس سے بھی نہ کروں گی۔"

"شکریہ..... کیا وہ یہاں موجود ہے۔"

"جی نہیں..... سونار میں اکثر ملاقات ہوتی ہے..... ابھی میں نے جس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے اسی سلسلے میں ملاقات ہوئی تھی۔"

"اوہ..... اچھا.....؟"

"اب مجھے واپس جانا چاہئے....." سائرہ بولی۔

"ہاں..... ٹھہریئے..... میں انتظام کرتا ہوں....." وہ اٹھتا ہوا بولا۔ سائرہ نے اسے کمرے سے باہر جاتے دیکھا اور خود وہیں بیٹھی رہی۔

وہ سوچ رہی تھی پتہ نہیں اس بیوقوف سے آدمی کا کیا حشر ہوا ہو جو مونٹی کارلو کے ریکریئیشن ہال میں اس کے ساتھ تھا..... ہنگامہ فرو ہونے کے بعد اس نے اُسے ضرور تلاش کیا ہوگا۔

قدموں کی آہٹ پر وہ چونک پڑی۔ وہ آدمی واپس آیا تھا۔ اس نے براؤن رنگ کا ایک پرس اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اُسے رکھ لیجئے..... ہماری طرف سے تحفہ ہے؟"

"اس میں کیا ہے؟" سائرہ نے تحیر آمیز لہجے میں پوچھا۔

"دو ہزار کی حقیر رقم.....!"

"ہرگز نہیں جناب..... میں جو کچھ بھی کروں گی ملک و قوم کے لئے ہوگا۔ اس کا معاوضہ لینا ہرگز پسند نہ کروں گی۔"

"یہ معاوضہ نہیں ہے....." بے حد نرم لہجے میں کہا گیا۔

"کچھ بھی ہو..... یہ ناممکن ہے۔ اگر آپ نے پھر اس کا نام لیا تو میں آپ کے لئے کچھ بھی نہ کرسکوں گی۔"

"واقعی.....!" وہ مضطربانہ انداز میں بولا۔ "آپ بہت اونچی ہیں..... قوم آپ مجھے بور کرنے سے کیا فائدہ.....
بھی فخر کرے کم ہے۔ میں اپنی اس حرکت پر نادم ہوں..... خدارا اسے بھول جائیے گا۔ پتہ نہیں یہ کیوں آیا۔"

"کوئی بات نہیں.....!" سائرہ ہنس پڑی۔

"اچھا آیئے میرے ساتھ.....!" وہ دروازے کی جانب بڑھتا ہوا بولا۔

وہ ایک طویل اور عریض راہداری میں آئے۔ یہاں ایک وین کھڑی تھی جس کا دروازہ کھول کر اس نے اسے اندر بیٹھنے کو کہا۔ اس کے بیٹھ جانے کے بعد دروازہ بند کر دیا۔

وین چل پڑی..... اُس کی کھڑکیاں بھی بند تھیں اور اندر ایک دھندلا سا بلب روشن تھا۔

سائرہ سوچ رہی تھی واقعی بہت محتاط لوگ ہیں۔ اگر اب وہ کوشش بھی کرے تو یہ نہیں بتا سکے گی کہ کس عمارت میں اُسے لے جایا گیا تھا۔ وین عمارت کے اندرونی حصے سے روانہ ہوئی تھی..... اور اس کا قطعی امکان نہیں تھا کہ وہ باہر سے عمارت کو دیکھ بھی سکتی۔

اُس وین کی بناوٹ بھی عام گاڑیوں سے مختلف تھی۔

اُس کے اندازے کے مطابق وین آدھے گھنٹے سے پہلے نہیں رکی تھی۔ پچھلا دروازہ کھول کر کسی نے بڑے ادب سے کہا تھا۔ "نیچے اُتر آیئے۔"

وہ اتری اور دروازہ کھولنے والے نے کہا۔ "ہم ہوٹل مونٹی کارلو کی پشت پر ہیں۔ دائیں جانب والی گلی سے گذر کر آپ عمارت کے سامنے مین روڈ پر پہنچیں گی..... اب ہمیں اجازت دیجئے۔"

سائرہ گلی کی طرف بڑھ گئی۔ مڑ کر دیکھا تک نہیں۔ حالانکہ چاہتی تو کم از کم وین کا نمبر تو معلوم ہی کر سکتی تھی۔

سڑک پر پہنچ کر ہوٹل کے صدر دروازے کا رخ کیا۔

اندر کئی الجھنیں منتظر تھیں۔ سب سے پہلے خانگی سراغ رساں ٹکرا گیا۔ اس سے باتیں ہوتی رہی اور پھر سراغ رساں نے پولیس انسپکٹر کو بھی بلوا لیا۔

"یہ کیا مصیبت ہے۔" سائرہ جھنجھلا کر بولی۔ "یہ ہوٹل ہے یا بدمعاشوں کا اکھاڑا۔ تم لوگ خود سوچو کہ اس اعلیٰ درجہ کے ہوٹل میں ایسا واقعہ

"خفا ہونے کی ضرورت نہیں محترمہ۔" خانگی سراغ رساں بولا۔ "ہم صرف یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ وہ لوگ کون تھے؟"

"میں کیا جانوں! میں نے انہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔"

"جھگڑا کیوں ہوا تھا۔"

"مجھ سے میرے باس کے متعلق پوچھ رہے تھے۔"

"مگر یہ تو ایسی بات نہیں جس پر ہنگامہ ہو جائے۔"

"ہنگامے کا ذمہ دار وہ آدمی تھا جو اس وقت میرے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اُسی نے ان میں سے ایک کے منہ پر گھونسہ مار دیا تھا۔"

"وہ کون تھا.....؟"

"میں اسے بھی نہیں جانتی۔"

"لیکن وہ آپ کے ساتھ بیٹھا تھا؟"

"بکواس مت کرو..... میرا نجی معاملہ ہے۔"

"لیکن ہوٹل کی انتظامیہ۔"

"میں اپنے باس کی عدم موجودگی میں قطعی گفتگو نہیں کر سکتی۔ ہٹو راستہ دو..... میں اپنے کمرے میں جاؤں گی۔"

"باس کی واپسی کب تک ہو گی۔" پولیس انسپکٹر نے پوچھا۔

"میں کچھ نہیں جانتی۔" اس نے کہا اور تیز رفتاری سے زینوں کی طرف بڑھ گئی۔ اس کا کمرہ قلندر کے کمرے کے برابر ہی تھا۔ اس کے روشندان بھی تاریک ہی تھے۔ قلندر غالباً ابھی تک واپس نہیں آیا تھا۔

اس نے اپنا کمرہ کھولا..... اندر داخل ہو کر سوئچ آن کیا..... اور دروازہ بند کر کے وہیں خاموش کھڑی رہی۔ دل شدت سے دھڑک رہا تھا..... بڑی الجھن محسوس کر رہی تھی۔ شام سے اب تک کتنی غیر متوقع چیزیں سامنے آئی تھیں۔

اس نے طویل سانس لی اور الماری سے شب خوابی کا لباس نکالنے لگی۔

اُسے یقین تھا کہ اب وہ لوگ قلندر کی واپسی سے قبل اسے بور کرنے کی جرأ
کریں گے۔ لباس تبدیل کر کے وہ لیٹ گئی۔ تھوڑی دیر تک تو بور ہوتی رہی تھی پھر
غنودگی نے ہلہ بول دیا تھا۔

اسے احساس تھا کہ وہ سو نہیں رہی لیکن پھر بھی وہ بیداری کی کیفیت بھی نہیں تھ
دفعتاً ذہن کو جھٹکا لگا اور آنکھیں پوری طرح کھل گئیں۔ کوئی دروازہ پیٹ رہا
بوکھلا کر اٹھ بیٹھی۔ حلق خشک ہو رہا تھا۔ اس نے پوچھنے کی کوشش کی کہ دستک دینے والا
ہے..... لیکن آواز نہ نکلی۔

دستک جاری رہی۔ بالآخر وہ اٹھی اور دروازے کے قریب پہنچ کر ایک بار پھر حلق
دیا اور پھنسی پھنسی سی آواز میں بدقت پوچھ سکی "کون ہے؟"

"دروازہ کھولو.....!" باہر سے قلندر کی آواز آئی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر چٹخنی گرا
قلندر دروازہ کھول کر اندر آیا۔

وہ اسے گھورتا رہا اور سائرہ خالی الذہنی کے عالم میں اسے دیکھتی رہی۔ پھر چونکی اور
کر تولیہ اٹھایا۔ اسے شانوں کے گرد لپیٹتی ہوئی مسہری کی طرف مڑ گئی۔

"کیا قصہ تھا.....؟" آخر کار قلندر نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"میں صبح واپس جا رہی ہوں..... ملازمت گئی جہنم میں۔" سائرہ نے تلخ لہجے میں کہا
شائد پہلی بار اس انداز میں قلندر سے گفتگو کر رہی تھی۔

"بتاؤ بھی تو کیا بات تھی؟"

"میں نہیں جانتی تھی کہ کچھ ایسے دشمن بھی آپ نے پال رکھے ہیں۔"

"کیسے دشمن.....!"

"وہ جو ریوالور دکھا کر دوسروں سے آپ کا پتہ پوچھتے پھریں۔"

"یہ میرے لئے ایک حیرت انگیز اطلاع ہے۔ تفصیل سے بتاؤ۔"

سائرہ نے سنبھالا لیا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اس نے احتیاط سے کام نہیں لیا۔ اب
سے اُس آدمی کے متعلق بھی بتانا پڑے جس نے خود کو سیکرٹ سروس کا سربراہ ظاہر کیا

پھر سوچا اس آدمی کے متعلق تو قلندر کو معلوم ہی ہو چکا ہوگا جس کے ساتھ وہ
ریکریئشن ہال میں گئی تھی لہٰذا اس کے متعلق کچھ چھپانا فضول ہی ہوگا۔

"تم خاموش کیوں ہو۔" قلندر نے جھنجھلا کر کہا۔

"کہانی آپ کے ایک فین سے شروع ہوتی ہے۔ آپ کے چلے جانے کے بعد اس نے
مجھ سے پوچھا تھا کہ آپ وہی مشہور مصنف ہیں نا جس کے ناول وہ بڑے شوق سے پڑھتا ہے۔
اس نے بتایا کہ وہ آپ کی تصویر پہلے کہیں دیکھ چکا تھا۔ میں نے اس کے اندازے کی تائید کی۔"

"بکواس ہے! میری تصویر آج تک شائع نہیں ہوئی۔" وہ کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"ہاں تو پھر.....؟"

سائرہ نے اُسے بتایا کہ کس طرح اُس نے اُسے ریکریئشن ہال میں چلنے کی دعوت دی اور
وہاں کس طرح دو اجنبیوں سے جھگڑا ہوا جو اس کا پتہ پوچھ رہے تھے..... پھر یہ کہانی اس طرح
ختم ہوئی کہ ہال میں اندھیرا ہو جانے کے بعد وہ بے تحاشہ باہر کی طرف بھاگی۔ اندھیرے میں
ٹھوکریں کھاتی اور اندازے سے چلتی ہوئی ڈائننگ ہال سے بھی گذر کر سڑک پر آگئی تھی.....
پھر بدحواسی میں جدھر منہ اٹھا چل پڑی..... پتہ نہیں کتنی دور پیدل چلنے کے بعد ایک کیفے میں
جا بیٹھی تھی..... کیفے میں تقریباً ایک گھنٹہ گذارنے کے بعد جب وہ دوبارہ سڑک پر آئی تھی تو
اُسے سمت کا اندازہ بھی نہیں تھا، مجبوراً ایک ٹیکسی میں بیٹھی اور ڈرائیور کو مونٹی کارلو کا پتہ بتا
کر اس طرح دوبارہ یہاں تک پہنچی۔

سائرہ کو خود پر حیرت ہو رہی تھی کہ اس بدحواسی کے عالم میں بھی اس نے کتنی
خوبصورتی سے کہانی کو دوسری ڈگر پر لگا دیا تھا۔

"پھر وہ تینوں آدمی تمہیں دوبارہ بھی یہاں دکھائی دیئے تھے۔" قلندر نے پر تفکر لہجے
میں پوچھا۔

"نہیں پھر وہ نہیں دکھائی دیئے۔"

"مجھے حیرت ہے..... مجھے حیرت ہے۔" قلندر بڑبڑاتا ہوا مسہری کے ایک گوشے پر
ٹک گیا۔

"کس بات پر حیرت ہے۔"

"اسی پر کہ ہمارے ملک کے پبلشرز ایسی چھچھوری حرکتیں بھی کر سکتے ہیں۔"

"پبلشرز......!" سائرہ نے حیرت سے پوچھا۔

"پھر اور کون میرا دشمن ہو سکتا ہے۔ وہ نہیں چاہتے کہ اب میری کتابیں مارکیٹ میں آئیں..... انہیں بڑا خسارہ ہو رہا ہے۔ میرے علاوہ لوگ اور کسی کو پڑھنا پسند نہیں کرتے"

سائرہ دل ہی دل میں ہنسی۔ لیکن کچھ بولی نہیں۔

"لیکن..... میں انہیں دیکھ لوں گا" قلندر مٹھیاں بھینچ کر غصیلے لہجے میں بولا۔

"میں تو ایسے حالات میں یہاں نہیں رک سکتی۔"

"تم پاگل ہو..... فکر نہ کرو۔"

"یہی حالات رہے تو ضرور پاگل ہو جاؤں گی۔ میں کہتی ہوں اگر اُس دھینگا مشتی کے دوران میں ریوالور چل جاتے تو کیا ہوتا۔"

"ریوالور.....!" وہ حقارت سے ہنسا۔ "محض دھمکی! تم کہتی ہو کہ ریوالور ان کی جیبوں میں تھے اور وہ جیب میں ہاتھ ڈالے ہوئے ان کی نالیں تمہارے چبھو رہے تھے..... کیا پتہ وہ فاؤنٹین پن رہے ہوں..... شش شش..... لاحول ولا قوۃ..... اچھا اب سو جاؤ..... دیکھوں گا اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔"

پھر وہ مزید کچھ کہے بغیر کمرے سے چلا گیا۔

پھر لڑکی

دوسری صبح خوشگوار تھی۔ حمید سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی بیدار ہو گیا تھا۔ حوائج ضروری سے فارغ ہو کر ناشتے کے لئے فون کیا۔ پچھلی رات مونٹی کارلو سے واپس آکر اس نے فریدی سے فون پر رابطہ قائم کیا تھا۔ زیادہ رات گذر چکی تھی اس لئے سیونتھ آئی لینڈ

کے لئے فوراً ہی لائن کلیر مل گئی تھی..... کال ایک ڈرگ سٹور سے کی تھی اور خاص خاص باتیں کوڈ ورڈز میں ہوئی تھیں۔ پوری رپورٹ سننے کے بعد فریدی نے کہا تھا کہ دوسری ہدایات ملنے تک وہ اس معاملے سے کوئی سروکار نہ رکھے۔

اب وہ سوچ رہا تھا کہ دن کس طرح گذارا جائے۔ نومی چار بڑی دلچسپ جگہ تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہاں تفریحاً آنے والے محض یہاں آکر روپیہ اڑانے کے لئے کماتے ہوں۔ کاسینوز میں اعلیٰ پیمانے پر جواء ہوتا تھا..... راتیں جاگتی تھیں اور دن سوتے تھے۔

سروں پر بالوں کے منارے بنانے والی لڑکیاں چست لباسوں میں تھرکتی پھرتیں۔ سگریٹ اور شیری پیتی ہوئی اس طرح چہکارتیں جیسے بحری پرندے اپنے شکار کا گوشت نوچتے وقت لرزتی ہوئی آواز میں سیٹیاں سی بجاتے ہیں۔ حمید اُن کے متعلق سوچتا رہا۔ وہ چلتی ہوئی بہت اچھی لگتی تھیں اور وہ ان کے چہرے نہیں دیکھ سکتا تھا..... بس کسی ایک کے پیچھے ہو لیتا اور کمر کے نیچے کی ہر تھرکن پر قربان ہوتا رہتا..... چہرے دیکھ کر کیا کرتا۔ وہ اگر ڈھنگ کے ہوتے تو چست لباسوں کی وبا ہی کیوں پھیلتی۔ اسی احساس کمتری نے تو اس گھٹیا قسم کی خود نمائی کی وبا پھیلائی تھی۔ دیکھو ہماری طرف دیکھو ضرور..... ہم صرف چہرہ ہی تو نہیں ہیں..... چہروں کا کیا..... وہ تو کچھ دنوں پہلے برقعوں میں چھپے رہتے تھے..... اب ہم نے اچانک برقعے اُتار پھینکے ہیں تو کیا اس بناء پر ہماری طرف نہیں دیکھو گے کہ ہمارے چہرے پر کشش نہیں ہیں..... تمہیں دیکھنا پڑے گا..... برقعے اس لئے تو نہیں اتارے کہ تم نظریں نیچی کئے ہوئے ہمارے قریب سے گذر جاؤ..... چہروں میں کیا رکھا ہے..... یہ دیکھو۔

وہ سوچتا رہا اور اس کی ریڑھ کی ہڈی میں گدگدی سی ہوتی رہی۔ ریڑھ کی ہڈی میں گدگدی کیوں نہ ہوتی۔ وہ کوئی مبلغ اخلاق تو تھا نہیں کہ ایسی باتوں پر اس کا خون کھولنے لگتا۔

لیکن اتنا تو وہ بھی سوچتا تھا کہ اس گھٹیا قسم کی نقالی کا کیا حشر ہو گا۔ یہ غیر متوازن آزاد روی کہاں لے جائے گی..... اچانک یہ چمگادڑیں اندھیرے سے اجالے میں نکل آئی ہیں..... یک بیک اتنی روشنی..... اب..... اب کدھر جائیں کیا کریں؟

وہ چونک پڑا۔ غالباً ویٹر نے دستک دی تھی۔

"آجاؤ.....!" حمید نے بلند آواز میں کہا اور ایک ویٹر ناشتے کی ٹرے اٹھائے ہوئے

کمرے میں داخل ہوا۔

ناشتہ دو آدمیوں کا تھا۔

"میرے ساتھی کیپٹن خاور پچھلی رات ففتھ آئی لینڈ چلے گئے..... اب صرف میں ہوں۔" حمید نے کہا۔

"بہت بہتر جناب۔" ویٹر نے مودبانہ کہا۔ "میں ایک سیٹ واپس لے جاؤں گا۔"

لیکن وہ وہیں کھڑا رہا۔

"کیا برتن لے کر ہی جاؤ گے۔" حمید نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

ویٹر نے جواب دینے کی بجائے اپنی جیب سے ایک کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا جس پر سیاہ رنگ کی بلی کی تصویر تھی۔

"اوہ.....!" حمید سیٹی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔ یہ فریدی کی بلیک فورس کا مخصوص نشان تھا۔

"کیا کہنا ہے؟" اس نے اسے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اطلاع ملی ہے کہ آج پھر ہنی مون کے پتہ پر ایک تار آئے گا۔ ہمارا ایک آدمی دیکھ رہا ہے کہ اُسے کسی طرح کار آمد بنایا جاتا ہے..... ٹھیک نو بجے آپ کو تار گھر کے آس پاس رہنا چاہیے۔ کوٹ کے کالر میں چمبیلی کے پھولوں کا چھوٹا سا خوشہ لگا لیجئے گا۔"

"اچھا.....!"

فریدی کی طرف سے خاص طور پر حمید کو پہلے ہی ہدایت مل چکی تھی کہ بلیک فورس کے کسی بھی نمبر سے کبھی کوئی غیر ضروری بات یا پوچھ گچھ نہ کرے لہٰذا اُس نے صرف "کچھ.....؟" پر اکتفا کی۔

ویٹر نے نفی میں سر کو جنبش دی اور دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔

حمید سوچ رہا تھا کہ یہ معاملہ اتنا ہی اہم ہو سکتا ہے کہ بلیک فورس بھی حرکت میں آجائے۔ وہ نکلے تھے قاسم کی تلاش میں..... پھر لانچ والا واقعہ پیش آیا۔ لانچ میں ایک لاش ملی..... اور لاش بھی کیسی جس کے بارے میں باور کرانے کی کوشش کی گئی تھی کہ وہ "... سے بھاگنے والے ہی کی ہو سکتی ہے؟ پھر فریدی کو ایک ایسے آدمی کا علم ہوا جو اس کی نگرانی

کر رہا تھا۔ اسی آدمی کی وساطت سے ایک ایسے ٹیلی گرافک ایڈریس کا پتہ چلا جس پر آئے ہوئے تار ردی کی ٹوکری کی نذر کر دیئے جاتے تھے۔ لیکن پھر بھی اس پتے پر نئے تار آتے رہتے تھے۔

کیا قاسم کی گمشدگی بھی اسی سلسلے کی کوئی کڑی تھی۔ یا اُس کا ان واقعات سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

ٹھیک نو بجے وہ تار گھر کے سامنے نظر آیا..... اس کے کوٹ کے کالر پر چمبیلی کے پھولوں کا چھوٹا سا گچھا لگا ہوا تھا۔

تقریباً سوا نو بجے اُس نے ایک ایسے آدمی کو تار گھر سے باہر آتے دیکھا جس کے متعلق پہلی ہی نظر میں یقین ہو گیا کہ موجودہ مہم اُس کی ذات سے تعلق رکھتی ہے۔ کیونکہ اُس کے کوٹ کے کالر پر بھی چمبیلی کے پھول نظر آ رہے تھے۔

وہ ایک جانب چلنے لگا..... حمید تھوڑے فاصلے سے اُس کا تعاقب کرتا رہا..... کچھ دور چلنے کے بعد وہ ایک کیفے میں داخل ہوا۔ حمید نے دیکھا کہ اب پھولوں کا گچھا اس کے کالر پر نہیں ہے۔ حمید بھی اس کے پیچھے ہی کیفے میں داخل ہوا۔ وہ آدمی ایک کیبن میں بیٹھ رہا تھا..... حمید نے بھی اسی کیبن کا پردہ ہٹایا اور ویٹر کو چائے کا آرڈر دیتا ہوا اسی کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

اس آدمی نے اپنی جیب سے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ نکالا اور حمید کے سامنے ڈال دیا اور پھر کچھ کہے بغیر اٹھ کر دوسرے کیبن میں جا بیٹھا۔

اب حمید تنہا رہ گیا تھا۔ اُس نے کاغذ کی تہہ کھول کر اُسے میز پر پھیلا دیا اور پڑھنے لگا۔

پیغام نمبر ا "وہ کہیں چلا گیا ہے..... اس بار مجھ سے غفلت ہوئی..... موبی۔"

یہ تار سیونتھ آئی لینڈ سے آیا تھا۔ اس کے بعد ہی دوسرا پیغام تھا۔

"جھیل پر نظر رکھی جائے..... اجمل فشریز.....!"

یہ پیغام سونار سے آیا تھا۔

ان پیغامات کے بعد لکھنے والے کا نوٹ تھا۔

"لیڈیز کاؤنٹر پر بیٹھنے والی لڑکی نے یہ پیغام سادہ کاغذ پر تحریر کر کے اپنے وینٹی بیگ میں

ڈال لئے تھے۔ دوسرا پیغام غیر متوقع طور پر آیا ہے۔ مجھے اس کی اطلاع نہیں تھی۔"

ویٹر چائے لایا..... اس نے اس سے بل لانے کو بھی کہا اور جلدی جلدی ایک

کی..... اب اُسے کاؤنٹر پر بیٹھنے والی لڑکی کی نگرانی کرنی تھی..... لڑکی کو اس نے پہلے بھی دیکھا تھا۔ کافی اسمارٹ اور دلکش تھی۔ تھی تو دیسی ہی لیکن اسکرٹ اور بلاؤز میں تھی۔ حمید نے محسوس کیا تھا کہ اپنی رنگت کی مناسبت سے لپ اسٹک کے انتخاب کا رکھتی ہے۔ بھرے بھرے سے سلگتے ہوئے ہونٹ تھے۔

یہ کام دلچسپ ثابت ہوگا۔ حمید نے سوچا۔ لڑکیوں کی نگرانی کر کے اسے ہمیشہ خوشی ہوتی تھی خواہ وہ اپنے وینٹی بیگ میں اعشاریہ دو پانچ کے پستول ہی کیوں نہ رکھتی ہوں

کیفے سے نکل کر اس نے پھر تار گھر کی راہ لی اور ٹھیک اس وقت پھاٹک پر پہنچا جب باہر نکل رہی تھی۔

اُس نے سوچا ستارے موافق ہیں۔ خواہ مخواہ جھک نہیں مارنی پڑی۔

لڑکی کچھ دور تو پیدل چلی..... پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ گئی۔ یہاں بھی ستاروں نے کا ساتھ دیا ورنہ ضروری نہیں تھا کہ ٹھیک اسی وقت اُسے بھی کوئی ٹیکسی مل ہی جاتی۔

تعاقب جاری رہا۔ آخر ایک جگہ اگلی ٹیکسی رک گئی۔ لڑکی نے کرایہ ادا کیا اور جانب والی دوکانوں میں سے ایک میں داخل ہوگئی۔

حمید نے بھی اپنی ٹیکسی رکوادی تھی اور ڈرائیور معنی خیز انداز میں مسکرا رہا تھا۔ حمید کرایہ ادا کرنے لگا تو اس نے اسے آنکھ مار کر کہا۔ "صاحب کیا رکھا ہے ان کے میں..... شوق ہو تو میرے ساتھ چلئے۔"

"چھ مہینے سے اس کے چکر میں ہوں۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا اور خود اُسی دوکان کی طرف بڑھ گیا۔ لیکن جیسے ہی اس کے سامنے پہنچا پیروں تلے سے زمین نکل

دوکان کے دو دروازے تھے۔ ایک اس سڑک کی طرف اور دوسرا عمارت کی پشت سڑک پر کھلتا تھا۔ دوکان کے کاؤنٹر پر ایک آدمی نظر آیا اس کے علاوہ وہاں اور کوئی نہیں تھا

"چوٹ ہوگئی.....!" وہ بڑبڑایا۔

لیکن اب کیا ہو سکتا تھا..... شائد اب وہ اس کی گرد کو بھی نہ پا سکتا۔

طوعاً و کرہاً دوکان میں داخل ہوا۔

"فرمایئے جناب۔" دوکاندار اسٹول سے اٹھتا ہوا بولا۔

"نکی ابھی آئی تھی یہاں۔" حمید نے اندھیرے میں تیر پھینکا۔ ورنہ اُسے کیا پتہ کہ وہ نکی تھی یا نو بہار۔

"لاحول ولا قوۃ۔" دوکاندار نے چڑچڑاہٹ کا مظاہرہ کیا۔ "اُدھر کا دروازہ کھلا رکھنے کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ یہ عام راستہ ہے۔ میں آپ کو تو ہرگز نہ جانے دوں گا"

وہ کاؤنٹر پر چڑھ کر نیچے اترا اور حمید کی راہ میں حائل ہو گیا۔

"تم غلط سمجھے..... سالٹش بسکٹ کا ایک ڈبہ دینا۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

علاقے کے تھانے کا انچارج قلندر بیابانی سے کہہ رہا تھا۔ "یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ اس طرح آپ جیسے بڑے مصنف سے ملاقات ہوگئی ورنہ عام آدمیوں کی پہنچ آپ تک کہاں؟"

قلندر گردن اکڑائے سنتا رہا..... سائرہ شدت سے بور ہو رہی تھی کیونکہ پچھلی رات ہی قلندر کی عظمتوں کے منارے اس کے ذہن میں منہدم ہو چکے تھے۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اگر اس پولیس انسپکٹر پر اصلیت واضح ہو جائے تو اچانک کیا ہوگا۔

"میں کہتا ہوں آپ صرف اشارہ کر دیجئے پھر میں دیکھ لوں گا۔" سب انسپکٹر نے کہا۔

"بھئی میں کیا بتاؤں..... میرا کوئی دشمن نہیں ہے۔ دشمن بھی وہی شخص بنا سکتا ہے جو دوست بنانے کی صلاحیت رکھتا ہو..... میں الگ تھلگ زندگی بسر کرنے کا عادی ہوں..... کسی سے کسی قسم کا تعلق ہی نہیں رکھتا..... پھر بتایئے میں کیا بتا سکوں گا؟"

"تب تو پھر مجھے کہنے دیجئے کہ یہ سب کچھ محض آپ کی سکریٹری صاحبہ کیلئے ہوا تھا۔"

"کیا مطلب.....!"

"کیا عرض کروں..... جب سے عصمت فروشی قانونی طور پر ممنوع قرار پائی ہے
چکلے اٹھا دیئے گئے ہیں ایسی بد نظمی پھیل رہی ہے..... ایسی بد نظمی پھیل رہی ہے..... کیا
بتاؤں۔"

سائرہ کو غصہ آگیا لیکن کچھ بولی نہیں۔

"ہو سکتا ہے..... یہی بات ہو۔" قلندر نے لاپروائی سے کہا۔

اس پر سائرہ کو اور زیادہ تاؤ آیا۔ لیکن خون کے گھونٹ پی کر رہ گئی۔

قلندر نے بھی چپ سادھ لی تھی اس لئے پولیس انسپکٹر اٹھ گیا۔ اس کے چلے جانے کے
بعد سائرہ نے کہا۔

"سخت بدتمیز آدمی معلوم ہوتا ہے۔"

"کیوں بدتمیز کیوں؟"

"بیہودہ باتیں کر رہا تھا۔ اس کا سلیقہ بھی نہیں رکھتا کہ کن لوگوں کی موجودگی میں کس
قسم کی گفتگو کرنا چاہئے۔"

"ہر ایک کے سامنے ہر قسم کی گفتگو کی جا سکتی ہے۔" قلندر نے لاپروائی سے شانوں کو
جنبش دی۔

سائرہ بُرا سا منہ بنا کر رہ گئی۔ تھوڑی دیر بعد بولی۔ "میں تو ایسے حالات میں یہاں نہیں
ٹھہر سکتی۔"

"کیسے حالات میں۔"

"ارے..... پچھلی رات.....!"

"اُسے بھول جاؤ..... یقیناً وہ کسی قسم کی غلط فہمی کا نتیجہ تھا۔"

"میں کیسے یقین کرلوں۔"

"میں کہہ رہا ہوں۔" قلندر آنکھیں نکال کر بولا۔ دونوں کی نظریں ملیں اور سائرہ کانپ
کر رہ گئی۔ ایسا لگا جیسے ہاتھ پیروں کی جان نکل گئی ہو۔ اس وقت قلندر کی آنکھیں کیسی خونخوار
لگ رہی تھیں۔

اس نے سر جھکا لیا..... وہ ڈرپوک نہیں تھی۔ ڈرپوک ہوتی تو پچھلی ہی رات اس

ہسٹریا کے دورے پڑنے لگتے۔ اُس نے جس کام کے لئے سیکرٹ سروس کے چیف سے ہامی
بھرلی تھی کسی ڈرپوک لڑکی کے بس کا روگ نہیں تھا۔

بہر حال ڈرپوک نہ ہونے کے باوجود بھی قلندر کے بدلے ہوئے تیور کی تاب نہ
لا سکی۔ وہ ہمیشہ سے اس کی شخصیت میں کوئی عجیب سی چیز محسوس کرتی رہی تھی۔ وہ چیز جو کھل
کر سامنے نہ آتی ہو۔ وہ اُسے کوئی نام بھی نہیں دے سکتی تھی۔

اُسے وہ دوپہر یاد آئی جب قلندر نے اپنی پالتو بلی کو بے دردی سے مار ڈالا تھا۔ اُس وقت
اُسے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے قلندر کی شخصیت کا وہ ڈھکا چھپا پہلو کسی قدر واضح ہو گیا ہو۔

اس سچویشن کو یاد کر کے وہ کانپ گئی۔ اس وقت بھی اُس کے بدلتے ہوئے تیور میں اُسی
کیفیت کی جھلک نظر آئی تھی۔

"سنو.....!" کچھ دیر بعد قلندر غرایا۔ "اگر اُس واقعہ کا تعلق میری ذات سے تھا بھی تو
میں اتنا بودا نہیں ہوں کہ اپنی سیکریٹری کو اُس سے خوفزدہ ہو جانے دوں۔"

"میں کچھ اور کہہ رہی تھی.....!" وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔

"مناسب یہی ہے کہ تم کچھ بھی نہ کہو..... تمہاری واپسی میری توہین ہو گی۔"

"تو آپ کو اندازہ ہو گیا ہے کہ وہ کون تھے؟"

"قطعی نہیں..... لیکن میں یہ ضرور جاننا چاہوں گا کہ وہ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں اور
اب تم مجھے اُس تیسرے آدمی کے بارے میں دوبارہ بتاؤ جو تمہیں ریکریئیشن ہال میں لے
گیا تھا۔"

"میں اُس کے بارے میں کیا بتاؤں؟"

"وہ کیا چاہتا تھا۔"

"کہا یہی تھا کہ آپ سے ملنا چاہتا ہے۔"

"اُس کا حلیہ بیان کرو۔"

"حلیہ کیا بتاؤں..... جوان اور وجیہہ تھا۔"

"کوئی ایسی خاص بات جس کی بناء پر وہ پہچانا جا سکے"

"ایسی تو کوئی چیز یاد نہیں آرہی ہے۔"

"ہاؤز ڈیٹکٹیو کہتا ہے کہ اس کی ناک کی نوک اوپر اٹھی ہوئی تھی۔ اوپری ہونٹ کچھ اس طرح اٹھا ہوا تھا کہ اگلے دانت نظر آتے تھے۔"

"نہیں.....!" سائرہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

قلندر نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیوں.....؟ کیا تم ایسے کسی آدمی کو جانتی ہو۔"

"نن..... نہیں تو۔" سائرہ ہکلائی۔ وہ کیپٹن حمید کے متعلق سوچ رہی تھی جو ایک بار اُسے ایسے ہی میک اپ میں ملا تھا۔

"تم اس کے تذکرے پر کسی قدر متحیر نظر آئی تھیں۔"

"نہیں تو.....!"

"اُس نے ہنگامے کے بعد ہی کاونٹر پر میرے کمرے کا نمبر پوچھا تھا اور ہاؤز ڈیٹکٹیو اسے اوپر ایک خالی کمرے میں لے گیا تھا وہاں اس نے اسے بتایا تھا کہ وہی تمہاری میز پر تھا۔"

"یہ قطعی غلط ہے..... وہ آدمی بدصورت نہیں تھا۔"

"بہرحال اُس نے ہاؤز ڈیٹکٹیو کی کنپٹی پر اتنے زور سے گھونسہ مارا تھا کہ وہ بیہوش ہو گیا تھا۔ اس طرح اسے نکل جانے کا موقع مل گیا۔"

"آپ میری الجھنوں میں اضافہ کر رہے ہیں۔"

"کیوں.....؟"

"آخر یہ لوگ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں..... یقین کیجئے وہ آدمی اس حلئے کا نہیں تھا جو ہاؤز ڈیٹکٹیو نے بیان کیا ہے؟"

"تمہارا خیال صحیح ہے۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "ہاؤز ڈیٹکٹیو بھی یہی کہتا ہے کہ وہ اس آدمی سے مختلف تھا جو تمہاری میز پر دیکھا گیا تھا۔"

"پھر آپ مجھ سے ایسی گفتگو کیوں کر رہے تھے۔"

"جاننا چاہتا تھا کہ کہیں وہ لوگ تم سے تو کسی قسم کا تعلق نہیں رکھتے..... ہو سکتا ہے پولیس انسپکٹر کا خیال صحیح ہو۔"

"اچھی بات ہے۔" سائرہ جھنجھلا گئی۔ "پہلے میں واپس جانا چاہتی تھی اب اس بات کی مجھے رکنا پڑے گا کہ میں بھی دیکھ سکوں کہ وہ کون ہیں اور مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔"

قلندر کچھ نہ بولا..... اُس کی نظر میز کی سطح پر جمی ہوئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد قلندر بڑبڑایا۔ "ایک اچھے خاصے ناول کا پلاٹ مل رہا ہے۔ سیکریٹری کا راز.....!" پھر سر اٹھا کر بولا۔ "سچ بتاؤ تم کون ہو۔"

"میں سلطانہ رضیہ بیگم ہوں۔" سائرہ جل کر بولی۔

"بتاؤ..... خدا کے لئے بتاؤ..... بڑا شاندار ناول تیار ہوگا۔"

"میں چودھری عبدالغفور ریٹائرڈ قانون گو کی بیٹی سائرہ ہوں..... آپ عرصہ سے جانتے ہیں۔"

"اس کے باوجود بھی میں تمہیں نہیں جانتا۔"

"تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔"

"خیر میں دیکھوں گا کہ تم کون ہو۔"

اس ساری گفتگو کے دوران میں اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ بھی نہیں دکھائی دی تھی اور بے حد سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔

"میں کس جنجال میں پھنس گئی ہوں.....!" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

"میں نے بہت بڑے بڑے معمے حل کئے ہیں۔ جاسوسی ناول لکھتا ہوں۔ اسے بھی دیکھوں گا..... فکر نہ کرو۔"

"کس بات کی فکر نہ کروں؟" سائرہ نے کہا اور محسوس کیا کہ وہ خواہ مخواہ بکواس کئے جارہی ہے۔ کیوں نہیں اس معاملے کو یہیں ختم کر دیتی۔

"اس بات کی فکر نہ کرو کہ کہیں تمہارا راز ظاہر نہ ہو جائے۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ کوئی بات میری ذات سے آگے نہ بڑھے گی۔"

"ارے آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔"

"یقین کرو سائرہ..... میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں لیکن فی الحال یہ نہیں سمجھ سکا کہ تم ایسی زندگی کیوں گذار رہی ہو اور عبدالغفور کو اس پر کس طرح آمادہ کیا؟"

"کس بات پر کس طرح آمادہ کیا۔" وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولی۔ "کہیں میں پاگل

نہ ہو جاؤں۔"

اس پر اس نے اُسے پہلی بار مسکراتے دیکھا۔ اپنی ملازمت کے دوران میں پہلی
اس نے کہا۔ "اچھا اٹھو چلو میرے ساتھ..... ابھی بتائے دیتا ہوں۔ لیکن پھر تم بھی
بھی نہ چھپا سکو گی۔"

وہ مشینی طور پر اٹھ گئی۔

دونوں اوپری منزل پر آئے۔ قلندر نے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا۔

"بیٹھ جاؤ.....!" وہ کرسی کی طرف اشارہ کرتا ہوا اس طرف بڑھ گیا جہاں اُس
کیس رکھا ہوا تھا۔

واپسی پر سائرہ نے اس کے ہاتھ میں کیبنٹ سائز کی ایک تصویر دیکھی اور پھر
تصویر خود اس کے ہاتھوں میں آئی تو وہ بے ساختہ اچھل پڑی۔ تصویر خود اس کی تھی۔ لِ
پر تاج تھا اور اس نے جو لبادہ اپنے گرد لپیٹ رکھا تھا ویسا شائد کبھی خواب میں بھی نہ دیکھ
اُس پر زردوزی کا گھنا کام دور سے بھی واضح تھا..... تصویر فلمی نہیں بلکہ کیمرے کی تھی۔

"یہ..... یہ....." سائرہ ہکلائی۔

"آپ پریشان نہ ہوں شہزادی صاحبہ۔" وہ پر معنی انداز میں مسکرایا۔

"میں جانتا ہوں کہ آپ گزران اسٹیٹ کی شہزادی ہیں..... شہزادی دردانہ.....!"

"میں سچ مچ پاگل ہو جاؤں گی۔" وہ اس طرح بولی جیسے نیند میں بڑبڑا رہی ہو۔

شہزادی کی کہانی

قاسم نے "اون ہپ" کا نعرہ لگایا اور بڑی سی میز اوپر اٹھتی چلی گئی جس پر لیڈی
اپنی ہی جیسی تین لمبی تڑنگی لڑکیوں سمیت بیٹھی ہوئی تھی۔

قاسم نے میز کے دو پائے مضبوطی سے پکڑ رکھے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے میز اس کے سر
سے بلند ہو گئی۔ لڑکیاں چیختی اور قہقہے لگاتی رہیں..... کچھ دیر وہ اُسے اسی طرح اٹھائے رہا پھر
لیڈی جاوید اپنی ہنسی پر قابو پانے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔ "اب بس بھی کرو.....
منور.....!"

"نا ہیں..... آ بھی..... تو..... مائیں..... دوڑ..... لا گاؤں..... غا.....!" قاسم
رک رک کر بولا۔

اور لڑکیاں چیخنے لگیں..... "نہیں..... نہیں..... ہلنا بھی مت۔"

"منور میز رکھ دو.....!" لیڈی جاوید نے ذرا ڈپٹ کر کہا اور یہ بگڑا ہوا ہاتھی قابو میں
آگیا۔ جیسے وہ ڈپٹ مہاوت کا آنکس ثابت ہوئی ہو۔

وہ آہستہ آہستہ میز کو نیچے لایا..... اور اس کے چاروں پائے فرش پر ٹک گئے۔ ایسا
کرنے کے لئے اسے بیٹھنا پڑا تھا اس لئے توازن برقرار نہ رکھ سکا اور منہ کے بل میز کے نیچے
چلا گیا۔ ایسا گرا کہ پھر نہ اٹھ سکا۔ لڑکیوں نے میز سے کود کود کر اُسے اٹھایا۔

"اب بتاؤ.....!" قاسم نے آنکھیں نکال کر لیڈی جاوید سے پوچھا۔ "تم جھوٹ سمجھتی
تھیں۔"

"سچ کہتی ہوں حیرت کے مارے مری جاتی ہوں..... یاد داشت کھو بیٹھنے سے پہلے تم
اتنے طاقتور نہیں تھے۔"

"ٹھینگے پر گئی یاد داشت..... واداشت..... مجھے بھوخ لغی ہے۔"

"اوہ..... چلو..... چلو..... ڈائننگ روم میں۔ اب ہم کھانا ہی کھائیں گے.....
تمہارے پاپا شائد اس وقت باہر کہیں کھائیں گے۔"

"چلو ٹھیخ ہے۔" قاسم سر ہلا کر بولا۔ "اتنے کمسن پاپا مجھے زہر لگتے ہیں۔"

وہ ڈائننگ روم میں آئے۔ قاسم کے لئے الگ میز لگائی گئی تھی جس پر وہ تنہا نظر آیا۔
چاروں عورتیں دوسری میز پر تھیں۔ غالباً اب یہاں اُس کی خوش خوراکی کا مظاہرہ ہونے
والا تھا
لیکن قاسم کو اس کی پرواہ نہیں تھی کہ کیا ہو رہا ہے۔ وہ تو کھانے پر ٹوٹ پڑا تھا۔ ذرا سی

دیر میں یہ بھی بھول گیا کہ اس کے علاوہ کوئی اور بھی کمرے میں موجود ہے۔

"کیا ہڈیاں بھی نگل لیتے ہیں۔" ایک لڑکی نے پوچھا۔

"جی غاں..... تبھی تو استاد چوڑا ہوں..... غاؤں..... غاؤں..... غاؤں..... غاؤں" نوالہ چباتا ہوا بولا۔

"بھئی کھا لینے دو چین سے۔" لیڈی جاوید بولی۔

"کیا یادداشت ختم ہو جانے سے پہلے بھی اتنا ہی کھاتے تھے۔"

"ہرگز نہیں۔" لیڈی جاوید غمناک لہجے میں بولی۔ "پتہ نہیں..... اب کیا ہوگا۔"

"قیا ہے قیا ہو گا.....!" قاسم جواب ان کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ منہ چلاتا ہوا بولا

"کچھ نہیں تم کھانا کھاؤ..... بات نکل ہی آتی ہے..... ورنہ میں تو اب یہ چاہتی کہ کوئی تمہارے سامنے تمہاری بیماری کا نام بھی نہ لے۔"

"ہاہاہاہا.....!" قاسم نے بھاڑ سا منہ پھیلا کر قہقہہ لگایا اور بولا۔ "میں بیمار ہوں یہ بیمار ہوں..... کہو تو میز اور کرسیاں تک چبا ڈالوں۔"

"نہیں تم بیمار نہیں ہو..... کھانا کھاؤ.....!" لیڈی جاوید نے کہا۔ اتنے میں ایک نے کمرے میں داخل ہو کر اطلاع دی۔

"صاحب واپس آ گئے ہیں..... کھانے کے بعد ڈرائنگ روم میں تشریف لائیے۔"

"ہائے.....!" قاسم کراہا۔ "آ گئے صاحب واہب.....!"

"آخر تم ان سے بھاگتے کیوں ہو.....!" لیڈی جاوید نے پوچھا۔

"مجھے بیٹا کہنا چھوڑ دیں نہیں بھاغوں غا.....!"

"کیوں نہ کہیں..... جب تم ہو۔"

"بیٹے تو آپ ان کے بھی ہیں۔" ایک لڑکی نے ہنس کر کہا۔

"کیا.....؟" قاسم غرا کر کھڑا ہو گیا۔

"ارے..... ارے.....!" لیڈی جاوید بھی کھڑی ہو گئی۔ لیکن قاسم اس کی متوجہ ہوئے بغیر اسی لڑکی سے بولا۔ "جرا کہہ کر تو دیکھیں کہ کیا ہوتا ہے؟"

"ارے نہیں نہیں! میں نہیں کہوں گی۔ تم بیٹھو۔"

"میں کہتا ہوں اب میرا پیچھا بھی چھوڑو..... تمہارا بیٹا منور سالا کہیں مر کھپ گیا ہوگا۔"

"یہ تم نے کہاں کی باتیں چھیڑ دیں....." لیڈی جاوید نے اسی لڑکی سے غصیلے لہجے میں کہا جس نے قاسم کو چھیڑا تھا۔ وہ ہنس کر رہ گئی۔

"نہیں میں تو ابھی جاؤں گا..... دیکھتا ہوں کون سالا روک لیتا ہے....." قاسم کی ذہنی رو بہک گئی اور وہ کرسی الٹ کر دروازے کی طرف جھپٹا۔

اس کے بعد وہ تینوں لڑکیاں بھی اس کے پیچھے دوڑیں اور بالآخر تیسرے کمرے میں اسے جا ہی لیا..... ایک نے جھپٹ کر اُس کی کمر تھام لی اور دوسری نے گدگدانا شروع کیا۔ قاسم وہیں رک کر اچھلنے کودنے لگا۔

وہ بُری طرح ہنس رہا تھا۔

"ارے نہیں..... ہی ہی ہی..... ہاہاہا..... باغ..... غہا..... ہاہاہا۔"

تیسری نے پیچھے سے دھکا دیا اور وہ اس لڑکی سمیت فرش پر ڈھیر ہو گیا جس نے کمر تھام رکھی تھی۔

پھر وہ دونوں بھی اس پر ٹوٹ پڑیں..... اور قاسم دہاڑ دہاڑ کر قہقہے لگاتا رہا..... تینوں گدگدا رہی تھیں..... وہ فرش ہی پر پڑا اچھلتا اور قہقہے لگاتا رہا۔ بھلا ایسے میں اٹھ بیٹھنے کی تاب کسے تھی۔

"نہیں..... ہاہاہاہا..... جاؤں غا..... غا ہاہاہا..... الا قسم..... نہیں..... جاؤں غا..... ارے باپ رے..... ماپھ کر دو۔"

"نہیں نہیں..... تم جاؤ گے۔"

"کبھی نہیں جاؤں گا..... الا قسم۔"

وہ اسے چھوڑ کر ہٹ گئیں..... لیکن وہ پیٹ دبائے ہنستا ہی رہا۔

اتنے میں لیڈی جاوید بھی کمرے میں داخل ہوئی اور بگڑ کر ان سے بولی۔ "جاؤ..... نکلو تم سب یہاں سے..... کیوں اسے پریشان کر رہی ہو۔"

"تم خواہ مخواہ بور ہو رہی ہو۔" ایک بولی۔ "وہ تو چاہتے ہی ہیں کہ پریشان کئے جائیں۔"

"غاں..... غاں.....!" قاسم ہانپتا ہوا بولا۔ "آپ جائیے..... سب ٹھیک ہے۔"

"دیکھا..... دیکھ لیا..... خواہ مخواہ مری جا رہی ہو۔"

لیڈی جاوید پھر کچھ کہنے والی تھی کہ ایک نے بڑھ کر بلب بجھا دیئے۔

"قیوں..... یہ قیا ہوا.....؟" اندھیرے میں قاسم کی آواز گونجی اور پھر یک بیک اس کے حلق سے بے ساختہ قسم کے ہلکے بھاری ہر قسم کے قہقہے پھوٹنے لگے.....

"ارے..... ارے..... ہی ہی ہی ہی..... الا قسم..... یہ نہیں..... ہی ہی ہی..... ارے باپ رے..... ہاہاہا..... ہی ہی ہی ہی..... باغ..... باغ..... غہپ.....!"

✡

سائرہ آنکھیں پھاڑے تصویر کو گھورتی رہی تھی پھر کھسیانی سی ہنسی کے ساتھ بولی تھی۔ "آپ مذاق کر رہے ہیں۔"

"ہوں.....!" قلندر غرایا۔ "میرے متعلق آئندہ اس قسم کے الفاظ استعمال کرنے کی جرأت نہ کرنا سمجھیں..... میں تم سے مذاق کر رہا ہوں۔"

"پھر..... یہ سب کیا ہے۔"

"تمہاری تصویر.....!"

"ناممکن ہے..... مجھے خواب میں بھی کبھی ایسا ملبوس نصیب نہ ہوا ہوگا..... اور جڑاؤ تاج..... یقیناً کسی فوٹو گرافر کے ہاتھ کی صفائی ہے۔"

"وہ کس طرح۔"

"کسی دوسرے جسم پر میرا چہرہ فٹ کر دیا گیا ہے۔"

"اور یہ تاج بھی اسی طرح پہنایا گیا ہے..... کیوں؟"

سائرہ کی الجھن بڑھتی رہی۔ آخر اس نے جھنجھلا کر کہا۔ "آپ نے مجھے یہ تصویر کیوں دکھائی ہے اور مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔"

"یہی کہ حالات کا پامردی سے مقابلہ کرو..... تم اسٹیٹ کی صحیح وارث ہو۔"

"ارے میں عبدالغفور کی لڑکی ہوں..... محلے والے شہادت دیں گے کہ وہ مجھے بچپن ہی سے جانتے ہیں۔"

"انہیں بھی جہنم میں جھونکو اور عبدالغفور کو بھی۔ ایک روشن ترین مستقبل تمہارا منتظر ہے۔"

"میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آ رہا۔"

"وہ لوگ تمہیں ورغلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"کون لوگ.....!" سائرہ چونک پڑی۔

"وہی..... جو..... پچھلی..... رات..... تمہیں..... اپنے..... ساتھ..... لے گئے تھے۔"

سائرہ کے ہاتھ پیر پھول گئے۔ قلندر کی آنکھیں پہلے سے بھی زیادہ خوفناک ہو گئی تھیں۔ وہ تو سمجھی تھی کہ بات بنانے میں کامیاب ہو گئی ہے..... اس کی اس کہانی پر یقین کر لیا گیا ہے کہ ہنگامے کے بعد وہ ہوٹل سے نکل بھاگی تھی اور ایک کیفے میں دم لیا تھا..... تو یہ قلندر سب کچھ جانتا ہے؟ اب کیا ہوگا۔

اس کا سر چکراتا رہا تھا..... اور آنکھوں کے سامنے تاریکی کے بادل امنڈتے رہے..... سر کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔

کچھ دیر بعد اس نے محسوس کیا کہ قلندر اُسے آواز دے رہا ہے..... اس کا شانہ ہلا رہا ہے۔

"سائرہ..... سائرہ..... لو پانی..... پی لو.....!"

یقیناً وہ پیاسی تھی..... اتنی کہ حلق میں کانٹے پڑے جا رہے تھے۔

پھر گلاس اس نے اس کے ہونٹوں سے لگا دیا تھا اور وہ ایک ہی سانس میں خالی کر گئی تھی..... ذہن پر اب بھی دھند سی چھائی ہوئی تھی۔

"تمہیں آرام کی ضرورت ہے.....!" قلندر نے نرم لہجے میں کہا۔

وہ کچھ نہ بولی بدستور آنکھیں بند کئے کرسی کی پشت گاہ سے ٹکی رہی۔

قلندر بھی خاموش ہو گیا تھا۔ دس منٹ گذر گئے..... گھڑی کی ٹک ٹک اُس کے ذہن پر ہتھوڑے سے لگا رہی تھی۔

اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا ہوگا۔ کیا اُسے سب کچھ بتا دینا پڑے گا..... لیکن خود اس کی کیا پوزیشن ہے..... قلندر نے تصویر کا کیسا چکر چلایا ہے..... اس کا مقصد کیا ہے۔

"اب کیسی طبیعت ہے۔" قلندر نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"ٹھیک ہوں۔" وہ تھوک نگل کر مردہ سی آواز میں بولی۔

"گفتگو جاری رکھو..... یا پھر کسی وقت۔"

"کہئے کہئے..... جو کچھ کہنا ہو۔"

"اس کے علاوہ اور کیا کہوں کہ مجھے تم سے شکایت ہے۔ آخر تم نے یہ بات مجھ سے کیوں چھپائی..... میں اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ تمہیں لے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ خود ہی واپس کر دینے میں کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہو گی تمہارے درمیان کسی قسم کا سمجھوتہ ضرور ہوا ہوگا۔"

"میں نہیں جانتی وہ لوگ کون ہیں۔"

"میں اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"پھر آپ ہی بتایئے کہ ہمارے درمیان کس قسم کا سمجھوتہ ہوا ہوگا۔"

"سائرہ.....!"

"وہ سنبھل کر بیٹھ گئی..... اتنی دیر میں بھول ہی گئی تھی کہ کس سے ہم کلام ہے۔"

"مم..... میں..... مطلب یہ کہ..... میری سمجھ میں نہیں آتا۔"

"قطعی نہیں سمجھ سکو گی میری رہنمائی کے بغیر۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں کسی دلدل میں نہ پھنس جاؤ۔"

"پھر بتایئے..... میں کیا کروں۔"

"مجھے سب کچھ بتا دو۔"

"نہیں نہیں..... میں غداری کی مرتکب نہیں ہو سکتی۔"

"غداری.....!" قلندر چونک پڑا..... "کس سے غداری..... تم میری پرائیویٹ سیکریٹری ہو۔"

"اوہ..... میں کیا بک گئی..... میرے خدا۔" وہ اپنی پیشانی مسلتی ہوئی بولی۔

"سائرہ.....!"

"جی.....!" وہ خوفزدہ سی آواز میں بولی۔

"میری طرف دیکھو.....!"

آنکھیں چار ہوئیں اور سائرہ کو ایسا محسوس ہوا جیسے اُس کی قوت ارادی جواب دے گئی ہو۔ وہ اس طرح بولی جیسے خواب میں بول رہی ہو۔ "وہ سیکرٹ سروس والے تھے۔ اُن کے چیف نے مجھ سے کہا تھا کہ آپ غدار ہیں..... ایک غیر ملک کے لئے جاسوسی کر رہے ہیں۔ میں آپ پر نظر رکھوں اور آپ کی مصروفیات سے انہیں مطلع کرتی رہوں۔"

دفعتاً وہ باآواز بلند ہنس پڑا..... عجوبہ..... عجوبہ۔ اس سے پہلے کبھی اس نے اسے قہقہہ لگاتے نہیں دیکھا تھا۔ بڑا ڈراؤنا قہقہہ تھا جیسے بیک وقت ہزاروں خبیث روحیں چیخ پڑی ہوں۔

اس نے بوکھلا کر دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔

کچھ دیر بعد قلندر نے اس کا شانہ تھپکتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔ "میں تمہارے اس جذبے کی قدر کرتا ہوں کہ تم نے مجھے غدار سمجھ لینے کے بعد میری وفادار رہنے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔ مگر اچھی لڑکی..... وہ بدمعاش خود غدار ہیں۔ میں عرصہ سے اُن کی تاک میں ہوں۔ جہاں کوئی واضح ثبوت ہاتھ آیا وہ سلاخوں کے پیچھے ہوں گے۔ سیکرٹ سروس والے اس طرح ہنگامہ برپا کر کے لوگوں کو نہیں اٹھواتے پھرتے۔"

سائرہ کچھ نہ بولی۔

قلندر نے پھر کہا۔ "تم نے بہت اچھا کیا مجھے آگاہ کر دیا۔ اب میں انہیں دیکھوں گا۔ کیا اسی شخص نے خود کو سیکرٹ سروس کا چیف ظاہر کیا تھا جس کے بائیں جبڑے پر زخم کا گہرا داغ ہے۔"

"جی ہاں..... وہی۔" سائرہ چہرے سے ہاتھ ہٹائے بغیر بولی۔

"کہاں جائے گا..... مجھ سے بچ کر۔"

"یہ سب کیا ہے..... مجھے بھی بتایئے۔"

"کچھ نہیں..... اب تم ان کے لئے میری سراغ رسی کرو گی۔" اس نے زہریلی
کے ساتھ کہا۔

"نہیں مجھ سے کچھ نہ ہو گا..... مجھے گھر بھجوا دیجئے۔"

"اب گھر گئیں تو پوری طرح تباہی کے غار میں گرو گی۔ میری ہی حفاظت م
زندگی بسر کر سکو گی..... تم بالکل نہیں سمجھیں کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔"

"خدارا آپ ہی سمجھا دیجئے ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گی۔"

"اچھا تو سنو..... یہ کہانی اب سے دو سال پہلے شروع ہوئی تھی۔ گذران اسٹیٹ
شہزادی دردانہ یورپ گئی تھی۔ وہاں حیرت انگیز طور پر غائب ہو گئی۔ اُس کے ساتھ جو ذ
شخص گیا تھا اس نے یہ بات چھپا ڈالی۔ وہ اب تک اسٹیٹ کے سربراہ کو دھوکے میں ر
ہوئے ہے۔ وہ کہتا ہے شہزادی کی ضد ہے کہ وہ پانچ سال یورپ میں گذاریں گی۔ اسٹیٹ
باقاعدہ طور پر اس کے اخراجات کے لئے بڑی بڑی رقمیں وصول کرتا ہے اور شہزادی
تلاش میں ہے۔ لیکن اب اسے بھی یقین آگیا ہے کہ وہ زندہ نہیں ہے۔ تم حیرت انگیز ط
شہزادی سے مشابہہ ہو۔ یہ اسی کی تصویر ہے جو میں نے تمہیں دکھائی ہے..... میں ا
بدمعاش سے جس کا تم نے تذکرہ کیا ہے عرصہ سے واقف ہوں۔ مجھے سن گن ملی کہ ا
لوگوں نے شہزادی کی کسی ہم شکل کو تاڑ لیا ہے اور اسے شہزادی بنا کر پیش کر دیں گے۔ چ
بین کرنے پر پتہ چلا کہ وہ تم ہو۔ اسی دوران میں اتفاق سے یہ بات بھی سامنے آئی کہ م
ایک دوست کے گھرانے سے تمہارے مراسم ہیں۔ پھر میں نے ایسی تدابیر اختیار کیں ک
میری پرائیویٹ سیکریٹری بن سکو۔ حالانکہ اس سے پہلے میں نے کبھی کوئی مرد سیکریٹری بھی نہ
رکھا۔ مقصد یہ تھا کہ میں تمہاری حفاظت کر سکوں..... تمہیں ان کا آلہ کار نہ بننے دوں۔"

قلندر خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

"لیکن وہ مجھے ورغلانا چاہتے تو ورغلا ہی سکتے تھے..... میں اپنا سارا وقت تو آپ
ساتھ نہیں گذارتی۔"

"قطعی نہیں..... انہیں موقع کون دیتا ہے..... میں روزانہ اپنی حفاظت میں

تمہارے گھر پہنچاتا تھا اور اپنی ہی نگرانی میں گھر سے واپس لاتا تھا..... ادھر کچھ دنوں سے
نہیں احساس ہو سکا تھا کہ کوئی تمہاری نگرانی کرتا ہے۔"

"تت..... تو..... وہ ڈاڑھی والا۔"

"ہاں..... وہ میں ہی تھا..... جب تم نے اس کا تذکرہ کیپٹن حمید سے کر دیا اور وہ
میرے چکر میں پڑ گیا تو پھر مجھے دوسرا بھیس بدلنا پڑا۔"

"اس کے بعد بھی آپ میری نگرانی کرتے رہے تھے۔"

"یقیناً.....!"

"لیکن میں اندازہ نہیں کر سکی تھی۔"

قلندر کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد سائرہ نے کہا۔ "ایک دن جب میں کیپٹن حمید کے
ساتھ تھی تو کسی نے اس پر خنجر پھینکا تھا۔"

"محض اس لئے کہ وہ تمہارا پیچھا چھوڑ دے..... مقصد مار ڈالنا نہیں تھا..... ورنہ میرا
نشانہ کبھی خطا نہیں کرتا..... میں نے کرسی کے فریم کے اوپری ہی حصے کا نشانہ لیا تھا۔"

"میرے خدا..... اگر وہ مر جاتا تو..... لیکن آپ نے اتنا بڑا خطرہ کیوں مول لیا تھا۔"

"محض تمہارے لئے..... میں نہیں چاہتا کہ تم بھی روتی پھرو۔ وہ بیک وقت شہر کی
تین سو لڑکیوں سے عشق کرتا ہے۔"

"اوہ..... مگر وہ کتنا ذہین اور چالاک ہے۔"

"کیا مطلب.....!"

"اس نے یہی خیال ظاہر کیا تھا کہ خنجر پھینکنے والا آپ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔"

"ہو گا.....!" قلندر نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دے کر کہا۔ "مجھے پرواہ کب ہے۔"

پھر کمرے کی فضا پر بوجھل سا سکوت طاری ہو گیا۔

سائرہ سوچ رہی تھی کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟

"اور اب.....!" قلندر کچھ دیر بعد بولا۔ "وہ دوسرے ہتھکنڈے استعمال کرنا چاہتے
ہیں۔ تم سے اس طرح رسم و راہ پیدا کر کے تمہیں اپنے اعتماد میں لیں گے لیکن کیا تم کسی کو
دھوکا دینا پسند کرو گی؟"

"میں نہیں سمجھی۔"

"کیا تم شہزادی دردانہ بننا پسند کرو گی۔"

"ہرگز نہیں۔"

"شکریہ..... مجھے تم سے یہی امید تھی۔"

"آخر وہ مجھے اس پر آمادہ کیسے کرتے۔"

"پیسے میں بڑی قوت ہے..... اور اگر تم اس پر بھی نہ مانتیں تو وہ تمہیں بلیک میل کرنے کا کوئی ذریعہ تلاش کر لیتے۔"

"کون سا ذریعہ..... میرے ساتھ ایسی کوئی کمزوری نہیں ہے جس کی بناء پر بلیک میل کی جا سکوں۔"

"وہ تم سے کسی کو قتل کرا سکتے ہیں..... اور اس قتل کے عینی شاہد بن کر تمہیں دھمکیاں دے سکتے ہیں۔"

"ارے نہیں.....!" اس نے مردہ سی ہنسی کے ساتھ کہا۔

"اُن جیسے لوگوں کے لئے سب کچھ ممکن ہے..... خیر یہ تو بتاؤ کہ تم انہیں میرے متعلق کوئی اطلاع کیسے دو گی۔"

"ان کا کوئی آدمی ہر وقت یہاں ہوٹل میں میری نگرانی کرتا رہے گا۔ میں کوڈ میں چوکلیٹ کے کور کی پشت پر اپنی رپورٹ لکھوں گی اور ڈائننگ ہال کے ڈسٹ بن میں ڈال دوں گی..... وہ اسے وہاں سے نکال کر چیف تک پہنچا دے گا۔"

"کیا اس عمارت کی نشاندہی کر سکو گی جہاں لے جائی گئی تھیں۔"

"نہیں..... گاڑی عمارت کے کسی اندرونی حصے میں مجھے لے گئی تھی اور وہیں سے ... تھی۔"

"اور یہ محض اس لئے ہوا تھا کہ تم عمارت کی نشاندہی نہ کرو..... لیکن میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں اُن کے حالات سے بہت زیادہ باخبر ہوں۔ اسی لئے وہ چاہتے ہیں کہ مجھے ہر وقت اپنی نگرانی میں رکھیں۔"

"تو کیا وہ آپ کو قتل نہیں کر سکتے۔"

"کر سکتے ہوتے تو کبھی کے کر چکے ہوتے۔ میں ان جیسے درجنوں پر بھاری ہوں۔"

سائرہ اُسے ایسی نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے پہلی بار دیکھا ہو۔

"اچھا دیکھو.....!" قلندر کچھ دیر بعد بولا۔ "میرے متعلق تم وہی رپورٹیں لکھا کرو گی جو میں ڈکٹیٹ کروں گا۔ پھر تم یہ رپورٹیں پوری آزادی کے ساتھ ڈسٹ بن کی نذر کر سکو گی..... میں ان کے جرائم ان کے منہ پر مارنا چاہتا ہوں..... اچھی لڑکی کیا تم میری مدد کرو گی..... میں پورے معاشرے کو ایسی گندگیوں سے پاک کرنا چاہتا ہوں.....!"

"جو کچھ بھی مجھ سے بن پڑے گا ضرور کروں گی۔"

"لیکن تم مجھے اطلاع دیئے بغیر ان جگہوں پر ہرگز نہیں جاؤ گی جہاں وہ تمہیں طلب کریں گے..... ورنہ تمہیں اپنی اس غلطی کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا..... وہ تمہیں بلیک میل کرنے کے لئے کسی قسم کا مواد ضرور مہیا کر لیں گے۔"

"بہت بہتر.....!" سائرہ نے کانپتی ہوئی سی آواز میں کہا۔

خوفزدہ بیٹی

دوسرے دن حمید نے پتہ لگا ہی لیا کہ وہ کہاں رہتی تھی۔ لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا کہ اس نے وہ دونوں پیغامات کہاں پہنچائے تھے..... فرحان منزل کے ایک فلیٹ میں تنہا رہتی تھی..... آنا گریس نام تھا۔ ملنے والے انی کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ ڈیوٹی پر جاتی تو بہت ہی معمولی قسم کے لباس میں نظر آتی لیکن جب شام کو اپنے فلیٹ سے برآمد ہوتی تو پہچاننا دشوار ہو جاتا۔ وہ آنا گریس تو معلوم ہی نہ ہوتی' جو تار گھر کے کاؤنٹر پر بیٹھ کر یہاں سے روانہ ہونے والے تار وصول کیا کرتی تھی..... بالوں کا اسٹائل بدل دیتی..... ایسی لپ اسٹک استعمال کرتی کہ ہونٹ انگارے معلوم ہوتے۔ اسکرٹ اور بلاؤز اتر جاتے۔ ان کی جگہ نفیس قسم کی

ساریاں لیتیں..... اور ان پر بغیر آستین کے بلاؤز پہنے جاتے۔

پھر وہ ہوتی اور نومی چار کا کوئی بڑا قمار خانہ..... لمبے سے ہولڈر میں سگریٹ لگا کر ہلکے ہلکے کش لیتی اور اس طرح مسکرا کر داؤں پر پیسے جھونکتی تھی جیسے خود کسی ٹکسال کی مالک ہو۔

تیسری رات حمید بھی اس کے پیچھے ہی پیچھے ایک کاسینو میں داخل ہوا۔ یہاں ہر میز پر کاسینو ہی کا ایک آدمی ضرور موجود رہتا تھا۔ تین باہر کے کھلاڑی ہوتے تھے اور ایک وہ خود۔ زیادہ تر فلش ہوتا تھا۔ بڑی لمبی لمبی چالیں ہوتیں۔ حمید کو اس کے قریب ہی کی ایک میز کی جگہ ملی۔ انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ اپنی کے ساتھی اُسے پہلے سے جانتے ہیں اور ابھی تک اس کے منتظر رہے ہوں۔

اس کی میز پر کھیل شروع ہو چکا تھا۔ حمید کی میز پر صرف ایک آدمی تھا اور سو فیصد کاسینو ہی کا کوئی شارپر تھا..... اس نے حمید سے کہا آؤ..... "کیا ضروری ہے کہ کچھ اور بڑ ہوں..... میں ہمیشہ لمبی چالیں چلتا ہوں..... بقیہ دو کی کمی پوری کر دوں گا۔"

"کیا یہاں ہر میز پر چار ہی ہوتے ہیں۔" حمید نے پوچھا۔

"زیادہ بھی ہو سکتے ہیں..... مگر ایسا ہوتا نہیں..... کیا خیال ہے؟"

"ہو جائے.....!" حمید نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

مقابل نے تاش کی گڈی نکالی اور پھینٹنے لگا۔ پھر مسکرا کر بولا۔ "میں بانٹوں یا ٹاس کرو گے۔"

"ٹاس.....!" حمید نے جیب سے ایک سکہ نکالتے ہوئے کہا۔

ٹاس کیا گیا..... اور جیت مقابل ہی کی رہی۔ اس نے پتے بانٹے اور جوکر نکال کر سامنے رکھتا ہوا بولا۔ "پہلا ہاتھ ہمیشہ ہارتا ہوں۔"

لیکن پہلے ہاتھ میں اُسی کی جیت رہی..... دوسری بار جب وہ پتے پھینٹ رہا تھا حمید اس کے ہاتھوں کی حرکات کا بغور مشاہدہ کرتا رہا۔

دوسرے ہاتھ میں مقابل کی چال معمولی رہی..... اور حمید جیت گیا۔ اس بار تاشوں کی گڈی حمید کے ہاتھوں میں آئی اور اس نے بُرا سا منہ بنا کر پوچھا۔ "کتنی راتوں سے استعمال ہو رہی ہے؟"

"پتہ نہیں.....!"

"اتنا بڑا کاسینو ہے..... اور یہ روزانہ تاش نہیں بدل سکتے۔" حمید نے کہا اور پتوں کے ساتھ اس کی کاروائی جاری رہی۔

"کیوں کیا خرابی ہے..... پتوں میں۔"

"میں ہمیشہ نئی گڈی استعمال کرنے کا عادی ہوں۔"

"چلو بانٹو..... ابھی دوسری طلب کر لیں گے۔"

حمید نے پتے بانٹے..... شارپنگ کر گیا تھا..... خود اکے کی تریل لگائی تھی اس کی طرف بادشاہ کی بڑھا دی..... پتے اٹھاتے ہی مقابل کا چہرہ پل بھر کے لئے کھل اٹھا پھر ایسا معلوم ہوا جیسے اس پر مردنی چھا گئی ہو..... اس نے بُرا سا منہ بنا کر چال چلی..... حمید نے بڑھ کر رقم لگائی۔ مقابل نے اس بار اس کی دوگنی رقم لگائی اور مقابل نے جھنجھلا شو کرا لیا..... حمید نے پتے دکھائے اور کل رقم گھسیٹ کر سامنے رکھ لی۔

مقابل اسے کینہ توز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

دفعتاً اپنی کی میز سے قہقہے بلند ہوئے۔ حمید اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اپنی کی میز کے تینوں جواری بُری طرح ہنس رہے تھے اور اپنی ان پر دانت پیس رہی تھی۔ دفعتاً اس نے اپنا وینٹی بیگ اٹھایا اور ہنسنے والے جواریوں میں سے ایک کے منہ پر کھینچ مارا۔

وہ کسی قدر نشے میں بھی تھا..... بچاؤ کے لئے اس نے پیچھے کھسکنا چاہا لیکن توازن برقرار نہ رکھ سکنے کی بناء پر کرسی سمیت الٹ گیا۔

اس کے منہ سے مغلظات کا طوفان امنڈ رہا تھا۔ ساتھیوں میں سے ایک نے اپنی کے بال پکڑ لئے۔

حمید اپنی میز سے اٹھ کر ان کی طرف لپکا..... دوسرے دور سے تماشہ دیکھ رہے تھے۔ اس نے کچھ کہے سنے بغیر بال پکڑنے والے کی کلائی پر ہاتھ ڈال دیا..... اس وقت وہ قطعی طور پر بھول چکا تھا کہ یہاں اس کی موجودگی کا مقصد کیا ہے..... وہ تو بس ایک خوبصورت لڑکی پر اس قسم کی زیادتی نہیں برداشت کر سکتا تھا۔ محض کلائی پر ہاتھ ڈال دینے سے مقصد حاصل نہ ہوا تو اس نے اس کے ساتھیوں کے سنبھلنے سے پہلے ہی ایک زور دار ہاتھ اس کے منہ پر جڑ دیا۔ پھر تو نہ صرف اپنی کے بال چھوٹ گئے بلکہ وہ بھی لڑکھڑاتا ہوا کئی قدم کے فاصلے پر

جا گرا..... ہلڑ مچ گیا۔ اس کے دونوں ساتھی حمید پر جھپٹے اور حمید نے انہیں گھونسوں
لیا..... پھر پہلے جس کے منہ پر ہاتھ پڑا تھا وہ بھی آکر اُن میں شامل ہو گیا۔

دفعتاً ایک گرجدار آواز اس شور سے ابھری۔

"خبر دار..... الگ ہٹ جاؤ..... ورنہ فائرنگ شروع کر دوں گا۔"

"دوسرا شور فوری طور پر دب گیا اور صرف وہی آواز سنائی دیتی رہی۔ ہٹ جاؤ
الگ ہٹو..... ایک..... دو..... تین۔"

حمید نے ہاتھ روک لئے لیکن اس سے پہلے ہی دوسروں کے ہاتھ رک گئے تھے۔ تم
نے اس کی آواز کی طرف مڑ کر دیکھا..... ایک قد آور اور جسیم آدمی اعشاریہ چار پانچ کا
سنبھالے کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر سیاہ رنگ کی گھنی ڈاڑھی تھی..... اور آنکھوں پر
کروکس کی عینک..... آنکھیں واضح طور پر نہیں نظر آ رہی تھیں۔

"جھگڑا کس نے شروع کیا تھا.....!" وہ کھٹکنے انداز میں غرایا۔

اُن میں سے کوئی کچھ نہ بولا۔ حمید نے انجی کے چہرے پر ہوائیاں اڑتی دیکھیں۔ دوا
جھگڑا کرنے والوں کی حالت بھی بہتر نہ تھی۔ وہ تو اتنے نروس ہو گئے تھے کہ اس کے سوا
جواب ہی نہ دے سکے۔

"بکو جلدی سے.....!" وہ ریوالور والے ہاتھ کو جنبش دے کر پھر غرایا۔

"ان لوگوں نے ان خاتون کی توہین کی تھی۔" حمید نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"کیا تم اس کے ساتھ تھے۔"

"ہم دونوں ایک دوسرے کے لئے قطعی اجنبی ہیں۔" حمید نے جواب دیا۔

"کیا تم اس کاسینو کے قواعد و ضوابط سے واقف نہیں ہو۔"

"نہیں..... میں یہاں پہلی بار آیا ہوں۔"

"اچھا تم دونوں میرے ساتھ آؤ۔"

وہ ریوالور جیب میں رکھ کر ایک جانب مڑ گیا۔

"کیا یہ ضروری ہے۔" حمید نے تیز لہجے میں پوچھا۔

وہ رک کر مڑا۔ نیچے سے اوپر تک اُسے دیکھا۔ پھر ہال کا اچٹتی نظروں سے جائزہ

لے ہاتھ اٹھا کر کسی کو کچھ اشارہ کیا اور خاموشی سے اسی جانب مڑ گیا جدھر جا رہا تھا۔

دفعتاً حمید نے اپنی پشت پر کسی چیز کی چبھن محسوس کی اور کسی نے آہستہ سے کہا۔

"چلتے رہو..... ورنہ گولی مار دوں گا۔"

حمید نے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے..... اور اس کے اشاروں پر چلتا ہوا ایک وسیع کمرے
میں داخل ہوا۔

ڈاڑھی والا ایک بڑی میز کے پیچھے بیٹھا ہوا اسے گھورے جا رہا تھا۔ انجی بھی اسی کے برابر
کھڑی ہوئی۔

"تم.....!" بھاری بھرکم آدمی انجی کی طرف انگلی اٹھا کر قہر آلود آواز میں بولا۔ "تم نے
یہ ہمت کیسے کی تھی۔"

"وہ..... وہ..... جی سس کرائسٹ[1] کا مضحکہ اڑا رہے تھے۔" انجی کانپتی ہوئی آواز میں
ہکلائی۔

"یہ سب کچھ میرا ہے..... جی سس کرائسٹ کا نہیں۔" وہ میز پر ہاتھ مار کر
دہاڑا۔ "یہاں میرے علاوہ اور ہر ایک کا مضحکہ اڑایا جا سکتا ہے۔"

پھر وہ یک لخت حمید کی طرف مڑ کر بولا۔ "اور تم ایک ہزار روپے یہاں رکھ دو۔"

"وہ کس خوشی میں سرکار.....!" حمید نے مسکرا کر پوچھا۔

"تم نے کاسینو کے قواعد کی خلاف ورزی کی ہے۔ اس کے لئے تم پر پانچ ہزار روپے تک
جرمانہ کیا جا سکتا ہے۔"

"اس قسم کی سزا دینے کے لئے اختیارات تمہیں کہاں سے ملے۔"

"میں ان اندھوں کو کیا کہوں جو کاسینو میں داخل ہوتے وقت نوٹس بورڈ پر نظر نہیں
ڈالتے..... ہر وہ شخص جو کاسینو میں داخل ہوتا ہے نوٹس بورڈ کے قریب سے گذرنے کے
بعد یہاں کے قواعد و ضوابط کا قانوناً پابند ہو جاتا ہے۔"

"کیا ہے نوٹس بورڈ پر.....!"

"یہی کہ یہاں داخل ہونے والا میری مرضی کا پابند ہو گا..... کسی بھی جھگڑے کی

[1] حضرت مسیح علیہ السلام

اطلاع مجھے دی جائے گی۔ خود ہی اسے نپٹانے کی کوشش کرنے والے کو جرمانہ ادا کر...
یہاں داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تم نوٹس پر لکھی ہوئی داخلے کی شرائط سے...
میرے فیصلوں کو کسی بھی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جاسکے گا۔"

"یہ تو تم کسی انعامی معمے کے کمپائیلر کی سی حرکت کر بیٹھے ہو۔" حمید نے مسکرا...

"بکواس بند کرو.....!" وہ غرایا۔ "چپ چاپ ایک ہزار روپے یہاں رکھ دو...
کپڑے اتروا کر باہر پھکوادوں گا۔"

"خوب.....!" حمید کی مسکراہٹ تضحیک آمیز تھی..... وہ دانت پیستا ہوا اٹھا...
گھورتا ہوا آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھنے لگا..... لیکن حمید کے اطمینان میں ذرہ...
فرق نہیں آیا تھا..... وہ جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ دفعتاً مقابل کا ہاتھ اٹھ گیا لیکن حمید...
کے تیور کو اچھی طرح سمجھ گیا تھا اس سے پہلے ہی غوطہ لگا گیا۔ پھر قبل اس کے کہ...
حملہ کرتا..... اس کے پیٹ پر زوردار قسم کی ٹکر ماری..... چاروں شانے چت...
اٹھنے کی مہلت کیسے ملتی۔ حمید جانتا تھا کہ اگر ایک بار بھی اس کی گرفت میں آگیا تو...
مشکل ہوگا..... مختلف قسم کے جسموں کی بناوٹ ہی سے وہ اُن کے ٹائپ کا اندازہ لگا...
لہٰذا اس کے دوبارہ اٹھنے سے پہلے ہی ایک کرسی اٹھائی اور سر پر دے ماری۔ پھر پے...
کرتا ہی رہا۔

✡

اینی کھڑی بُری طرح کانپ رہی تھی..... پھر یک بیک چونکی اور جھپٹ کر...
جانب والے دروازے کی سٹکنی چڑھادی۔ حمید اب بھی گرتے ہوئے آدمی کے سر پر...
ضربیں لگائے جارہا تھا۔

اینی نے دیکھا اب اس نے دوبارہ اٹھ بیٹھنے کی کوشش ترک کردی ہے۔ شاید...

وہ تیزی سے حمید کی طرف بڑھی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر ہانپتی ہوئی بولی۔ "بھاگو.....
یہاں سے بھاری..... ہڈیوں تک کا پتہ نہیں چلے گا۔"

حمید نے کرسی فرش پر ڈال دی اور اس کی طرف مڑ کر ایسی نظروں سے دیکھنے لگا جیسے
بات سمجھ میں نہ آئی ہو۔

"یہاں آئے دن لاشیں گٹر میں بہائی جاتی رہتی ہیں۔" اینی پھر بولی۔

"ہوں..... تو پھر....." حمید کا لہجہ غصیلا تھا۔

"وہ مجھے تو ہرگز زندہ نہیں چھوڑیں گے..... خدا کے لئے چلو..... مجھے بچالو۔" وہ
بڑی جلدی جلدی بولی۔

حمید دروازے کی طرف مڑا..... لیکن وہ راہ میں حائل ہوتی ہوئی بولی۔ "ادھر سے
نہیں..... ہمیں صحیح و سلامت دیکھ کر انہیں شبہ ہوگا..... اور..... اور.....!"

"تم عجیب آدمی ہو.....!" حمید نے جھنجھلا کر کہا۔ "تو پھر کیا نقب لگائیں گے..... اس
کمرے میں اس کے علاوہ اور کون سا دروازہ ہے۔"

وہ جواب دیئے بغیر کمرے کے ایک گوشے کی جانب بڑھی..... اور پھر اسی گوشے کا
قالین الٹ کر حمید کی طرف مڑی اور قریب آنے کا اشارہ کیا۔

"اسے اٹھاؤ.....!" اس نے قریب پہنچنے پر فرش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

حمید نے جھک کر دیکھا..... گٹر کے ڈھکن سے مشابہت رکھنے والا ایک فولادی
تختہ فرش پر نصب تھا۔

اسے اس کی جگہ سے ہٹادینے میں کوئی دشواری نہ ہوئی..... اس طرح نمایاں ہونے
والے خلاء سے ایک آدمی بآسانی گذر سکتا تھا۔ اینی نے اس میں اترتے ہوئے آہستہ سے کہا۔
"میرے پیچھے چلے آؤ۔"

حمید نے اس کی تقلید کی۔

نیچے گہری تاریکی تھی..... لیکن وہ بائیں جانب والی دیوار ٹٹولتا ہوا آہستہ آہستہ زینے
طے کرتا رہا۔

پھر سطح زمین سے پیر لگے اور اینی کی سرگوشی سنائی دی۔ "میرا ہاتھ پکڑ کر
چلتے رہو۔"

حمید نے آواز کی جانب ہاتھ بڑھایا اور اندھیرے میں دو ہاتھ ٹکرائے۔

پھر وہ اندھیرے میں رینگتے رہے۔

تھوڑی دیر بعد شدید قسم کی بدبو کا بھپکا آیا..... اور اینی جلدی سے بولی۔ "اب
میں چل رہے ہیں..... پتلون اوپر چڑھالو..... یہ ضرور ڈوبیں گے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ رک کر اس نے پتلون کے پائینچے جتنی اونچائی تک موڑے جا
لئے اور پھر چلنے لگا۔ پانی ٹخنوں سے اوپر تھا..... جوتے ڈوب گئے تھے۔ بدبو بے
رہا..... سختی سے ہونٹ پر ہونٹ جمائے وہ چلتا رہا۔

کچھ دیر بعد اینی نے کہا۔ "اب یہاں اپنے ہاتھ اوپر اٹھا کر گٹر کا دہانہ تلاش کرو۔"

"لڑکیوں کے ساتھ ہمیشہ گٹر ہی میں گرنا پڑتا ہے..... کاش میرا باپ کنوارا
ہوتا۔"

اس نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے اور انہیں ادھر اُدھر گردش دیتا رہا۔ بالآخر گٹر کا [illegible]
ہی گیا۔

حمید نے دونوں ہاتھ ٹکا کر زور کرنا شروع کیا اور اسے اپنی جگہ سے اکھاڑنے
کامیاب ہو ہی گیا..... کھلے ہوئے دہانے سے دھندلی روشنی نیچے آئی۔

کچھ دیر بعد وہ گٹر سے باہر تھا۔ پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھ نیچے لٹکائے اور اینی
اوپر کھینچ لیا۔ گلی سنسان پڑی تھی..... گلی کے دونوں سروں پر ایک ایک الیکٹرک
تھا..... اور دو پولوں کی روشنی اتنی بڑی گلی کے لئے ناکافی تھی..... گٹر کا دہانہ گلی
میں تھا اس لئے یہاں اتنی تیز روشنی نہیں تھی کہ کوئی ان دونوں کا مفصل جائزہ لے سکے
نے جلدی سے گٹر کا ڈھکن پھر اس کی جگہ پر دبا دیا..... اور پتلون کے پائینچے نیچے گرائے
اینی ہانپ رہی تھی۔ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "اب میں اس [illegible]
نہیں رہ سکتی..... وہ مجھے کتے کی موت ماریں گے۔ خدا کے لئے یہاں سے جلدی نکلو۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ دونوں نے تیزی سے گلی طے کی اور سڑک پر آنکلے۔

دونوں کے جوتے بھیگے ہوئے تھے اور ان پر کہیں کہیں گندگی بھی نظر آرہی تھی۔
جلد ہی ایک ٹیکسی مل گئی۔ حمید نے اینی کے لئے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور خود بھی
اندر بیٹھتا ہوا ڈرائیور سے بولا۔ "ہوٹیل مونا کو.....!"

"م..... میرے خدا.....!" اینی آہستہ سے بڑبڑائی اور حمید نے اس کا ہاتھ دبا کر
خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

ٹیکسی چل پڑی..... اینی اس کی طرف جھک کر آہستہ سے بولی۔ "وہ جگہ بھی میرے
لئے محفوظ نہیں ہے۔"

"میں تمہیں سیدھے اپنے کمرے میں لے جاؤں گا۔"

ہوٹیل مونا کو پہنچ کر حمید نے اتنی پھرتی سے اُسے اپنے کمرے تک پہنچایا تھا کہ شائد ہی
کسی کی نظر اُن پر پڑ سکی ہو..... ویسے اینی بہت زیادہ خوفزدہ نظر آرہی تھی۔

"میں یہاں بھی نہیں بچ سکوں گی۔" اس نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"وہم ہے تمہارا....." حمید نے اپنے کوٹ کے بٹن کھولتے ہوئے کہا۔

"ادھر دیکھو..... میں بھی اس کی کمائی کھاتا ہوں۔"

وہ اُسے اپنا بغلی ہولسٹر دکھا رہا تھا

"اوہ.....!" وہ اعشاریہ تین آٹھ کے ریوالور کے دستے پر نظر جمائے ہوئے بولی۔ "تو
تم پیڈور کے آدمی ہو۔"

"میں کسی پیڈور کو نہیں جانتا..... ایک تنہا اداس بھیڑیا ہوں۔"

"خوب.....!" وہ سراسیمگی کے باوجود مسکرائی۔ "شاعری بھی کر لیتے ہو۔"

"اب تم آرام سے بیٹھ جاؤ..... یہ دو بستروں والا کمرہ ہے.....!"

"میں کہتی ہوں میں یہاں محفوظ نہ رہ سکوں گی..... تم نہیں سمجھ سکتے کہ کیا کر آئے
ہو۔ یہاں کسی کی مجال ہے کہ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکے۔ وہ یہاں کا قانون ہے۔
کوئی ایس۔ پی یا ڈپٹی کمشنر بھی اس سے بگاڑ کر یہاں نہیں رہ سکتا۔"

"آخر وہ ہے کون.....!"

"اس جیسے کئی قمار خانوں کا مالک..... بل فائٹر فومان..... عرصہ تک سپین میں پیشہ ور

بل فائٹر رہا ہے..... یہاں کے لوگ اس کے نام سے کانپتے ہیں۔"

"اور تم اب تک اس کے لئے کام کرتی رہی ہو۔"

"ہاں..... یہ ایک مجبوری تھی۔ میرا باپ جو سیونتھ آئی لینڈ میں رہتا ہے
مقروض ہے۔ اتنا کہ شائد ساری زندگی مقروض ہی رہے۔ اتنی بڑی رقم ادا ہی نہیں کر

"کیا کام کرتی ہو۔"

"کیا تم نے دیکھا نہیں..... کسی موٹی آسامی کے ساتھ کھیلتی ہوں اور میرے
کاسینو کا ایک شار پر بھی ہوتا ہے..... ہم اس کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اُسے لو
ہیں۔"

"آج تم آپے سے باہر کیوں ہوگئی تھیں۔"

"میں بہت بُری ہوں..... لیکن دنیا کے نجات دہندہ کی شان میں گستاخانہ کلمات
سن سکتی..... وہ سور نشے میں تھا..... اور اس نے کرائسٹ پر پھبتی کہی تھی..... میں
کا خون پی لیتی۔"

"فی الحال چائے پیو۔" حمید نے فون کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یا کھا
گی۔"

"مجھے بھوک لگی ہے..... لیکن ٹھہرو..... ویٹر کو یہاں نہ بلاؤ..... خود چلے جاؤ

"تم فکر نہ کرو..... اگر وہ تمہیں پہچانتا بھی ہوگا تو کسی سے کچھ نہ کہے گا۔" حمید
اور فون پر دو آدمیوں کے کھانے کے لئے ہدایات دیں۔

کچھ دیر تک وہ دونوں خاموشی سے ایک دوسرے کا جائزہ لیتے رہے۔ پھر حمید
"صورت سے کافی باحوصلہ معلوم ہوتی ہو۔"

"لیکن اب فومان کا سامنا کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتی۔"

"وہ تمہارا کیا بگاڑ لے گا۔"

"زندہ نہیں چھوڑے گا..... لیکن اب میرے باپ کا کیا ہوگا۔ میرے خدا.....
وہ اسے بھی زندہ نہ چھوڑے۔"

"کیا وہ بھی اس کے لئے کوئی کام کرتا ہے۔"

"ہاں..... اس قرض کی وجہ سے ہم سب اُس کے غلام ہیں..... اگر وہ اُس وصولیابی
کے لئے عدالت میں کیس دائر کردے تو ہم کوڑی کوڑی کو محتاج ہو جائیں گے۔"

"وہ کیا کام کرتا ہے؟"

"اس کے لئے پیغام رسانی۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"پیغامات تو میری سمجھ میں بھی نہیں آتے۔"

"کیا تمہاری ہی توسط سے آتے ہیں۔"

"ہاں میں انہیں ضرور دیکھتی ہوں..... یہ سرکاری طور پر تار کی شکل میں آتے ہیں۔
مطلب یہ کہ تار گھر میں موصول ہوتے ہیں..... اور میں ان کے مضمون فومان تک پہنچاتی
ہوں۔"

"میں بالکل نہیں سمجھا۔"

"وہ ایک ایسے پتہ پر آتے ہیں جو باقاعدہ طور پر رجسٹرڈ نہیں ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ
کس کا پتہ ہے۔ پیغامات وصول کر کے ردی کی ٹوکری میں ڈال دیئے جاتے ہیں۔"

"لیکن حقیقتاً وہ پتہ فومان کا ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"ہاں..... ٹیلی گرافک ایڈریس..... ہنی مون۔"

"تمہارے باپ کا کیا نام ہے؟"

"موبی گریس..... اب بتاؤ کیا ہوگا..... وہ اُسے مار ڈالیں گے۔"

"نہیں مار سکیں گے..... تم مجھے کیا سمجھتی ہو۔"

وہ اسے بغور دیکھ کر رہ گئی۔ کچھ بولی نہیں..... اتنے میں ویٹر نے دستک دی۔ پھر حمید
نے اندر آنے کی اجازت پا کر دروازہ کھولا۔

جب وہ چلا گیا تو حمید نے طویل انگڑائی لے کر کہا۔ "کیا تمہیں علم ہے کہ میں عرصہ
سے تمہارا پیچھا کر رہا ہوں؟"

"نہیں تو..... کیوں؟" وہ چونک پڑی۔

"اور تم منگل کو مجھے چرکہ دے کر ڈائمنڈ اسٹور میں داخل ہوئی تھیں اور دوسری سڑک

پر نکل گئی تھیں؟"

"وہ تو میرا راستہ ہی ہے۔ کون اتنا لمبا چکر کاٹے..... لیکن تم میرا پیچھا کیوں کر رہی ہو۔"

"محض یہ دیکھنے کے لئے کہ تم دراصل کون ہو..... تار گھر میں کلرکی کے علاوہ کیا کرتی ہو۔ بس اب کھانا کھاؤ..... بقیہ باتیں پھر ہوں گی۔"

باپ بیٹی

کرنل فریدی آشانواس کے ساتویں فلیٹ کے سامنے رکا۔ ختم ہوئے ہوئے سگار کو فرش پر گرا کر پیر سے رگڑتے ہوئے دروازے پر دستک دی۔ ذرا دیر بعد دروازہ کھلا اور دوسرے ہی لمحے میں دروازہ کھولنے والے کے حلق سے تحیر زدہ سی آواز نکلی اور وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹ گیا۔

"کیا میں اندر آسکتا ہوں۔" فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔

"جج..... جی..... تت..... تشریف لائیے.....!" صاحب خانہ ہکلایا۔

فریدی نے اندر داخل ہو کر خود ہی نہ صرف دروازہ بند کیا بلکہ سٹکنی بھی چڑھا دی۔ صاحب خانہ خوفزدہ نظروں سے اُسے دیکھے جارہا تھا۔

وہ نشست ہی کے کمرے میں تھے۔ فریدی نے اس سے کہا۔ "بیٹھ جاؤ..... پریشان ہونے کی ضرورت نہیں..... ویسے تمہارے لئے ایک بُری ہی خبر لایا ہوں۔"

"مم..... میں نہیں سمجھا۔"

"مجھے جانتے ہو۔" فریدی نے پوچھا۔

صاحب خانہ کے چہرے پر ایسے آثار نظر آئے جیسے اس سوال کے جواب

"تم مجھے اچھی طرح پہچانتے ہو۔" فریدی مسکرایا۔

صاحب خانہ خوفزدہ اور مستفسرانہ نظروں سے اُسے دیکھتا رہا۔

"تمہارا نام موبی ہے..... اور تم نومی چار کے بل فائٹر فومان کے لئے کام کرتے ہو۔"

"ن..... نہیں.....!" موبی بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

"بیٹھ جاؤ.....!" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "تم اس کے لئے میری نگرانی کرتے رہے لیکن اب ہی مون کا راز فاش ہو چکا ہے..... اور تمہاری لڑکی آنا گریس کی بھی خطرے میں ہے۔"

"نہیں..... نہیں..... نہیں۔" وہ ہذیانی انداز میں چیخا۔

"بل فائٹر کی دانست میں تم دونوں ہی اس کا راز فاش ہو جانے کا باعث بنے ہو۔"

"میرے خدا میں کیا کروں.....!" موبی مضطربانہ انداز میں بڑبڑایا۔

"لیکن فی الحال تمہاری لڑکی محفوظ ہے..... میرے آدمیوں کی پناہ میں۔"

"یہ بہت اچھا ہوا..... بہت اچھا ہوا..... کرنل صاحب میں آپ کا ممنون ہوں۔ مجھے ... نہیں۔"

"لیکن میں تمہیں بھی نہیں مرنے دوں گا۔" فریدی مسکرایا۔

"اوہ..... اوہ.....!"

"میرے ساتھ چلو..... جتنی جلد ممکن ہو..... ورنہ تھوڑی دیر بعد یہاں تمہاری ... آئے گی۔"

"م..... میں چلوں.....!"

"سب کچھ یہیں چھوڑ دو..... ورنہ مال کی محبت تمہاری زندگی کی قیمت ثابت ہو گی۔"

موبی نے کرسی کی پشت پر پڑا ہوا کوٹ پہنا اور اُس کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ ... بکھرا رہے تھے۔

"سنبھلو.....!" فریدی نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔

... نیچے آئے..... سیاہ رنگ کی ایک چھوٹی سی وین میں بیٹھے اور نامعلوم منزل کی طرف

روانہ ہو گئے۔

فریدی خود ہی ڈرائیو کر رہا تھا..... اور موبی وین کے پچھلے حصے میں

صبح وہ دن چڑھے تک سوتی رہی..... جاگی تو اس پر اسرار آدمی کو بھی
وہ سوچنے لگی آخر کس قسم کا آدمی ہے..... رات سونے سے قبل
اس سے کم از کم اپنی مہربانیوں کا بدلہ ضرور طلب کرے گا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا
اپنے بستر پر لیٹا تھا اور کسی معصوم بچے کی طرح سو گیا تھا۔ اس سے پہلے کچھ
بھی گیا تھا اور واپسی پر اطلاع دی تھی کہ اس کے باپ کی حفاظت کا انتظام بھی

لیکن ابھی تک یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ خود اُس کا تعاقب کیوں کرتا رہا تھا۔

پھر اسے بل فائٹر فومان کا پٹنا یاد آیا۔ وہ سوچنے لگی کہ یہ اجنبی پوری طرح
سے واقف نہیں تھا ورنہ شائد اس کا ہاتھ بھی اس پر نہ اٹھ سکتا۔

ٹھیک اسی وقت اجنبی نے کراہ کر کروٹ بدلی اور پھر اس کی آنکھیں
اس کی طرف دیکھتا رہا..... اینی نے پچھلی رات جو کپڑے پہن رکھے تھے
سو گئی تھی۔

"صبح بخیر.....!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"صبح بخیر.....!" اینی مسکرائی۔

"کیا وقت ہوا ہے؟"

"ساڑھے آٹھ۔"

"اوہ.....!" وہ اچھل کر بیٹھ گیا۔ "بہت دیر ہو گئی۔"

پھر تھوڑی ہی دیر بعد وہ ضروریات سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کر چکا تھا

لیے فون پر آرڈر دے کر خاموش بیٹھ گیا۔

بات ہے۔ کیا اب تمہیں خوف محسوس ہو رہا ہے۔" اینی نے مسکرا کر پوچھا۔

بہت زیادہ.....!" حمید بھی مسکرایا۔

تم آخر کون ہو..... اور میرا تعاقب کیوں کرتے رہے تھے۔"

محض اتفاق ہے کہ اس وقت تم سے گفتگو کر رہا ہوں..... ورنہ ساری زندگی یہ
جاری رہتا اور تم میرے وجود سے لاعلم رہتیں۔"

میں نہیں سمجھی۔"

سوچ رہا ہوں..... آج تک یہ بات میری بھی سمجھ میں نہیں آئی کہ ایسا کیوں ہوتا
جب بھی کوئی لڑکی مجھے اچھی لگتی ہے اس کا تعاقب شروع کر دیتا ہوں..... اُسے زیادہ
دیکھنا چاہتا ہوں..... اور یہ نہیں چاہتا کہ اُسے اس کا علم ہو سکے۔"

ہوں.....!" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔ "اب تک کتنی لڑکیوں
کا تعاقب کر چکے ہو۔"

"تم نیری ہو۔"

"اور بقیہ دو کہاں ہیں۔"

"خدا جانے.....!" حمید نے مغموم لہجے میں کہا۔ ٹھنڈی سانس لی اور خاموش ہو گیا۔

"کیوں.....!"

"ارے بھئی..... ضروری نہیں کہ وہ ہمیشہ اسی شہر میں رہیں جہاں میرا قیام ہو۔ اب
میں اُن کے دروازوں پر ڈیرا تھوڑا ہی ڈال دیتا تھا..... وہ کہیں اور چلی جاتی تھیں او
ٹھنڈی آہیں بھرتا رہ جاتا تھا..... تم پہلی لڑکی ہو جس سے اس طرح دو بدو ہونے کا اتفاق
ہے۔"

"آخر تم اُن سے ملتے کیوں نہیں تھے۔"

"مل کر کیا کہتا.....؟" حمید نے بھولے پن سے پوچھا اور وہ ہنس پڑی..... اس پر حمید
آنکھوں سے خفت آمیز بے بسی جھانکنے لگی۔

"مجھے بیوقوف بنا رہے ہو۔" اینی نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"میں جانتا تھا تم یقین نہیں کرو گی۔" حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ارر..... نہیں..... تم ٹھیک کہتے ہو گے..... میں نے تھوڑی سی
کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں۔"

"کیسے ہوتے ہیں۔" حمید نے پہلے کے سے لہجے میں ہی پوچھا۔

انہیں ایسی عورتیں پسند آتی ہیں جو ان کی ماؤں یا بہنوں سے کسی حد تک
ہوں۔ لیکن وہ ان سے اظہار عشق نہیں کر سکتے کیونکہ لاشعور میں وہ مشابہت
جو عموماً شعور کی سطح تک آتے آتے شرم اور خوف کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

"دھت.....!" حمید سچ مچ جھینپ گیا۔ "میں تمہیں اٹھا کر کھڑکی
دوں گا۔"

"کچھ بھی کرو..... بات یہی ہے۔"

حمید نے اٹھ کر گھونسہ تان لیا..... اور وہ ہنستی ہوئی پیچھے ہٹ گئی۔

پھر یک بیک بہت زیادہ سنجیدہ نظر آنے لگی..... حمید بیٹھتا ہوا بڑبڑایا۔

"یہ خوبصورت لڑکیاں یہ سمجھتی ہیں کہ ہر ایک ان کے پیچھے دم ہلاتا
ہو نہہ۔"

""""سنو..... میری بات سنو.....!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔

"سناؤ.....!" حمید نے پھاڑ کھانے والے انداز میں آنکھیں نکالیں۔

"جانتے ہو میرا کیا حشر ہوتا اگر تم نہ ہوتے۔"

"میں کچھ نہیں جانتا۔" حمید پہلے ہی کے سے لہجے میں غرایا۔

"تم تو بُرا مان گئے۔" وہ ٹھنک کر بولی۔ "میں تو نفسیات کا ایک نکتہ بیان
تمہیں نفسیات سے دلچسپی نہیں۔"

"میں آم کھانے کا شائق ہوں درخت گننے سے دلچسپی نہیں رکھتا۔"

"خیر ہو گا..... اگر تم نہ ہوتے تو ایک معزز گاہک کی توہین کرنے کے
مجھے بڑی سخت سزا دیتا..... اب اس وقت اس کے شکاری کتے میری تلاش میں
راہ چلتے گولی مار دیتے ہیں۔"

"کیا سزا ملتی تمہیں۔"

"مجھے کئی گھنٹوں کے لئے الٹا لٹکا دیا جاتا..... یہ وہ سزا ہے جو بہت آسانی سے ہر ایک کو
دی جا سکتی ہے اس کے لئے عورت مرد کی تخصیص نہیں۔"

"الٹی لٹکی ہوئی کیسی لگتیں تم.....!" حمید آنکھیں بند کرتا ہوا بولا۔

"تصور کرو..... اور اپنا منہ نوچ لو....." وہ جھلا کر بولی۔ "لعنت ہے ایسی زندگی پر آخر
ہم آدمی کیوں کہلاتے ہیں۔"

"تم ہی کوئی مناسب سا نام تجویز کرو۔" حمید نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

وہ کچھ نہ بولی۔ کچھ سوچتی رہی پھر یک بیک چونک پڑی۔ حمید کو غور سے دیکھا اور بھرائی
ہوئی آواز میں بولی۔ "تم نے میرے باپ کے لئے کیا کیا۔"

"ہو سکتا ہے تم کچھ دیر بعد موبی سے فون پر گفتگو کر سکو..... وہ محفوظ ہے؟"

"خدا کے لئے سچ بتاؤ..... تم پیڈرو کے آدمی تو نہیں ہو۔"

"میں نے یہ نام کبھی نہیں سنا۔"

"پھر تمہارا پیشہ کیا ہے اگر تم نے یہ نام پہلے نہیں سنا۔"

"میرا پیشہ.....!" حمید مسکرایا۔ "اگر فومان کا کوئی دشمن قیمت ادا کرنے پر تیار ہو تو میں
فومان کو قتل بھی کر سکتا ہوں۔"

"تب تو پیڈرو تمہیں ہر قیمت پر خرید سکے گا۔"

"مجھے اسی کا پتہ بتا دو..... آج کل تنگ دست ہوں۔"

"کیا تم سچ مچ کوئی بُرے آدمی ہو؟"

"اچھے آدمی نہ تو لڑکیوں کا تعاقب کرتے ہیں اور نہ فومان جیسے آدمیوں پر اُن کے ہاتھ
اٹھ سکتے ہیں۔"

"تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں آسمان سے گر کر کھجور میں اٹکی ہوں؟" اینی نے
پُر تشویش لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب.....!" حمید نے آنکھیں نکالیں۔ کچھ سوچتا رہا پھر سر ہلا کر بولا۔ "سمجھ
گیا..... اچھی بات ہے..... تم ناشتہ کر کے یہاں سے دفع ہو جاؤ۔"

"کک..... کیوں؟"

"اب کھجور سے چھوٹ کر زمین پر گرو اور چور چور ہو جاؤ..... یا جہنم میں جاؤ مجھے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔"

"تم بُرا مان گئے..... میرے حواس بجا نہیں ہیں۔ کہنا کچھ چاہتی ہوں زبان سے نکلتا ہے..... بتاؤ..... میں کیا کروں۔"

"ناشتہ....." حمید نے کہا اور اٹھ گیا۔ کیونکہ شائد ویٹر دروازے پر دستک دے رہا تھا..... دروازہ کھولا..... لیکن ویٹر کی بجائے ایک نئی شکل دکھائی دی۔ وہ حمید کو دھکا دے کر اندر گھس آیا..... اور قبل اس کے کہ حمید سنبھلتا اُس نے ریوالور بھی نکال لیا۔

"دروازہ بند کر کے بولٹ کر دو.....!" اس نے تحکمانہ لہجے میں حمید سے کہا۔

حمید نے اُسے نیچے سے اوپر تک دیکھا..... مضبوط جسم اور متوسط قد رکھتا تھا۔ عمر تیس اور چالیس کے درمیان رہی ہو گی۔ تیور بہت بُرے تھے۔

حمید نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی۔

"میں کہہ رہا ہوں..... دروازہ بند کر کے بولٹ کر دو۔"

"میں قطعی نہیں سن رہا۔" حمید لاپروائی سے بولا۔

"یہ ریوالور بے آواز ہے..... آنا گریس تم دروازہ بند کر دو۔"

آنا اس طرح دروازے کی طرف بڑھی جیسے خواب میں چل رہی ہو۔

حمید نے اس کی طرف توجہ نہ دی۔ ریوالور کو گھورتا رہا۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ.....!" اجنبی نے سرد لہجے میں کہا۔

حمید نے ہاتھ اٹھا دیئے..... لیکن نظر ریوالور ہی پر جمی رہی۔ آنا گریس دروازہ بند کر کے پھر اسی جگہ پہنچ گئی جہاں پہلے کھڑی تھی۔

"اب اس کی جامہ تلاشی لو.....!" اجنبی نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ "اور جو کچھ بھی جیبوں میں ہو نکال کر میز پر رکھ دو۔"

آنا پھر کسی مشینی جسم کی طرح آگے بڑھی اور حمید کی جیبیں ٹٹول ٹٹول کر نوٹ بک اور پرس وغیرہ نکالتی رہی۔

"اب تم دونوں کو میرے ساتھ چلنا ہے۔" اجنبی نے حمید کی جیبیں خالی ہو جانے کے بعد کہا۔

"وہ کس تقریب میں۔" حمید نے مضحکہ خیز انداز میں پوچھا۔

"بکواس سننے کا وقت نہیں ہے میرے پاس۔ نہیں چلو گے تو یہیں ختم کر دوں گا۔ ورنہ ہو سکتا ہے باس معاف ہی کر دے۔"

"کس باس کا تذکرہ کر رہے ہو۔"

"آرنیل فومان کا.....؟"

"اچھا..... اچھا.....!" حمید مسکرا کر بولا۔ "اُس مسخرے بل فائٹر کا قصہ ہے۔ کیا اسے ہوش آگیا۔"

"چلو.....!" اجنبی نے آنکھیں نکالیں۔

"اچھا..... اچھا.....!" حمید نے سر ہلا کر کہا۔ "لیکن کم از کم میرا پرس تو مجھے اپنی جیب میں رکھ ہی لینے دو..... میں خالی ہاتھ مرنا پسند نہیں کرتا۔"

"آنا گریس..... پرس اس کی جیب میں رکھ دو۔"

آنا میز کے قریب آئی۔ پرس اٹھایا اور حمید کی طرف بڑھی۔ ٹھیک اُسی وقت غسل خانے کا دروازہ بھی بہ آہستگی کھلا اور وہی ویٹر دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوا جسے سامنے کے دروازے سے ناشتہ لانا چاہئے تھا۔ لیکن اس کے ہاتھوں میں ناشتے کی ٹرے کی بجائے ایک وزنی اور کسی دھات کی موگری تھی۔ پھر وہ اتنی آہستگی سے چلتا ہوا اجنبی کے قریب پہنچا تھا کہ اُسے اُس کی موجودگی کا علم بھی نہ ہو سکا..... اپنی کا رخ حمید کی طرف تھا۔ وہ اس کے کوٹ کی اندرونی جیب میں پرس رکھ رہی تھی۔

دفعتاً ایک تیز قسم کی آواز نے اُسے چونکا دیا..... وہ تیزی سے مڑی..... اجنبی ریوالور سمیت فرش پر اوندھا پڑا نظر آیا..... اور ہوٹل کا ایک ویٹر غالباً دوسرے وار کے لئے دوبارہ موگری تول رہا تھا۔

"بس کافی ہے۔" حمید نے لاپروائی سے کہا اور جھک کر گرنے والے کی مٹھی سے ریوالور نکال لیا..... اجنبی بے حس و حرکت ہو چکا تھا۔ اپنی ہکا بکا کھڑی تھی۔

"اب تم ناشتہ لاؤ.....!" حمید نے ویٹر سے کہا اور وہ غسل خانے ہی کی طرف ے
چلا گیا..... غسل خانے کا ایک دروازہ برابر کے دوسرے کمرے میں بھی کھلتا تھا۔

اینی کبھی حمید کی طرف دیکھتی تھی اور کبھی بیہوش اجنبی کی طرف۔

حمید نے اُس کا ریوالور اپنی جیب میں ڈال لیا تھا۔

"بیٹھ جاؤ..... کھڑی کیوں ہو۔" اس نے اینی سے کہا۔

"یہ..... یہ.....!" وہ بیہوش آدمی کی طرف ہاتھ اٹھا کر ہکلائی۔ "اُس کا کیا ہو گا

"ہوش ہی آنے پر معلوم ہو سکے گا۔" حمید نے لاپروائی سے شانے جھٹکائے۔

"میں کہتی ہوں تمہیں اس کی فکر نہیں کہ کہیں اس کے دوسرے ساتھی بھی با
موجود ہوں۔"

"مجھے تو اس کا بھی علم نہیں تھا کہ یہ خود یہاں اس طرح گھس آئے گا۔"

وہ پھر فرش پر پڑے ہوئے آدمی کی طرف دیکھنے لگی۔

دروازے پر دستک ہوئی۔ اس بار حمید نے قریب پہنچ کر کچھ کہا اور اس وقت
دروازہ نہیں کھولا جب تک کہ دوسری طرف سے جواب نہیں مل گیا..... اس بار ویٹر
اس نے اندر آکر ناشتے کی ٹرے میز پر رکھ دی اور وہیں رک کر بیہوش آدمی کی ط
دیکھنے لگا۔

حمید نے اسے باہر جانے کا اشارہ کیا۔

اُس کے چلے جانے پر دروازہ بند کر کے بولٹ کیا اور میز کی طرف مڑتا ہوا

"ارے تم بیٹھی کیوں ہو..... چائے انڈیلو۔"

"مم..... میں.!"

"اُسے پہچانتی ہو۔"

"ہاں یہ..... فومان کا خاص آدمی ہے۔ تنہا بڑے سے بڑا معرکہ سر کرنے کا دعوٰ
ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ فومان کے سامنے لاف و گزاف کرنے کے بعد یہاں تنہا
ہو گا۔"

"لیکن سیدھا یہیں کیسے چلا آیا۔"

"پورے جزیرے میں اس کے جاسوسوں کا جال پھیلا ہوا ہے۔"

"چلو یہی اچھا ہوا کہ ہم رات پوری نیند سو سکے تھے۔"

"لیکن اب کیا ہو گا۔"

"فومان..... اپنے ایک خاص آدمی سے ہاتھ دھو چکا۔"

"کیا مطلب.....!"

"یہ مر چکا ہے؟"

"نہیں.....!" اینی اچھل پڑی۔

"قریب سے جا کر دیکھ لو۔"

وہ بوکھلا کر اٹھی۔ اُس کے قریب گئی۔ جھک کر دیکھتی رہی۔ پھر سیدھی ہوئی تو ایسا
محسوس ہوا جیسے چکرا کر گر پڑے گی۔ حمید نے اٹھ کر سنبھالا۔

"وہ مر گیا ہے..... سچ مچ مر گیا..... بالکل مر گیا ہے.....!" وہ ہذیانی انداز میں کہتی
رہی۔ "اب کیا ہو گا..... اس لاش کا کیا ہو گا..... ہمارا کیا ہو گا۔"

"فی الحال ہم ناشتہ کریں گے۔" حمید نے نرم لہجے میں کہا۔ "تم بیٹھ جاؤ..... اس نے
اُسے میز کے قریب والی کرسی پر بٹھا دیا۔ اینی کی آنکھیں بند تھیں اور سر کرسی کی پشت گاہ پر
ٹکا ہوا تھا۔"

"محترمہ آنا گریس....." حمید نے اس کا شانہ ہلا کر کہا۔ "چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔"

اینی نے آنکھیں کھولیں اور اس طرح اُسے دیکھتی رہی جیسے وہ کسی دوسری دنیا کی
مخلوق ہو۔

"میں چائے نہیں پیوں گی۔" اس نے مردہ سی آواز میں کہا۔

"کیا اس لئے کہ وہ نہ تو ہمیں مار سکا اور نہ اپنے مالک کے پاس لے جا سکا۔"

"تم کتنے درندے ہو..... وہ بہر حال آدمی تھا؟"

"آدمی کے لئے تم کوئی دوسرا نام تجویز کرنے والی تھیں۔" حمید نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"کیا تمہیں خوف نہیں معلوم ہوتا۔"

"کس چیز سے۔"

"اگر ہم اس لاش سمیت پکڑ لئے جائیں تو۔"

"پکڑ لئے جانے ہی پر اس کے متعلق بھی کچھ سوچا جاسکتا ہے..... اس سے پہلے کیا کہا جائے کہ کیا ہوگا..... لو..... یہ پیسٹریاں کھاؤ..... میں سینڈوچ بنا رہا ہوں۔"

"میں اس لاش کی موجودگی میں کچھ کھا پی نہیں سکتی۔"

"اُف فوہ..... میں نے کب چاہا تھا کہ وہ مر ہی جائے..... یہ محض اتفاق تھا۔"

"تو گویا تمہاری نظروں میں اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔"

"اہمیت ہوتی تو فومان جیسے آدمی سے کیوں ٹکراتا۔"

"اب مجھے یقین آگیا..... تم پیڈرو ہی کے آدمی ہو۔"

"اگر اب تم نے یہ نامعقول نام پھر دہرایا تو مجھ سے بُرا کوئی نہ ہوگا..... سمجھیں۔"

"مجھے بتاؤ..... تم اس لاش کا کیا کرو گے۔"

"بھون کر کھاؤں گا..... تم چائے انڈیلتی ہو..... یا..... میں۔"

"ٹھہرو..... ٹھہرو..... میرے جسم میں بالکل سکت نہیں..... یہ ٹی پاٹ بھی نہ اٹھ سکے گا..... مجھ پر رحم کرو۔"

"ارے بابا! کچھ دیر بعد یہ لاش یہاں سے چلی جائے گی۔"

"کیسے چلی جائے گی..... اگر کسی نے دیکھ لیا تو۔"

"ٹکڑوں میں جائے گی..... چھوٹے چھوٹے پیکٹوں میں..... کوئی نہ دیکھ سکے گا۔ مطمئن رہو۔" حمید نے کہا اور سینڈوچ کھانے لگا۔

تھوڑی دیر بعد غسل خانے کا دروازہ پھر کھلا اور وہی ویٹر ایک بڑا سا تھیلا لئے ہوئے کمرے میں داخل ہوا۔

"میرے خدا میں کیا کروں....." اپنی آہستہ سے بڑبڑائی اور پھر آنکھیں بند کرلیں۔ اس کا ذہن آہستہ آہستہ تاریکی میں ڈوبتا جارہا تھا..... پھر وہ اپنے گردو پیش سے بالکل ہی بے خبر ہوگئی۔

پیڈرو

قلندر ٹہل ٹہل کر ڈکٹیٹ کرا رہا تھا اور سائرہ کاڈبیری چوکلیٹ کے ریپر کی پشت پر لکھ رہی تھی۔

ڈکٹیٹ کرا چکا تو بولا۔ "اب پڑھ کر مجھے سناؤ۔"

سائرہ تحریر پڑھنے لگی۔

"آج صبح نو بجے ایک آدمی میرے باس سے ملنے آیا تھا..... عجیب سی صورت تھی ناک پھولی ہوئی پکوڑے جیسی..... آنکھیں خونخوار..... دونوں آہستہ آہستہ گفتگو کرتے رہے تھے اور میں نے دونوں کی زبانوں سے ایک عجیب سا نام سنا تھا..... پیڈرو..... وہ پیڈرو آج رات کو نو بجے جھیل پر میرے باس سے ملنے والا ہے..... وہ آدمی یہی پیغام لایا تھا۔"

"ٹھیک.....!" قلندر مسکرا کر بولا۔ "اب اسے ٹھکانے لگا آؤ..... سائرہ اب میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم بہت ذہین ہو..... میرا داہنا ہاتھ بن کر رہ گئی ہو۔ شائد تمہارے بغیر اب میرا کام بھی نہ چل سکے۔"

سائرہ ریپر کو موڑ کر مٹھی میں دباتی ہوئی اٹھ گئی۔ کمرے سے نکل کر راہداری میں آئی اور زینوں سے گذرتی ہوئی ڈائننگ میں داخل ہوئی۔ گروسری کے کاؤنٹر پر کاڈبیری چوکلیٹ کا ایک پیکٹ خریدا اور بے خیالی کی ایکٹنگ کرتی ہوئی اسے پھاڑتی رہی..... پھر اس کے ریپر کو تو دوسری مٹھی میں دبالیا اور اس ریپر کو ڈسٹ بن میں ڈال دیا جس پر قلندر کی ڈکٹیٹ کرائی ہوئی تحریر تھی۔

چوکلیٹ کا ایک ٹکڑا توڑ کر منہ میں ڈالتی ہوئی پھر زینوں کی طرف مڑ گئی۔ پچھلے دن
کہانی کے بعد سے قلندر بالکل بدل گیا تھا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے کسی آئینے کی سطح
سے گرد صاف کر دی گئی ہو..... شخصیت ہی بدل کر رہ گئی تھی اب وہ مسکراتا بھی تھا۔ سائرہ
نے اس کے بلند بانگ قہقہے بھی سنے تھے..... باتیں کرنے کے موڈ میں آتا تو سائرہ چاہتی کہ
بولتا ہی رہے..... بڑی دلچسپ باتیں ہوتی تھیں..... بات بات پر لطیفے اور کہانیاں۔"

وہ سوچتی کہ قلندر ایک اچھا باس ہے..... وہ اُسے اب تک غلط سمجھتی رہی تھی۔ وہ بھی
ایڈونچر کا شائق ہے..... محض اس لئے اپنا وقت اور پیسہ برباد کر رہا ہے کہ کچھ لوگ بعض
نامعلوم آدمیوں کے دھوکہ میں نہ آسکیں۔

اس وقت وہ اس ریاست کا نام یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی جس کی شہزادی اس کی ہم
شکل تھی۔ نہ جانے کیوں اس شہزادی کا نام بھی اس کے ذہن سے محو ہو گیا تھا۔ مگر کتنی عجیب
بات تھی کیسی حیرت انگیز مشابہت تھی۔

اُسے یاد آیا کہ وہ تصویر اسے ایسی ہی معلوم ہوئی تھی جیسے آئینہ سامنے رکھ دیا گیا ہو۔
اگر وہ لوگ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں تو؟

اُس کے سارے جسم میں ایک سرد سی لہر دوڑ گئی..... شہزادی؟ لیکن امی اور ابا کا کیا
ہوتا..... چھوٹے چھوٹے بھائی بہنوں سے پھر مل بھی پاتی یا نہیں؟ کانپ گئی اور شائد زندگی
میں پہلی بار اس نے محسوس کیا جیسے وہ اپنے بھائی بہنوں سے بے اندازہ محبت رکھتی ہو۔ سب
سے چھوٹا بھائی یاد آیا جس کی عمر تین سال تھی۔ جو اُسے دن رات چڑایا کرتا تھا..... آپا
ٹاپا..... آپا کی آئے گی بارات سہانی ہوگی رات..... اور وہ جوتی اتار کر اسے مارنے
دوڑتی..... دل کی گہرائیوں سے ایک طوفان سا اٹھا۔ دم گھٹنے لگا اور آنکھیں موٹے موٹے
قطروں کی وجہ سے دھندلا گئیں۔ بے اختیار دوڑتے ہوئے اُس نے زینے طے کئے سیدھی
اپنے کمرے میں آئی۔ منہ کے بل مسہری پر جاگری..... بند ٹوٹ گیا تھا۔ آنسو بہہ نکلے.....
وہ پھوٹ پھوٹ کر روتی رہی..... پھر ہچکی بندھ گئی۔

پتہ نہیں کتنا وقت گذر گیا تھا..... وہ روئے جا رہی تھی۔

دفعتاً کسی نے آہستہ سے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ چونک پڑی۔ تکئے سے سر اٹھا

کر مڑی۔

قلندر مجسم سوالیہ نشان بنا اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔

"اوہ..... کچھ نہیں....." وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ وہ ہکلاتی رہی۔ "کک..... کچھ
نہیں..... بس یونہی..... پتہ نہیں کیوں؟"

"اگر تم تھک گئی ہو تو تمہیں آرام کرنا چاہئے....." قلندر نے نرم لہجے میں کہا۔

"نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"لڑکیاں عموماً کمزور دل کی ہوتی ہیں۔ اچھی بات ہے میں تمہیں گھر بھجوا دوں گا۔"

"نہیں..... ایسی کوئی بات نہیں۔"

"خیر..... آرام کرو..... میں جا رہا ہوں۔"

"نہیں..... آپ بیٹھئے..... میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

قلندر اُسے پر تشویش نظروں سے دیکھتا ہوا قریب کی کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ بھی خاموش
بیٹھی رہی بالآخر قلندر کھنکار کر بولا۔ "اگر تم کسی قسم کا خوف محسوس.....!"

"نہیں..... میں ڈرتی نہیں ہوں۔" سائرہ نے اُسے جملہ پورا نہ کرنے دیا۔

"ڈرنا بھی نہ چاہئے..... یہ میرا یا تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

دفعتاً سائرہ کو کچھ یاد آیا اور اس نے پوچھا۔ "یہ پیڈرو کون ہے؟"

"گذران اسٹیٹ کا ایک ہمدرد نمک خوار..... میں ان لوگوں پر جتانا چاہتا ہوں کہ
اسٹیٹ کے بعض آفیسر بھی میری پشت پر ہیں۔"

"میں شہزادی کا نام بھول گئی۔"

"دردانہ..... اور سنو..... میرے ذہن میں ایک شاندار اسکیم ہے..... میں نے ایک
شاندار عمارت کرایہ پر حاصل کی ہے..... تم اُس میں پرنسز دردانہ آف گرزان اسٹیٹ کی
حیثیت سے قیام کرو گی..... بالکل شہزادیوں کی طرح..... ملازموں کی فوج سمیت۔"

"کیوں.....؟" وہ مضطربانہ انداز میں بولی۔

"ان لوگوں کو ہراساں کرنے کے لئے..... میں اب یہ قصہ ختم کرنا چاہتا ہوں۔ میری
اپنی بھی مصروفیات ہیں۔"

"بھلا وہ اس طرح ہراساں کیسے ہوں گے۔"

"میں اُن پر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کروں گا کہ میں خود تمہاری ذات سے
اٹھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

"اس سے کیا فائدہ ہوگا۔"

"بس دیکھنا..... اپنی موت آپ مر جائیں گے۔"

"میں بالکل نہیں سمجھی۔"

"وہ خود ہی مجھے فراڈ ثابت کرنے کی کوشش کریں گے اور اس طرح خود ہی اپ
سمیت فنا ہو جائیں گے۔"

"بات تو ٹھیک ہے.....!"

"بس تو پھر تم تیار ہو جاؤ۔"

"خاصا ایڈونچر رہے گا.....!" وہ ہنس پڑی۔

"لیکن.....!" وہ کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "ایک دشواری ہے۔"

"پولیس کے دو آفیسر جو تمہیں پہچانتے ہیں آج کل غالباً یہیں مقیم ہیں۔ اگر اُن کا
ہو گیا تو تم کیا کرو گی۔"

"کون پولیس آفیسر.....!"

"کرنل فریدی اور کیپٹن حمید۔"

"آپ ہی بتائیے کہ کیا کروں گی۔"

"اُن کی طرف قطعی متوجہ نہ ہونا..... اگر خود ملنے کی کوشش کریں تو بالکل اجنب
سا برتاؤ ہونا چاہئے۔"

"لل..... لیکن.....!"

"پرواہ مت کرو..... میں ماہر قانون بھی ہوں۔"

"اگر انہوں نے گرزان اسٹیٹ والوں سے رابطہ قائم کیا تو۔"

"پیڈرو دیکھے گا کہ انہیں مطمئن کر دیا جاتا ہے۔"

"ہوگا..... مجھے کیا۔" وہ لاپروائی سے شانوں کو جنبش دے کر بولی۔ "الٹی سیدھ

ہیں گے۔"

شہزادیوں کی طرح رہنے کا تصور بھی مسرت انگیز تھا۔ وہ خوابوں میں کھو گئی۔

موبی سراسیمگی کے عالم میں کرنل فریدی کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

فریدی سگار سلگا کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"میں کہاں ہوں۔" موبی نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"تو بی چار میں.....!" کرنل فریدی نے جواب دیا۔ "لیکن تم اس عمارت سے باہر قدم
رکھنے کی کوشش نہیں کرو گے۔"

"نہیں جناب..... یہ خودکشی کے مترادف ہوگا۔"

"سمجھ دار آدمی ہو۔"

"میں آنٹی کے لئے پریشان ہوں۔"

"تھوڑی دیر بعد تم اس سے فون پر گفتگو کر سکو گے۔ وہ قطعی محفوظ ہے۔"

موبی کچھ نہ بولا۔ صرف نچلے ہونٹ پر زبان پھیر کر رہ گیا۔

"تو تم اُس طویل قامت اور بہت زیادہ جسیم آدمی کی بھی دیکھ بھال کرتے رہے ہو۔"
فریدی نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"مم..... میں نہیں سمجھا۔"

"میری مراد اس آدمی سے ہے جو اپنی یاد داشت کھو بیٹھا ہے۔"

"میں ایسے کسی آدمی سے واقف نہیں ہوں جناب۔"

"سر جاوید کو جانتے ہو۔"

"جی نہیں..... میرے لئے یہ نام بھی نیا ہے۔"

"برٹش ایسٹ افریقہ کا ایک تاجر ہے۔"

"نہیں جناب میں قطعی نہیں جانتا۔"

"مفقتھ آئی لینڈ کے ڈاکٹر شاپور کو جانتے ہو۔"

"نام سنا ہے جناب..... کبھی ملنے کا اتفاق نہیں ہوا..... صورت آشنا تک ن
ہوں۔"

"پھر تم کس مرض کی دوا تھے۔"

"میں تو صرف آپ کی نگرانی کرتا رہا تھا فومان کے حکم سے.....!"

"کیا وہ اُن دنوں سیونتھ آئی لینڈ میں مقیم تھا۔"

"جی نہیں..... یہاں سے پیغام بھیجا تھا۔"

"فون پر.....!"

"جی نہیں..... اُس کے ایک آدمی نے مجھے ہدایات دی تھیں۔"

"اس سے پہلے جناب میرا اس کے گروہ سے کوئی تعلق نہیں..... بس اُس کا مقر
ہوں اور یہ قرض اتنا زیادہ ہے کہ شائد ساری زندگی قسطوں میں بھی ادا کرنا چاہوں تو
نہ ہو۔"

"لڑکی کو اس غلاظت میں دھکیلنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"میں نہیں جانتا تھا جناب کہ وہ براہِ راست اس کی ملازم ہو گی۔ اس نے کہا تھا کہ
چار کے تار گھر میں ایک آسامی خالی ہے کہو تو اپنی کو وہاں لگوا دیا جائے۔ میں نے کہا کیا مضا
ہے..... اب آپ کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ وہ اُس کے جوئے خانے میں بھی کام کرتی
ہے۔ خود اپنی نے مجھے اس کے بارے میں کبھی نہیں بتایا۔"

"ہوں..... کیا وہ صرف جوئے خانہ ہی چلاتا ہے۔"

"پتہ نہیں جناب..... ویسے سنا ہے کہ اسمگلنگ بھی کرتا ہے۔"

"اوہ..... تو وہ گروہ..... فومان ہی کا ہے۔"

"میری معلومات کے مطابق..... یہاں دو گروہ ہیں۔ پہلے دونوں شرکت میں
کرتے تھے پھر جھگڑا کر بیٹھے..... اب دونوں الگ ہیں۔"

"پیڈرو کون ہے اور کہاں رہتا ہے۔"

"یہ تو شائد فومان کو بھی نہ معلوم ہو۔ وہ خود کبھی سامنے نہیں آیا۔ اس کا کوئی کار پرداز
ے حصے کی دیکھ بھال کرتا تھا۔"

"تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ فومان بھی اس سے ناواقف ہو گا۔"

"جناب عالی اس نے یہ بات خود مجھے بتائی تھی۔ وہ اکثر پریشان رہتا تھا۔ کہتا تھا پارٹنر
مجھے بالکل پسند نہیں جب کہ میں نے آج تک اپنے پارٹنر کی شکل تک نہیں دیکھی.....
اس سے خائف بھی رہتا تھا حالانکہ لفظ 'خوف' ہی فومان کے لئے مضحکہ خیز ہے۔"

"دونوں میں جھگڑا کس بات پر ہوا تھا۔"

"اس کا علم تو نہیں مجھے۔"

"فومان کے آدمیوں میں کوئی ایسا بھی ہے جس کے بائیں جبڑے پر چوٹ کا گہرا نشان ہو۔"

"میرا خیال ہے کہ میں نے ایسے کسی آدمی کو ان لوگوں میں نہیں دیکھا۔"

"اس آدمی پیڈرو کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔"

"میں کیا عرض کروں جناب۔"

"اُن دونوں گروہوں میں اب بھی جھگڑا ہوتا رہتا ہو گا۔"

"جی ہاں..... اکثر بڑی خونریزی ہوتی ہے۔ لیکن فومان پیڈرو کے کسی آدمی کی نشاندہی
ں نہیں کر سکتا۔ ویسے اگر چاہتا تو ان میں سے ہر ایک کو گرفتار کرا سکتا۔"

"ہاں میں جانتا ہوں کہ یہاں کی پولیس فومان کے کاروبار سے بخوبی واقف ہے اور شائد
کے ایک ایک آدمی سے بھی شناسائی رکھتی ہے۔"

"جی ہاں..... آپ کا خیال قطعی درست ہے۔ ڈپٹی کمشنر اور ایس پی دونوں اس کی مٹھی
رہتے ہیں۔ اس کے باوجود بھی پیڈرو کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔"

"آخر کیوں؟"

"پیڈرو کی دھمکی..... اُس نے جھگڑے کے بعد ہی فومان کو وارننگ دی تھی کہ اگر اُس
کا کوئی آدمی پولیس کی نظروں میں آیا تو وہ فومان کو گولی مار دے گا۔ خواہ وہ سات پردوں میں بھی
کیوں نہ جا چھپے۔"

"ہوں..... بڑی عجیب بات ہے۔"

"فومان نے اگر کبھی اُس کی ایک جھلک بھی دیکھ لی ہوتی تو شائد اتنا خائف نہ ہو وہ سوچتا ہے پتہ نہیں کب اور کہاں اپنا کام کر جائے۔ زہر ہی دلوادے۔"

"خوب.....! تو تمہاری دانست میں اس کے کسی آدمی کی بھی نشاندہی مم ہے۔"

"ہرگز نہیں..... فومان کے علاوہ انہیں اور کوئی جانتا بھی نہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ اب تم آرام کرو..... لیکن کھڑکیوں کے قریب ہر جانا.....!" فریدی نے کہا اور اٹھ گیا۔

کچھ دیر بعد وہ نومی چار کے سب سے بارونق حصے میں نظر آیا۔ فومان کا وہ قمار خا اُس سے ملاقات ہو سکتی تھی یہیں واقع تھا۔

فریدی قمار خانے میں داخل ہوا..... دن کو یہاں عموماً سناٹا ہی رہتا تھا..... ایک کسی گوشے سے جھپٹا اور فریدی کی راہ میں حائل ہوتا ہوا بولا۔ "اس وقت یہاں کھیل ہوتا۔"

فریدی نے اسے گھور کر دیکھا اور آہستہ سے کہا۔ "مجھے فومان سے ملنا ہے۔"

"وہ کسی اجنبی سے نہیں ملتے۔"

"تمہیں کیسے اندازہ ہوا کہ میں اس کے لئے اجنبی ہوں۔"

"وہ سو رہے ہیں۔"

"اچھا شام کو مل لوں گا....." فریدی نے لاپروائی سے کہا۔ پھر جلدی سے بولا۔

"ایک گلاس ٹھنڈا پانی مل سکے گا۔"

"پانی کا یہاں کیا کام جناب..... البتہ بار اُدھر ہے۔"

"کبھی کبھی شراب پانی کا بدل نہیں ثابت ہوتی....." فریدی مسکرایا۔

"اچھا..... ٹھہریئے میں دیکھتا ہوں۔" وہ آدمی کہتا ہوا ایک طرف چلا گیا۔

فریدی جہاں تھا وہیں کھڑا اگر دو پیش کا جائزہ لیتا رہا۔

دفعتاً چار آدمی اُسے اپنی طرف آتے دکھائی دیئے۔ لیکن اُس کے بے تعلقانہ اند

ئی فرق نہ آیا۔

وہ قریب پہنچے اور اس طرح کھڑے ہوگئے کہ فریدی ان کے گھیرے میں آگیا۔

"کیا بات ہے؟" اُن میں سے ایک نے پوچھا۔

"میں فومان سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"کیوں.....؟"

"ہوش میں ہو یا نہیں۔" فریدی اسے نیچے سے اوپر تک گھورتا ہوا بولا۔ "تمہیں یہ کیوں بتایا جائے۔"

"اس کے بغیر باس سے ملاقات نہیں ہو سکے گی۔"

"کیا اس تک میرا کارڈ بھی نہیں پہنچاؤ گے۔"

"کیا وہ آپ کو جانتے ہیں۔"

"اُس جیسے سارے آدمی مجھے اچھی طرح جانتے ہیں۔" فریدی نے جیب سے اپنا وزیٹنگ کارڈ نکال کر اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

اس نے کارڈ ہاتھ میں لیا اس پر نظر ڈالی اور دوسرے ہی لمحے میں کارڈ ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر آرہا..... جھک کر کانپتے ہوئے ہاتھ سے اُسے اٹھایا اور سیدھے کھڑے ہو کر ہکلائے ہوئے انداز میں بولا۔ "آپ تشریف رکھئے جناب میں ابھی اطلاع دیتا ہوں۔"

پھر وہ دوڑتا چلا گیا اور اس کے تینوں ساتھی حیرت سے وہیں کھڑے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔

تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا۔ اس کے چہرے پر اب بھی سراسیمگی کے آثار تھے۔

"تشریف لے چلئے جناب۔" اس نے کہا اور فریدی اُس کے ساتھ چل پڑا۔

فومان استقبال کے لئے اپنے دفتر سے باہر آگیا تھا۔

"زہے..... نصیب.....!" وہ مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔ پھر وہ اُسے اپنے کمرے میں لایا..... فریدی ابھی تک کچھ نہیں بولا تھا۔

"برسوں کی آرزو پوری ہوئی۔ تشریف رکھئے جناب۔" فومان بچھا جا رہا تھا۔

فریدی نے بیٹھتے ہوئے چاروں طرف اچٹتی سی نظر ڈالی۔

"فرمایئے..... میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"ایک لڑکی..... آنا گریس کے متعلق کچھ معلومات حاصل کرنی ہیں۔"

"آنا گریس..... جی ہاں..... میں یہاں اس کا سرپرست ہوں..... وہ تار گھر
کرتی ہے۔ میں نے ہی اس کے لئے سفارش کی تھی۔"

"وہ عرصہ سے مرکزی سی آئی ڈی کی نگرانی میں رہی ہے۔"

"کیوں جناب.....!" فومان نے تحیر زدہ لہجے میں پوچھا۔

"وہ کسی نامعلوم آدمی کے لئے غیر قانونی پیغام رسانی کرتی رہی ہے۔"

"میں بالکل نہیں سمجھا جناب..... ذرا ایک منٹ آپ کیا پئیں گے۔"

"شکریہ..... کسی چیز کی خواہش نہیں۔"

"پھر بھی.....!" فومان مسکرایا۔ "بڑے آدمیوں کے لئے بہت پرانی پرتگالی
رکھتا ہوں۔"

"میں شراب نہیں پیتا.....!"

"حیرت ہے استادماغی کام کرنے کے باوجود بھی.....!"

"ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ وہ غیر قانونی طور پر پیغام رسانی کرتی تھی..... یہاں
گھر میں ہنی مون کے ٹیلی گرافک ایڈریس پر پیغامات آتے ہیں۔ حالانکہ یہ پتہ رجسٹر
ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ اس پتے کی پشت پر کون ہے..... اس لئے پیغامات آتے ہیں ا
کی ٹوکری میں ڈال دیئے جاتے ہیں..... لیکن یہ لڑکی ان پیغامات کو الگ نوٹ کر
دیکھی گئی ہے..... اس کے علاوہ تار گھر کا اور کوئی فرد ان کی طرف توجہ تک نہیں دیتا۔

"بس اتنی سی بات جناب.....!" فومان ہنس پڑا۔ "دراصل آنا گریس وہ پیغامات
لئے نوٹ کرتی رہی ہے۔"

"تو یہ ہنی مون والا پتہ تمہاری ہی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔"

"ہرگز نہیں.....!" فومان سنجیدگی اختیار کر کے بولا۔ "اُس نے مجھ سے اس کا
تھا..... میں نے کہا لکھ لایا کرو..... بڑے عجیب و غریب پیغامات ہوتے ہیں۔
بوڑھی ہوئی جارہی ہے..... کتا مسکرانے لگا ہے..... ہنڈیا پک رہی ہے.....

ذخیرہ..... میں نے تو فائل بنا لیا ہے۔ کہیئے تو دکھاؤں..... فرصت کے اوقات میں ان
پیغامات کے معمے حل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ..... مگر میں خواہ مخواہ اپنا
خیال کیوں ظاہر کروں پتہ نہیں آپ کا نظریہ کیا ہو۔"

فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"یقین کیجئے.....!" فومان سر ہلا کر بولا۔ "چونکہ پیغامات پُراسرار معلوم ہوئے تھے اس
لئے میں انہیں اکٹھا کرتا رہا ہوں۔"

"پرسوں رات یہاں کیا ہوا تھا.....؟"

"میں نہیں سمجھا۔"

"آنا گریس کا کسی سے جھگڑا ہوا تھا.....؟ یہاں..... اس قمار خانے میں۔"

"مجھے علم نہیں..... وہ اکثر آتی ہے۔ کھیلتی بھی ہے..... ٹھہریئے..... میں یہاں
کے نگراں سے پوچھتا ہوں۔"

فومان نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی۔

شہزادی اور نوابزادہ

مطلوبہ آدمی تھوڑی دیر بعد کمرے میں داخل ہوا۔ فومان نے اس سے بیٹھنے کو نہیں کہا۔
فریدی نے اس کا سرسری جائزہ لے کر فومان کی طرف دیکھا۔

"کیوں..... کیا پرسوں یہاں کسی سے آنا گریس کا جھگڑا ہوا تھا....." فومان نے آنے
والے سے پوچھا۔

"جی ہاں.....!"

"کیا بات تھی۔"

"کسی ایسے آدمی کے ساتھ کھیلنے بیٹھ گئی تھی جو نشے میں تھا۔ اُس نے شائد کوئی ویسی بات جیسس کرائسٹ کی شان میں کہہ دی تھی وہ بگڑ گئی اور اپنا پرس اس کے منہ پر مارا تھا.....!"

"میں نے تم سے کیا کہا تھا.....!" فومان غصیلی آواز میں بولا۔

"وہ مانتی ہی نہیں باس..... کہتی ہے میں محدود ہو کر کھیلتی ہوں۔"

"چلے جاؤ.....!" فومان ہاتھ اٹھا کر دہاڑا۔

وہ چپ چاپ باہر چلا گیا..... فومان ایسے انداز میں خاموش بیٹھا رہا جیسے غصے کی زیا کی وجہ سے کچھ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی رخصت ہو گئی ہو۔

"کل آئی تھی.....؟" فریدی نے پوچھا۔

"پتہ نہیں جناب....." فومان نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ "ہر آنے والے پر نظر میرے لئے ممکن نہیں۔"

"وہ کہاں رہتی ہے۔"

"غالباً فرحان منزل کے کسی فلیٹ میں..... فلیٹ کا نمبر مجھے معلوم نہیں۔"

"وہ کل اور آج..... تار گھر میں بھی نہیں دکھائی دی۔"

"جہنم میں جائے..... یہ پہلا موقع ہے کہ مجھے اپنے یہاں کسی قسم کے جھگڑے اطلاع ملی ہے..... میرا موڈ خراب ہو گیا ہے..... اور کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"اُس کے کسی قریبی عزیز کا پتہ بھی بتا سکو گے۔"

"اس کا باپ موبی سیونتھ آئی لینڈ میں رہتا ہے.....!" فومان نے کہا اور کاغذ کے ا ٹکڑے پر اس کا پتہ لکھ کر فریدی کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "اس سے میرے اچھے تعلقا رہے ہیں..... اور انہیں تعلقات کی بناء پر میں نے آنا کے لئے سفارش کی تھی۔"

"بہت بہت شکریہ.....!" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔

فومان بھی اٹھ گیا..... اس کے ساتھ دروازے تک آیا۔

سڑک پر پہنچ کر فریدی نے ایک ٹیکسی رکوائی اور اس میں بیٹھتا ہوا ڈرائیور سے بولا

"فرحان منزل۔"

تھوڑی مسافت طے کرنے کے بعد اس نے پھر ڈرائیور کو مخاطب کیا۔

"چوراہے والے ٹیلی فون بوتھ کے قریب ذرا دو منٹ کے لئے روکنا۔"

"اچھا صاحب۔"

بوتھ خالی تھا۔ فریدی نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کرتے ہوئے محسوس کیا کہ وہ ساؤنڈ پروف بھی ہے۔

ہوٹل مونا کو کے نمبر ڈائیل کر کے آپریٹر کو حمید کے کمرے کا نمبر بتایا۔ دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا۔ حمید بول رہا ہوں۔

"مناسب یہی ہے کہ اب اسے بھی وہیں بھجوا دو....." فریدی نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"اور میں کھیاں ماروں....." دوسری طرف سے آواز آئی۔ "آخر اب میری زندگی کے دوسرے پہلوؤں پر بھی نظر کیوں نہیں رکھتے۔"

"مجھے اس کی تنخواہ نہیں ملتی۔"

"تنہائی مجھے کھا جائے گی۔ میں فنا ہو جاؤں گا۔"

"بکومت..... میری بات سنو۔"

"اُسے وہیں پہنچا دو..... دونوں کا یکجا رہنا ہی مناسب ہے اور اب تم اپنی اصل حیثیت گزار سکتے ہو..... اس ہوٹل سے کہیں اور چلے جاؤ..... میری دانست میں مونٹی کارلو ہی مناسب رہے گا۔"

"بہت بہت شکریہ۔"

"اور ہاں دیکھو..... تمہیں شہزادی دروانہ آف گزران اسٹیٹ پر بھی نظر رکھنی ہے..... اُچھل پڑو گے اسے دیکھ کر..... یہاں کی ایک مشہور عمارت نور محل میں مقیم ہے۔"

"کیا دور ہی سے دیکھنا ہے۔"

"اُس کا فیصلہ دیکھ کر ہی کر سکو گے....." فریدی نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

نور محل شاندار عمارت تھی۔ ایسی نہیں کہ ساڑھے تین کمروں کی مکانیت پر نام ر
جائے۔ "زینت محل" یا "قصر سلیمان"۔ حمید عمارت کے سامنے پہنچ کر رکا اور سوچنے لگا
اسے عمارت کی نگرانی کرنی ہے یا شہزادی دردانہ کی۔

وہ عمارت کے آس پاس منڈلاتا رہا..... پھاٹک پر دو مسلح اور باوردی پہرے دار م
تھے اور دیوار سے لگی ہوئی نیم پلیٹ پر جلی حروف میں شہزادی دردانہ تحریر تھا۔

یہ کہاں کی شہزادی ہو سکتی ہے؟..... حمید کا ذہن سوال پر سوال کرتا چلا گیا۔
ہو گی۔ چہرہ مہرہ قابل قبول بھی ہو گا یا نہیں؟ لفٹ مل سکے گی یا نہیں۔ شام کے پانچ بجے
وہ سوچنے لگا۔ کیا شام بھی گھر ہی پر گذارتی ہے؟

دفعتاً اُسے پھاٹک کی طرف متوجہ ہو جانا پڑا..... ایک لمبی سی کھلی ہوئی کار پھاٹک
بر آمد ہو رہی تھی..... اگلی سیٹ پر ڈرائیور تھا اور پچھلی سیٹ پر؟ حمید کی کھوپڑی ناچ گئی۔
اگر دوسری بار آنکھ مل کر دیکھنے کا موقع ہوتا تو حمید یہ بھی کر گذرتا۔ خدشہ تھا کہ وہ آنکھ
ہی ملتا رہ جائے گا اور گاڑی کہیں کی کہیں جا پہنچے گی۔

وہ شہزادی دردانہ تھی یا قلندر کی سیکریٹری سائرہ عبدالغفور..... گاڑی اُس کے قر
ہی سے گذر گئی۔ سائرہ نے اس کی طرف دیکھا تھا اور منہ پھیر لیا تھا۔ حمید نے محسوس کیا
اس نے دردانہ یا سائرہ سے نظر ملتے ہی اُس کی آنکھوں میں شناسائی کے اعتراف کی جھ
دیکھی ہو۔

اُس نے پُر معنی انداز میں سر کو جنبش دی اور چاروں طرف نظر دوڑانے لگا۔ شائد
ٹیکسی نظر آجائے۔ لیکن مایوسی ہوئی۔ شہزادی دردانہ کی گاڑی نکلی چلی گئی۔

"لاحول ولا قوۃ.....!" وہ بڑبڑایا اور تیز قدموں سے چلتا ہوا اس سڑک پر آیا جہاں
دوا فروشوں کی دوکانیں تھیں۔

ایک دوکان میں داخل ہو کر کاؤنٹر کلرک سے فون استعمال کرنے کی اجازت مانگی

زادی کی قیام گاہ کے نمبر ڈائیل کئے۔

دوسری طرف سے جواب ملنے پر بولا۔ "حمید اسپیکنگ..... کام تو شروع کر دیا
لیکن وہ برق رفتار اور خاکسار پیدل۔ آخر کار برق جہندہ کی طرح نگاہ سے اوجھل
ہو گئی۔"

"کیا خیال ہے اُس کے متعلق.....!"

"کیا یہ کسی قسم کا فراڈ ہے۔"

"کیا میں نے آج تک کسی مولوی کی بھی نگرانی کرائی ہے تم سے۔" دوسری طرف سے
ناخوشگوار لہجے میں کہا گیا۔

"ٹھیک ہے..... ٹھیک ہے..... تو پھر اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔"

"تم بھی کسی گیراج سے کوئی عمدہ قسم کی گاڑی کرائے پر حاصل کرو اور شہزادے بن
جاؤ..... ملازمت کے لئے کالی بلیاں حاضر ہیں..... لیکن تم اُن سے نجی قسم کے سوالات
نہیں کرو گے۔"

"ویسے میرا خیال تو یہ ہے کہ اب تم دوبارہ مونٹی کارلو سے موناکو چلے جاؤ..... اب
تمہاری حیثیت کیپٹن حمید ہی کی ہو گی اس لئے کہ کوئی خدشہ نہیں..... بہر حال گاڑی ضرور
حاصل کرو۔"

شام بڑی سنسنی خیز ثابت ہوئی تھی۔ لیکن گھر سے باہر نکلتے ہی پہلا ذہنی جھٹکا اب بھی
اس کے اعصاب پر اپنی پرچھائیں ڈال رہا تھا..... اور وہ جھٹکا نتیجہ تھا کیپٹن حمید سے غیر متوقع
طور پر مڈبھیڑ ہو جانے کا۔

وہ راستے بھر سوچتی رہی تھی کیا اس نے اُسے نہ پہچانا ہو گا..... کیا وہاں اُس کی موجودگی

محض اتفاق پر مبنی تھی؟ کیا وہ سب کچھ جانتا ہے؟ اور جانتا ہوگا؟ خفیہ پولیس والوں کے تو شیطان پھونک جاتا ہے..... انہیں ہر بات کی خبر ہو جاتی ہے۔ اگر نہ ہو جائے تو سوسائٹی مجرموں کا اکھاڑہ بن کر رہ جائے؟ لیکن آخر اُسے کس بات کا خوف ہے۔ کسی نیک مقصد ہی کے حصول کے لئے یہ سب کچھ کر رہی ہے۔ قانون کو دھوکا دینا نہیں ہے..... اونہہ ہوگا..... وہ اتنی اچھی تفریح برباد کیوں کرے..... زندگی میں اس کے خواب پورے ہو رہے تھے۔

ہوٹیل مونا کو جیسی شاندار جگہ تھی..... ریکریئشن ہال میں ہلکی اور خواب انگیز لہریں لے رہی تھی۔

یہاں رقص گاہ کی چاروں اطراف میں گیلریاں تھیں..... ایک گیلری میں آ بیٹھتا تھا اور بار تھی..... تین گیلریوں میں رقاصوں کے لئے میزیں تھیں۔

وہ اپنی میز پر تنہا تھی اور پیچھے مسلح باڈی گارڈ کھڑا تھا..... یہ آدمی بیک وقت دو انجام دیتا تھا۔ ڈرائیور بھی تھا اور باڈی گارڈ بھی۔ کچھ دیر بعد رقص شروع ہو گیا۔ کئی غالباً اس سے بھی رقص کرنے کی درخواست لے کر آگے بڑھے تھے لیکن باڈی گارڈ ہولسٹر اور کارتوسوں کی پیٹی پر نظر پڑتے ہی پیچھے ہٹ گئے تھے۔ وہ چاہتی بھی یہی تھی۔ اُسے ناچنا نہیں آتا تھا۔

پھر وہ رقص دیکھنے میں محو ہو گئی..... اسکے لئے بالکل نیا تجربہ تھا۔ اس قسم کے کے اس نے خواب دیکھے۔ کتابوں میں اُن سے متعلق پڑھا تھا۔ لیکن جیتا جاگتا تجربہ اس پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔

پہلا راؤنڈ ختم ہونے کے بعد اُس نے کافی طلب کی اور باڈی گارڈ آگے بڑھ کر اس لئے کافی بنانے لگا۔ ٹھیک اسی وقت بائیں جانب سے ایک جانی پہچانی سی آواز

"سیکریٹری..... تم بالکل گدھے ہو..... کیا یہ ہوٹیل ہمارے معیار سے مطابقت رکھتا؟"

وہ چونک کر مڑی۔ قریب ہی کیپٹن حمید کھڑا ایک معمر اور باریش آدمی پر بگڑ رہا تھا۔

"حضور عالی.....!" بوڑھا نہایت ادب سے بولا۔ "یہ یہاں کا سب ہوٹیل ہے۔"

"لغو اور لچر.....!" حمید نے کہا اور چاروں طرف نظر دوڑاتا ہوا بولا۔ "ڈھنگ کے ی بھی نہیں دکھائی دیتے..... ہم یہاں کیا کریں گے..... اور تم یہاں قیام کرنے کو بھی پہ رہے ہو۔"

"حضور والا..... اس سے بہتر جگہ یہاں نہ مل سکے گی۔"

"تو پھر ہم یہاں آئے ہی کیوں تھے؟" حمید نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"سرکار..... میری حماقت کی وجہ سے..... معافی چاہتا ہوں۔"

"خیر..... اب یہاں ایسی خاتون کو بھی تلاش کرو جن کی رگوں میں شاہی خون دوڑ رہا ہو۔"

"مل جائیں گی حضور.....!" بوڑھا آدمی ہاتھ باندھ کر بولا۔

"کہاں سے مل جائیں گی۔"

"وہ جو یہاں ٹیلی فون آپریٹر ہیں نا..... کہہ رہی تھیں کہ میں نواب دلدار جنگ بہادر کی بھتیجی ہوں..... وقت کی بات ہے کہ یہاں نظر آ رہی ہوں..... ورنہ میری منگنی تو شہزادہ عبدالقدوس والی ریاست چمن چمندا سے ہوئی تھی۔"

"ارے..... وہ بھی کوئی ریاست ہے..... وہ بھی کوئی شہزادہ ہے..... صورت ہی سے کسی ہیڈ کانسٹیبل کی اولاد معلوم ہوتا ہے..... خیر اب یہاں کوئی خالی میز تلاش کرو۔"

"حضور والا..... ہم دیر سے پہنچے..... کوئی میز خالی نہیں ہے۔"

"ہائیں تو کیا کوئی میز مخصوص نہیں کرائی تھی۔"

"حضور ہم تو ابھی تاجکستان کے دورے سے واپس آئے ہیں..... کچھ ہی دیر پہلے کی بات ہے..... ایسی صورت میں حضور..... بھلا..... غور فرمایئے۔"

"غور بھی تم ہی فرماؤ ہماری طرف سے..... ہمارے پاس ان فضولیات کے لئے وقت نہیں ہے۔"

"حضور غور کر لیا.....!"

"بکو.....!"

"حضور بہت تھکے ہوئے ہیں۔ اس وقت صرف آرام فرمائیں گے۔"

"ٹھیک ہے..... استراحت گاہ میں چمن چمندا کی منگیتر.....!"

"حضور حضور..... مطمئن رہیں..... سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

اتنے میں دوسرے راؤنڈ کے لئے موسیقی شروع ہو گئی اور ایک چست اکہر
صحت مند لڑکی اُن کے قریب سے گذری۔

سائرہ نے دیکھا۔ حمید نے جھک کر آہستہ سے کچھ کہا..... وہ چلتے چلتے رک پڑ
گھور کر دیکھا پھر مسکرائی اور حمید کی طرف دونوں ہاتھ بڑھا دیئے..... حمید نے اس کے
پکڑے اور رقاصوں کی بھیڑ میں شامل ہو گیا۔

سائرہ کو ایسا ہی لگا تھا جیسے وہ تیرتا ہوا رقص کے فرش پر چلا گیا ہو..... پھر
آنکھیں انہی دونوں کا تعاقب کرتی رہی تھیں۔

حمید کے ہونٹ ہل رہے تھے اور لڑکی متواتر ہنسے جارہی تھی۔ کبھی کبھی وہ منہ اٹھا
آنکھوں سے اس کی آنکھوں میں دیکھتی۔ پتہ نہیں کیوں سائرہ کو اس لڑکی پر بے حد غ
تھا۔ چڑھی بیٹھی ہے خرامزادی..... کوئی کمانے کھانے والی حرافہ ہو گی اور حضرت
سوجھی تھی۔ قلندر نے شائد ان کے متعلق ٹھیک ہی کہا تھا..... قلندر کا بھی کہ
نہیں..... اگر کوئی الٹی سیدھی بات ہوئی تو کون سنبھالے گا۔ سائرہ کی پیشانی پر پ
بوندیں پھوٹتی رہیں۔

وہ مسلسل سوچے جارہی تھی..... یہ کیسا بہروپ ہے کیا اس نے اُسے چڑا
کوشش کی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کہیں کے نواب زادے ہی تو ہوں۔ اونہہ اُسے
تو قلندر کی ہدایت کے مطابق یہ تو ظاہر ہی نہ ہونے دے گی کہ اُسے پہلے بھی کبھی
ہے..... اگر گفتگو کی نوبت آئی تو صاف کہہ دے گی کہ وہ اُسے پہچانتی تک نہیں۔
آخر یہ خود کس چکر میں ہے..... ایک بار حمید نے ناچتے ناچتے اپنی ہم رقص کو اس
بازوؤں میں اٹھالیا کہ اس کے پیر فرش سے تقریباً ایک فٹ اونچے اٹھ گئے۔ لیکن
ہی رہی۔

کمال ہے۔ سائرہ نے سوچا۔ کیا بے حیائی ہے؟ سینکڑوں کے مجمع میں ایسی حرکت
سب اندھے ہوں۔ یا ان پر نیند طاری ہو۔ یہاں کسی کو اس پر اعتراض بھی نہیں ہوتا

بدنے ناچ بھی کیا ہے۔ سازوں کی لے پر ادھر اُدھر ٹھمکتے پھر رہے ہیں۔ کیا مشکل ہے۔ وہ
وہ اس طرح ناچ سکتی ہے..... ناچ سکتی ہے..... خود۔ وہ چونک پڑی۔ بھلا خود کیونکر ناچے
قدم کیسے اٹھیں گے۔

کبھی نہیں..... کبھی نہیں۔ اس سے ایسی بے حیائی ہرگز نہ سرزد ہو سکے گی۔ اُس کے
والد بڑے عالم دین تھے۔ لوگ کیا کہیں گے۔ یہ مولوی محمد دین مرحوم کی پوتی ہے۔ ننگ
خاندان..... خدا محفوظ رکھے۔

موسیقی تیز ہوتی جارہی تھی۔ رقاصوں پر دیوانگی سی طاری تھی۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا
تھا جیسے گوشت کے بے شمار قد آدم لوتھڑے چاروں طرف تھرکتے پھر رہے ہوں۔ کچھ
سوچے سمجھے بغیر۔ بالکل بے روح..... اور مشینی طور پر حرکت کرتے ہوئے لوتھڑے ذرا ہی
سی دیر میں اُسے اُن سے کراہیت محسوس ہونے لگی۔ لیکن وہ یہاں سے جا نہیں سکتی تھی۔
قلندر کا حکم تھا کہ گیارہ بجے سے پہلے نہ اٹھے۔ رات کا کھانا بھی یہیں کھایا تھا۔ ابھی تو نو ہی بجے
تھے..... رقص نقطہ عروج پر پہنچ کر تھم گیا..... بوڑھے آدمی کو حمید نے جہاں چھوڑا تھا
وہاں اب بھی نظر آرہا تھا۔

رقاص جوڑے گیلریوں کی طرف واپس آرہے تھے..... حمید اور اس کی ہم رقص اس
طرف آتے دکھائی دیئے جہاں بوڑھا سیکریٹری ان کا منتظر تھا۔

حمید نے قریب پہنچ کر کہا۔ "اے سیکریٹری تم اپنے کمرے میں جاؤ۔"

بوڑھا آدمی کسی قدر خم ہو کر دروازے کی طرف مڑ گیا۔

"یہ کون ہے؟" ہم رقص لڑکی نے پوچھا۔

"ہمارا سیکریٹری۔"

لڑکی ہنس پڑی۔ پھر بولی۔ "کیا کوئی لڑکی نہیں ملی تھی۔"

"ہمارے والد حضور پسند نہیں فرماتے۔"

"تم بھی ڈاڑھی رکھ لو..... ڈیئر نواب زادہ۔"

"عمر کو پہنچ کر ہم بھی رکھ لیں گے..... ابھی تو امید ہے کہ ہزاروں لڑکیاں ہماری
طرف آئیں گی..... ہاں تو تم کہاں بیٹھی ہو۔"

"اُدھر.....!" لڑکی نے سائرہ کی پشت والی میز کی طرف اشارہ کیا اور حمید سائرہ کو
دیکھتا ہوا اُسی کی میز کی جانب بڑھ گیا۔

سائرہ کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی..... اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے خواہ مخواہ
جسم کا کوئی حصہ کھل گیا ہو جسے ڈھانپنے کے لئے اُسے کوئی چیز نہ مل رہی ہو۔

وہ سر جھکائے بیٹھی رہی۔ ان کے بیٹھ جانے کے بعد بھی وہ ان کی آوازیں صاف سن
رہی تھی کیونکہ دونوں میزوں کا فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔

"تم مجھے بیوقوف نہیں بنا رہے۔" اُس نے لڑکی کو کہتے سنا۔

"کس سلسلے میں.....!" حمید کی آواز آئی۔

"اسی نواب زادگی کے سلسلے میں۔"

"ہم بُرا نہیں جانتے..... پیٹ پالنے کے لئے آدمی کو ہزاروں بہروپ بھرنے پڑتے
ہیں اور کبھی کبھی جب یہ بہروپ قانون سے ٹکرانے کی کوشش کرتے ہیں تو پھر وہ
بہروپ نہیں رہ جاتے۔ انہیں مختلف قسم کے جرائم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے....
سمجھیں۔"

"میں کچھ نہیں سمجھی۔"

"نہ سمجھو..... یہی بہتر ہے..... سمجھنے والے فاقے کرتے ہیں اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر
مر جاتے ہیں۔"

سائرہ کا کلیجہ خون ہو گیا۔ کیپٹن حمید ابھی تک اُسے ایک شریف لڑکی سمجھتا رہا تھا۔
اس روپ میں دیکھ کر طنز کے تیر چلا رہا تھا..... اونچی آواز میں گفتگو کر کے یہ سب کچھ اُسے
ہی سنا رہا ہے..... وہ کیا کرے..... کیا کرے۔

ایک بار پھر پسینے کی بوندیں اُس کی پیشانی پر جھلملانے لگیں..... دل کی دھڑکن کچھ
بڑھ گئی..... وہ کیا کرے..... کیا کرے؟

لڑکی کہہ رہی تھی۔ "دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہو۔"

"مجھ سے مل کر خوشی ہوئی یا نہیں۔"

"دو چار دن روزانہ ملو..... پھر بتاؤں گی؟"

"ہونہہ..... ہم سیلانی آدمی ہیں..... آج یہاں کل وہاں۔"

"کل کسی اور سے باتیں بنا رہے ہو گے۔"

"ضروری نہیں..... ابھی ہم یہاں کئی دن ٹھہریں گے۔"

"یہیں ٹھہرے ہو.....!"

"ہاں..... ہاں..... بالکل۔"

"کس نمبر میں.!"

"ہمارا سیکریٹری جانتا ہو گا..... سب کچھ وہی جانتا ہے..... حتیٰ کہ یہ بھی جانتا ہے ہم
اب رحلت فرمائیں گے..... تم کیا پیو گی۔"

"بوربن.....!"

"خدا کی پناہ..... ہم سمجھتے تھے کہ لڑکیاں صرف شیری اور پورٹ پیتی ہیں۔"

"اب سے بیس سال پہلے کی لڑکیاں پیتی رہی ہوں گی..... ہمیں تو تیز سے تیز شراب
چاہئے۔"

"کیوں.؟"

"تاکہ ہمیں اپنا ماضی یاد نہ آسکے..... اور ہم آنکھیں بند کر کے ترقی کی شاہراہ پر چلتے
رہیں۔"

"جھومتے ہوئے.....!" حمید نے ٹکڑا لگایا۔

"جو کچھ بھی ہو..... ہم پیچھے مڑ کر نہیں دیکھنا چاہتیں۔"

"ورنہ پتھر کی ہو جاؤ گی۔"

"وہ ہنسنے لگی۔" حمید نے کہا۔ "چلو ڈائننگ ہال میں تمہیں بوربن پلاؤں گا..... یہاں کی
فضا میں دم گھٹ رہا ہے..... یہ بڑی اچھی بات ہے کہ تم شرافت کے پردے میں شکار نہیں
کھیلتیں۔"

"کیا مطلب.....؟"

"کچھ نہیں آؤ اٹھو....." حمید نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا۔

پھر سائرہ نے کنکھیوں سے دیکھا کہ وہ صدر دروازے کی طرف جا رہے ہیں۔

اُس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپالیا۔ دل بھرا آرہا تھا۔ کچھ بھی ہو...... وہ جرم میں ملوث ہو رہی ہے۔ آخر قلندر نے کیسا چکر چلایا ہے...... اُس کا کیا انجام ہوگا۔

جھیل پر ہنگامہ

بڑی گہری تاریکی تھی۔ قمری مہینے کی آخری راتیں تھیں اور مطلع بھی صاف نہیں تھا۔ ہاتھ کو ہاتھ نہ سجھائی دیتا۔

شیطانی جھیل پر تو گویا خبیث روحیں منڈلا رہی تھیں...... یہ جھیل جزیرے کے وسط میں واقع تھی...... اس کے چاروں طرف پہاڑیاں تھیں...... اور پانی میں بھی جگہ جگہ چٹانیں ابھری نظر آتیں......

یہ جھیل بھی عجیب تھی اور پہاڑیاں بھی حیرت انگیز تھیں...... خود بخود ان میں دراڑیں پڑتیں۔ پتھروں کے بڑے بڑے ٹکڑے ٹوٹتے اور لڑھکتے ہوئے جھیل میں آپڑتے۔ شائد اسی مناسبت سے شیطانی جھیل کہلانے لگی تھی۔ ورنہ اس سے کسی قسم کی آسیبی کہانی منسوب نہیں تھی...... بعض جگہوں پر تو اس کی گہرائی کا اندازہ بھی تک نہیں کیا جاسکا تھا۔

اس میں پانی گھٹتا بڑھتا رہتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ اسے ایک مصنوعی نہر کے ذریعے سمندر سے ملادیا گیا تھا۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران میں بحری فوج کی بعض ضروریات کی بناء پر ایسا کیا گیا تھا ورنہ عام حالات میں تو اس کا وجود ہی فضول تھا۔ کشتی رانی تک نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ پہاڑیوں سے ٹوٹ کر گرنے والے پتھروں کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں تھا۔

اسے تفریح گاہ بنانے کے قابل بھی نہیں سمجھا گیا...... اگر پہاڑیوں میں چٹخنے رہنے کا عیب نہ ہوتا تو شائد یہ جگہ بہترین تفریح گاہوں میں شمار ہوتی۔

اس کے کنارے پر خوشنما ہالی ڈے کیمپس کا قیام عمل میں آتا...... تیراکی اور کشتی رانی کے

کلب قائم کئے جاتے...... اچھے اچھے ہوٹل ہوتے اور آس پاس کے علاقے ویران نہ رہ پاتے۔

لیکن پچھلے سال سے یہاں کی اکثر راتیں اپنا سناٹا کھو بیٹھیں۔ فضا میں فائروں کی آوازیں گونجتیں جن میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں بھی شامل ہوتیں۔ کبھی کبھی ایسی چیخیں سنی جاتیں جیسے کوئی گولی کھا کر گرا ہو اور دم توڑ رہا ہو۔

پھر جب سکون ہو جاتا تو پولیس کی گاڑیاں اور بحری فوج کی لانچیں دوڑنے لگتیں۔ بے شمار خالی کارتوس ادھر اُدھر پڑے ملتے لیکن ایک متنفس بھی ایسا نہ ملتا جس پر اُن ہنگاموں کا الزام عائد کیا جاسکتا۔ البتہ لاشیں کئی بار مل چکی تھیں۔ لیکن مرنے والے کم از کم نومی چار کے نہ ہوتے

آج بھی کچھ ایسی ہی صورت حال تھی۔ اندھیرے میں فائروں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ کبھی کبھی کوئی پتھر پہاڑیوں سے لڑھکتا ہوا پانی میں جاپڑتا اور اُس کی گرجدار آواز فائروں کی آواز پر حاوی ہو جاتی۔

اندھیرے میں گولی کون کھاتا۔ حالانکہ نومی چار پولیس اسٹیشن پر اس کی اطلاع پہنچ چکی تھی۔

فریدی اس وقت وہیں موجود تھا۔ سپرنٹنڈنٹ نے اس کی فرمائش پر کچھ پرانے فائل منگوائے تھے...... اور مردہ خانے میں ایک لاش بھی پڑی ہوئی تھی۔

لاش تھی فومان کے اُس گرگے کی جس نے کیپٹن حمید اور آنا گریس کو ہوٹل مونا کو سے اپنے ساتھ زبردستی لے جانا چاہا تھا۔

لاش فومان کے کاسینو کے ایک ایسے گودام سے برآمد ہوئی تھی جو عموماً بند ہی رہتا تھا۔ اسے کھولنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی تھی کہ اُس کے اندر سے سڑے ہوئے گوشت کی بدبو کے بھبکے نکل رہے تھے۔ لاش پوری طرح خراب ہو چکی تھی کئی دن کی معلوم ہوتی تھی۔

"میں نہیں سمجھ سکتا......!" سپرنٹنڈنٹ بڑبڑایا۔ "بھلا آپ کے کیس سے اس کا کیا تعلق۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ قاسم کے اغواء میں فومان کا ہاتھ ہوگا۔"

"ناممکن تو نہیں ہے؟"

"میں فومان کو اچھی طرح جانتا ہوں...... وہ ایسی حرکتیں نہیں کرتا۔"

"میں کچھ دیر بعد آپ کو یقین دلانے میں کامیاب ہو سکوں گا۔" فریدی گھڑی پر نظر

ڈالتا ہوا بولا۔ "جسے میں نے بلوایا ہے..... وہ شائد تھوڑی دیر بعد یہاں پہنچ جائے...
میری وجہ سے اپنا وقت ضائع نہ کریں..... اگر جھیل کی طرف جانا چاہتے ہوں.....
"جہنم میں جائے۔" سپرنٹنڈنٹ نے بُرا سامنہ بنا کر فریدی کی بات کاٹ دی۔ "یہ
تو سب کچھ ہوتا ہی رہتا ہے پچھلے سال سے ہو رہا ہے..... اندھیرے میں گولیاں پولیس
مجرموں میں تمیز نہیں کر سکتیں۔"

"پچھلے ایک سال سے۔"

"جی ہاں.....!"

"واقعی میں بہت بدقسمت ہوں کہ اب تک اس حیرت انگیز جزیرے کی سیر سے
رہا تھا۔" فریدی سگار کا گوشہ توڑتا ہوا مسکرایا۔

"کبھی کبھی لاشیں بھی ملتی ہیں۔"

"اس کے باوجود مجرم ابھی تک پردے میں ہیں۔"

"جناب..... پورا جزیرہ چھان مارا جاتا ہے جب بھی کوئی لاش ملتی ہے۔ لیکن ان
شناخت نہیں ہو پاتی..... وہ مقامی لوگ نہیں ہوتے۔"

"خیر.....!" فریدی سگار سلگا کر بولا۔ "مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں۔ آپ کے
معاملات ہیں۔ ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا.....!"

فریدی نے کچھ کہتے کہتے رک کر پھر گھڑی دیکھی اور بڑبڑایا۔ "اب تک پہنچ جانا چاہئے
تھا۔"

"کس کو آنا ہے..... کہاں سے آنا ہے۔"

"ففتھ آئی لینڈ سے۔"

"ایوریڈی سروس کا اسٹیمر تو آگیا ہوگا....." ایس پی نے اپنی گھڑی دیکھتے ہوئے
دفعتاً اردلی نے کمرے میں داخل ہو کر فریدی کو کسی کا کارڈ دیا۔

"اندر لے آؤ۔" فریدی نے اس سے کہا۔

کچھ دیر بعد ایک بوڑھا آدمی کمرے میں داخل ہوا۔

"آئیے..... ڈاکٹر صاحب۔" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ "یہ یہاں کے ایس۔پی مسٹر...

اور آپ ڈاکٹر شاپور..... ماہر نفسیات..... تشریف رکھئے۔ مجھے بے حد افسوس
ڈاکٹر صاحب کہ آپ کو تکلیف دینی پڑی۔"

"کوئی بات نہیں۔" ڈاکٹر شاپور ایس۔پی سے مصافحہ کر کے بیٹھتا ہوا بولا۔ "مجھے دو چار
دن بعد یوں بھی یہاں آنا تھا۔"

"دراصل ایک لاش کی شناخت کے لئے آپ کو تکلیف دی گئی ہے۔" فریدی نے کہا۔

"لاش کی شناخت میں کروں گا.....؟" ڈاکٹر شاپور نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ "بھلا مجھے
کسی لاش سے کیا سروکار.....!"

"آپ کے بتائے ہوئے کچھ حلئے میرے ذہن میں محفوظ تھے..... ایک لاش سامنے
آئی۔ خیال آیا کہ شائد یہ بھی ان میں سے ایک ہو۔"

"اوہ..... تو سر جاوید والا معاملہ ہے۔"

"جی ہاں.....!"

"بھئی کیا مصیبت ہے..... پتہ نہیں کیا چکر تھا۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔

سپرنٹنڈنٹ بھی اُن کے ساتھ مردہ خانے تک آیا..... سڑی ہوئی لاش پر سے چادر
ہٹائی گئی..... ہر چند کہ چہرہ متورم ہو گیا تھا لیکن نظر پڑتے ہی ڈاکٹر شاپور کی زبان سے بے
ساختہ نکلا "ڈرائیور..... ڈرائیور۔"

"غور سے دیکھ کر بتائیے جناب۔" ایس۔پی بولا۔

"جی ہاں..... دیکھ لیا۔" ڈاکٹر شاپور کا لہجہ ناخوشگوار تھا..... "آپ کسی دہقان کو
ڈرائیور کی شناخت میں نہیں لائے ہیں۔ میں اس بدبو میں زیادہ دیر تک نہیں ٹھہر سکتا۔"

"ٹھیک ہے۔" فریدی جلدی سے بولا۔ "آئیے۔"

وہ واپسی کے لئے مڑ گئے۔

ایس۔پی کے آفس میں پہنچ کر فریدی نے ڈاکٹر شاپور سے پوچھا۔

"تو یہی آدمی آپ کو ہوٹل سے سر جاوید کے مکان تک لے جاتا تھا۔"

"جی ہاں..... بالکل بھی اس میں شبہے کی گنجائش نہیں۔"

"اب..... بلوائیے..... فومان کو۔" فریدی نے ایس پی سے کہا۔

ایس پی نے اردلی کو بلانے کے لئے گھنٹی بجائی۔ ویسے اس کے انداز سے ظاہر
ہو رہا تھا جیسے یہ ساری کاروائی طبیعت پر گراں گذر رہی ہو۔

تھوڑی دیر بعد فومان دفتر میں داخل ہوا۔ غالباً اسے پہلے ہی سے کسی دوسرے کمرے
بٹھایا گیا تھا۔ وہ آتے ہی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"شناخت ہو گئی.....!" فریدی پر سکون لہجے میں بولا۔

"کیا مطلب.....!" فومان کی بھنوئیں چڑھ گئیں۔

"یہ آدمی جس کی لاش مردہ خانے میں پڑی ہوئی ہے سر جاوید کے ڈرائیور کی
سے ڈاکٹر شاپور کو اس کے گھر لے جاتا رہا تھا۔"

فومان نے ڈاکٹر شاپور کی طرف دیکھا جو اثبات میں سر ہلا رہا تھا۔

"یہ کب کی بات ہے۔" فومان نے اُس سے پوچھا۔

"پندرہ بیس دن قبل کی۔"

"ہو سکتا ہے ایسا ہوا ہو.....!" فومان نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی "لیکن
پر اس کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ بیس دن پہلے وہ چھٹی پر گیا تھا۔ چار دن ہوئے واپس
تھا۔"

"کیا اس نے چھٹی کا زمانہ یہیں گذارا تھا.....؟"

"میں نے کہہ دیا نا کہ اگر گذارا بھی ہو تو مجھ پر اس کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔
پر تھا..... کاسینو کے باہر کوئی کیا کرتا ہے اس سے مجھے نہ تو دلچسپی ہے اور نہ اُس کا ذمہ
ہوں۔"

"لیکن لاش تو کاسینو ہی سے برآمد ہوئی ہے۔"

"یہ میرے کسی دشمن کی حرکت ہے..... ایس۔پی صاحب مجھے اچھی طرح
ہیں۔ اگر اُس کے قتل میں میرا ہاتھ ہوتا تو اس کی لاش کو چھاتی پر نہ باندھے پھرتا۔ اس
ہڈیوں کا سراغ ملنا بھی محال ہوتا۔ سمجھے جناب۔" وہ فخریہ انداز میں ایس۔پی کی طرف
ہوا پھر فریدی کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"تو اپنے کسی دشمن کی نشاندہی کرو۔"

"ہو سکتا ہے میرے آدمیوں ہی میں سے کوئی میرا دشمن ہو گیا ہو.....!"

"کسی پر شبہ ظاہر کرو۔"

"میں شبہ ظاہر نہ کر سکوں گا..... بظاہر تو سبھی میرے وفادار ہیں..... لیکن یہ بھی
ممکن نہیں کہ کوئی میرے خلاف کوئی خلش دل میں نہ رکھتا ہو۔"

"مجھے یقین ہے کہ تمہارے سب آدمی وفادار ہیں اور اُن میں سے کوئی بھی تمہارے
خلاف کسی قسم کی خلش نہیں رکھتا۔"

"تو پھر میں کس کا نام لوں.....!"

فریدی اس کی طرف جھک کر آہستہ سے بولا۔ "پیڈرو کا نام نہیں لو گے۔"

یہ الفاظ تھے یا رائفل کی گولی۔ دوسرے ہی لمحے میں ایسا معلوم ہوا جیسے فومان کا جسم
روح سے خالی ہو۔ اتنی تیزی سے چہرے پر مردنی چھائی تھی کہ خود فریدی متحیر ہوئے بغیر نہ
رہ سکا۔ ویسے یہ الفاظ اتنی آہستگی سے کہے گئے تھے کہ فومان کے علاوہ اور کوئی نہیں سن سکا تھا۔
البتہ کمرے کے دوسرے لوگ بھی فومان کی طرف متوجہ ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اس کی
حالت ہی اتنی تیزی سے بدلی تھی۔ پلکیں جھپکائے بغیر خلاء میں گھورے جا رہا تھا۔

دو منٹ تک یہی کیفیت رہی۔ کمرے کی فضا پر سکوت طاری تھا۔ دفعتاً کسی کو کھانسی
آئی..... اور فومان بھی چونک پڑا۔

پھر اس نے سہمی ہوئی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھا اور کرسی کی پشت سے ٹک کر
خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

فریدی اٹھتا ہوا ایس۔پی سے بولا۔ "بہت بہت شکریہ چوہان صاحب! اب اجازت
دیجئے۔" چوہان ہکا بکا کبھی فریدی کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی فومان کی طرف..... اس نے کچھ
کہے بغیر فریدی سے مصافحہ بھی کیا۔ فریدی ڈاکٹر شاپور سمیت رخصت بھی ہو گیا لیکن وہ
متحیرانہ انداز میں فومان ہی کو گھورے جا رہا تھا۔

بالآخر کھکار کر فومان کو اپنی طرف متوجہ کیا اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"کیا بات ہے؟"

"کک..... کچھ نہیں..... پانی..... ذرا پانی منگوا دیجئے۔"

"کیا اس نے تمہیں کسی قسم کی دھمکی دی تھی۔"

فومان زبردستی ہنس کر بولا۔ "دھمکی مجھے..... بھلا مجھے کوئی کیا دھمکی دے گا..... میں تو سمجھتا ہوں کہ نومی چار کے حاکم صرف آپ ہیں۔"

"نہیں اگر کوئی بات ہو تو بتاؤ۔"

"ارے نہیں..... بالکل نہیں..... اپنے اس آدمی کی موت پر مجھے گہرا صدمہ ہوا ہے۔"

✡

قاسم بُری طرح ہانپ رہا تھا اور لیڈی جاوید تولئے سے اُس کا جسم خشک کر رہی تھی۔ پھر ڈریسنگ گاؤن اٹھاتی ہوئی بولی۔ "پہن لو جلدی سے ورنہ ہوا لگ جائے گی۔"

"کہاں ہے..... وہ سالا میرا والد صاحب..... بلاؤ اُسے..... قہتا تھا کہ میں غوطہ لگا ہی نہیں سکتا.....!" قاسم ہانپتا ہوا بولا۔

"ارے..... ارے..... خاموش رہو..... کیسی بے تکی باتیں کر رہے.....!"

"آئے ہائے۔" قاسم جل کر ہاتھ نچاتا ہوا بولا۔ "تو کیا سچ مچ والد صاحب ہی سمجھ لوں۔"

"تم نے پھر فضول باتیں شروع کر دیں..... جاؤ نہیں بولتی۔"

"ارے نہیں..... تم جرور بولو..... اللہ قسم ساری زندگی اسی طرح غائب رہوں گا تمہارے لئے۔ ٹھینگے پر گئے میرے اصلی والد صاحب بھی..... ہاں۔"

"نہیں تمہیں میرا ذرہ برابر بھی خیال نہیں۔" لیڈی جاوید تنک کر بولی۔

"لو جرا دیکھو..... پھر یہ کس کا خیال ہے کہ بالکل گائب ہو گیا ہوں۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ منہ پھلائے کھڑی رہی۔

قاسم نے ڈریسنگ گاؤن پہن لیا تھا اور پیار بھری نظروں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر

بولا۔ "دیکھو..... کتنے غوطے لگائے ہیں آج۔"

"مجھے کیا..... لگائے ہوں گے۔"

"ارے واہ..... کوئی میں کسی کے باپ کا نوکر ہوں..... تمہارے ہی کہنے سے تو لگا رہا ہوں۔ اور اب تو یہ بھی پوچھوں گا کہ مجھ سے غوطے کیوں لگوائے جاتے ہیں؟"

"تاکہ تمہاری یادداشت واپس آسکے..... تم بہت اچھے غوطہ خور تھے۔"

"تو یہ سب کچھ سالی یادداشت کے لئے ہو رہا ہے..... یہ بھی جو سالی کئی کئی لونڈیاں مجھے چھیڑتی ہیں..... اور یہ کہ تم بھی مجھ سے محوبت کرنے لگی ہو۔"

"ارے خاموش! آہستہ بولو۔" وہ چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ "کہیں تمہارے پاپا نے سن لیا تو۔"

"تم بھی کھاموش رہو۔" قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔ "پاپا ٹاپا کی بات نہ کیا کرو میرے سامنے۔"

"کیا ہو گیا ہے تمہیں..... اگر ان کے سامنے تم نے کوئی ایسی ویسی بات کر دی تو تمہیں بھی گولی مار دیں گے اور مجھے بھی۔"

"ارے جاؤ..... مار دی گولی..... چٹنی بنا کر رکھ دوں گا..... میں تو قہتا ہوں سالے کو مار دو اور نقل چلو میرے ساتھ..... میں بھی گریب آدمی نہیں ہوں۔"

"منور..... منور..... تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔"

"میرا نام قاسم ہے..... ہاں..... اب اس سالے منور کا پیچھا چھوڑ دو..... اکیلے میں قاسم کہا کرو۔"

"اچھا اب کہا کروں گی..... لیکن تم میرا کہنا بالکل نہیں مانتے۔"

"کیا نہیں مانتا۔"

"میں کہتی ہوں اپنے پاپا سے بحث نہ کیا کرو..... لیکن تم نہیں جانتے۔"

"اور کچھ کہہ کر دیکھو..... مانتا ہوں یا نہیں۔"

"آخر کیوں بحث کرتے ہو۔"

"جلن لگتی ہے اس کی باتوں سے..... بالکل چغد ہے سالا.....!"

"ارے..... ارے..... منور.....!"

"منور سالے کی ایسی کی تیسی..... اس نام سے بھی جلن لگتی ہے..... یہ نام بالکل لگتا ہے جیسے کسی مولوی صاحب کو مرغا بنا دیا گیا ہو۔"

لیڈی جاوید ہنس پڑی اور قاسم نے بھی دانت نکال کر اسے آنکھ ماری۔ دیر تک رہا..... حالانکہ لیڈی جاوید خاموش ہو چکی تھی۔

سائرہ اپنے باس قلندر بیابانی سے کہہ رہی تھی۔ "اب مجھے الجھن ہو رہی ہے۔ میں ا نیک کام سے باز آئی۔"

"کیوں کیا ہوا.....؟"

"پچھلی رات سچ مچ کیپٹن حمید سے مڈبھیڑ ہو گئی تھی۔"

"تم نے پہچان لیا تھا اُسے۔"

"کیوں نہ پہچانتی..... وہ میک اپ میں تو نہیں تھا۔"

"کیا تم سے مخاطب ہوا تھا۔"

"نہیں.....!"

"پھر کس بات کی پریشانی ہے۔"

"اس لئے کہ وہ میری نگرانی کر رہا ہے؟ پتہ نہیں کیا سوچتا ہو۔" وہ جھنجھلا کر بولی۔

"سوچنے دو.....!"

"یعنی وہ مجھے کسی جرم میں ملوث سمجھتا رہے اور میں فکر نہ کروں۔"

"ہاں..... میں یہی سمجھتا ہوں۔ چونکو نہیں..... میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ ا میں گرزان اسٹیٹ کے والی کو یہ باور کرانے کی کوشش کروں گا کہ شہزادی دردانہ زندہ

ہے تو وہ یقین نہیں کرے گا۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ پولیس ہی اس معاملے کے متعلق چھان بین کرے اور حقیقت سب کے سامنے آ جائے۔"

"آپ براہ راست بھی پولیس کو اس سے مطلع کر سکتے ہیں۔"

"بھلا یہاں کی پولیس کو گرزان اسٹیٹ کے معاملات سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔"

"آپ کی یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ جب پولیس کو دلچسپی ہی نہیں ہو سکتی تو پھر اس ڈرامے کی ضرورت کہاں باقی رہتی ہے۔"

"یہ نہ بھولو کہ کیپٹن حمید تمہیں سائرہ عبدالغفور کی حیثیت سے جانتا ہے۔ اب اچانک تم شہزادی دردانہ کے روپ میں اس کے سامنے آؤ گی تو کیا ہو گا۔ کیا یہ ذہنی جھٹکا اسے تم میں دلچسپی لینے پر مجبور نہیں کر دے گا۔ اگر تم سے واقف نہ ہوتا اور تم ہزار بار بھی شہزادی دردانہ کے نام سے اس کے سامنے آتیں تو وہ متوجہ تک نہ ہوتا..... کیا سمجھیں۔"

سائرہ خاموش ہو گئی۔ لیکن اس کے چہرے پر الجھن کے آثار بدستور باقی رہے۔ کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "میں تو یہی کہوں گی کہ اس سیدھے سادھے معاملے کو جاسوسی ناول نہ بنائیے۔"

قلندر نے قہقہہ لگایا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "میں اپنی فطرت سے مجبور ہوں۔ دوسروں کو نمبر کر دینے کا خبط میری گھٹی میں پڑا ہے..... اسی لئے تو جاسوسی ناول لکھتا ہوں۔ ورنہ دوسرا ٹالسٹائی تو بن ہی گیا ہوتا۔"

"پتہ نہیں کیوں مجھے وحشت ہوتی ہے۔"

"میرے خدا میں کیا کروں۔" وہ آہستہ سے بڑبڑائی اور مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملنے لگی۔

"میں تمہیں بہت اسمارٹ سمجھتا تھا....." قلندر نے کسی قدر ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"نہیں میں اتنی اسمارٹ نہیں ہوں جتنی آپ سمجھتے ہیں..... وہ مجھ پر طنز کر رہا تھا۔"

"کیپٹن حمید..... وہ قریب ہی کی میز پر تھا اور اتنی اونچی آواز میں گفتگو کر رہا تھا جیسے مجھے ہی سنا رہا ہو۔ سچ کہتی ہوں ایسی باتیں کر رہا تھا کہ میں رات گئے تک روتی رہی ہوں۔"

"اوہ..... کیا کہا تھا۔"

سائرہ یادداشت پر زور دے دے کر حمید کی گفتگو دہراتی رہی جو اُس نے اپنے ساتھی اور

ہر قص سے کی تھی۔

"وہ دوسرا آدمی کون تھا.....؟"

"پتہ نہیں..... گفتگو ایسے ہی انداز میں کر رہا تھا جیسے اس کا ملازم ہو۔"

"قد آور آدمی تھا۔"

"نہیں دبلا پتلا اور متوسط قد والا تھا۔"

"پتہ نہیں..... ہوگا کوئی۔" قلندر نے شانوں کو جھٹکاتے ہوئے کہا۔ "بہر حال یہ کہوں گا کہ بددل ہونے کی ضرورت نہیں..... ہم اپنے نیک مقاصد میں ضرور کامیاب گے۔"

"اچھا..... ایک بات اور.....!" سائرہ نے اس طرح کہا جیسے کوئی اہم بات یاد آ گئ
چند لمحے قلندر کو ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتی رہی پھر بولی۔ "آج کے اخبا
"جھیل پر پھر وہی پُراسرار ہنگامہ" کی سرخی تھی..... آپ نے یہی تو مجھ سے لکھوایا
آپ کسی سے جھیل اور اس آدمی..... کیا نام تھا..... خیر ہاں تو..... کیا اُس ہنگا
تعلق.....!"

"ٹھہرو.....!" قلندر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اگر رہا بھی ہو تو اس کا میری ذات سے تعلق نہیں ہو سکتا ہے کہ اس پراسرار آدمی پیڈرو سے ان لوگوں کی جھڑپ ہو گئی ہو۔"

"لیکن اخبار میں تو بعض پچھلے ہنگاموں کا بھی تذکرہ تھا جن کی نوعیت کا علم پولیس کو تک نہ ہو سکا۔"

"ہوگا.....!" قلندر جھلا کر بولا۔ "غیر متعلق باتوں کے لئے میرے پاس وقت ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ ہنگامے کیسے تھے یا حالیہ ہنگامے کی وجہ کیا تھی۔ میں نے تو ان لو کو ہراساں کرنے کے لئے پیڈرو کا نام بھی لکھوا دیا تھا۔"

"پیڈرو کون ہے!"

"کوئی خبیث روح جس کے نام سے ان جزائر کے بدمعاشوں کا دم نکل جاتا ہے؟ اب ختم کرو..... ان واقعات کی بناء پر ایک ناول کا پلاٹ بھی مہیا ہو رہا ہے..... بس جاؤ..... ہوٹل موناکو کے لئے تمہیں تیاری بھی تو کرنی ہوگی۔"

اس کی تصویر

وزیٹنگ کارڈ پر نظر پڑتے ہی فومان نے بُرا سا منہ بنایا۔ لیکن یہ کیسے ممکن تھا کہ ملنے سے انکار کر دیتا..... ویسے آج اس نے اٹھ کر استقبال کرنے کی زحمت نہیں گوارا کی تھی..... چپراسی کو اشارہ کیا تھا کہ ملاقات کے خواہشمند کو اندر لے آئے۔

کچھ دیر بعد کرنل فریدی دفتر میں داخل ہوا۔ فومان کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ وہ بادلِ ناخواستہ کرسی سے اٹھا ہے۔ ڈھیلے ہاتھ سے مصافحہ کر کے بولا۔

"تشریف رکھئے۔"

فریدی بیٹھ گیا۔ لیکن کچھ بولا نہیں..... دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھے رہے تھے..... آخر کار فومان ہی کو پسپا ہونا پڑا..... اب اس کی نظر فریدی کے داہنے شانے پر تھی۔

"میں پیڈرو کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔" فریدی نے کچھ دیر بعد کہا۔

"صاحب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں۔" فومان نے قدرے جھنجھلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

"سنو..... تمہارے آدمی کی لاش کا مسئلہ مقامی پولیس کا معاملہ ہے..... لیکن پیڈرو تم نہیں جانتے کہ میرے محکمے کے لئے یہ نام کتنی دلکشی رکھتا ہے۔"

"میں کسی پیڈرو کو نہیں جانتا۔"

"نام بھی نہیں سنا۔"

"شاید میرے سارے ملازمین اس نام سے ناواقف ہوں۔"

"تو پھر.....!"

"کسی کا نام جاننے سے یہ تو نہیں ثابت ہو سکتا کہ اس کی شکل بھی دیکھی جا چکی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ پیڈرو کی نقاب کے پیچھے کس کا چہرہ ہے۔"

"کاروبار کے متعلق تو جانتے ہی ہو گے۔"

"کون نہیں جانتا کہ اس نام کے تحت اعلیٰ پیمانے پر اسمگلنگ ہوتی ہے۔"

"کبھی تم نے اس کے ساتھ شرکت کا بزنس بھی کیا ہے۔"

"مجھے کیا ضرورت ہے۔"

"خیر.....!" فریدی طویل سانس لے کر بولا۔ "تم اس کے کارپرداز کا نام مجھے نہیں بتانا چاہتے۔"

"صاحب خدا کے لئے مجھ پر رحم کیجئے..... جو باتیں جانتا ہی نہیں آپ کو کیسے بتا سکتا ہوں۔"

"تم پیڈرو کے کارپرداز سے اچھی طرح واقف ہو۔" فریدی ایک ایک لفظ پر زور دیتا ہوا بولا۔

"اچھا صاحب..... واقف ہوں..... نہیں بتاتا..... پھانسی پر چڑھا دیجئے۔"

"فومان.....!"

"اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہنا چاہتا۔" فومان نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"اچھی بات ہے.....!" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ "ایک دن تم بھی غائب ہو جاؤ گے اور کئی دن بعد جب تمہارا کوئی ملازم کسی گوشے میں بدبو محسوس کرے گا..... تب تومی چار کو اطلاع ملے گی کہ بل فائٹر بھی چل بسا۔"

وہ تیزی سے دروازے کی طرف مڑ گیا تھا۔

"ٹھہریئے.....!" فومان مضطربانہ انداز میں بولا۔ فریدی رک کر مڑا اور فومان کے چہرے پر پھر ویسی ہی مردنی دیکھی جیسی ایس۔ پی کے دفتر میں نظر آئی تھی۔ ہاتھ کے اشارے سے اس نے بیٹھنے کی استدعا کی..... فریدی اُس کے چہرے پر نظریں جمائے ہوئے دوبارہ بیٹھ گیا۔

بڑی دیر تک فومان کی زبان سے ایک لفظ بھی ادا نہ ہو سکا..... ویسے فریدی اُسے [illegible] انداز میں دیکھے جا رہا تھا۔

"آپ آپ..... یقین کیجئے کہ میں اُس کے کسی کارپرداز کو بھی نہیں جانتا۔"

"پھر وہ خواہ مخواہ تمہارا دشمن کیوں بن بیٹھا ہے؟"

"تومی چار کے قمار خانوں پر بھی قبضہ کرنا چاہتا ہے..... اور میری زندگی میں یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں ہے۔"

"اسمگلنگ تو بنائے مخاصمت نہیں۔"

"مجھے اسمگلنگ سے کوئی سروکار نہیں۔"

"لیکن میرے محکمے کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق تم دونوں شرکت کا بزنس کرتے تھے پھر کسی بات پر کھٹک گئی..... اب تم لوگ پارٹنر کی بجائے ایک دوسرے کے حریف بن بیٹھے ہو۔"

"یہ غلط ہے..... ارے صاحب مجھے ضرورت کیا ہے کسی کی شرکت کی..... کرتا ہوں تو تنہا ہی سب کچھ کر سکتا ہوں..... ویسے اس میں شبہ نہیں کہ اس جزیرے میں اسمگلنگ کے لئے آسانیاں ہی آسانیاں پائی جاتی ہیں۔ لیکن ضرورت کیا ہے..... میں اپنے موجودہ بزنس سے مطمئن ہوں۔"

"تو پھر اپنے اس آدمی کو کس خانے میں فٹ کرو گے جس کی لاش یہیں کے کسی گودام سے برآمد ہوئی تھی۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ میری لاعلمی میں پیڈرو کے لئے بھی کام کرنے لگا تھا..... بھلا میں آپ کے اس بیان کو کیسے غلط سمجھ سکتا ہوں کہ اس نے کسی آدمی کے اغواء میں کسی کی مدد کی تھی اور اس کے ڈرائیور کا رول ادا کرتا رہا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ کام نکل جانے کے بعد افشائے راز کے خدشہ کے تحت پیڈرو نے اُسے قتل کرا دیا ہو۔"

فومان خاموش ہو گیا اور فریدی کچھ سوچتا ہوا اس طرح سر ہلانے لگا جیسے فومان نے اُسے مطمئن کر دیا ہو۔

حمید شدت سے بور ہو رہا تھا..... فریدی نے آنا گریس اور موبی کو نہ جانے کہاں
دیا تھا اور حمید کو مشورہ دیا تھا کہ ہوٹل مونا کو میں دوبارہ کمرے حاصل کرے وہیں
ہو جائے تاکہ سائرہ پر نظر رکھنے میں آسانی ہو۔ پھر دو دن بعد وہاں سے بھی واپس بلوا لیا
اور اب دونوں ساحل کے ایک چھوٹے سے ہٹ میں مقیم تھے..... فریدی زیادہ تر
رہتا..... اور چلتے چلتے اس سے کہہ جاتا کہ وہ ہٹ ہی تک محدود رہے..... کہیں جا
ضرورت نہیں۔

آج وہ ابھی ابھی کہیں سے واپس آیا تھا اور آتے ہی فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کئے
"ہیلو..... بلیک کیٹ تھری تھری فور..... یس..... اٹ از سپریم.....!" اُس
ماؤتھ پیس میں کہا اور دوسری طرف کی آواز سنتا رہا پھر بولا۔ "موبائیل آئیڈنٹی کا
ایکوپمنٹ سمیت آج رات کو آٹھ بجے..... عاقل روڈ پر ملو..... اوور اینڈ آل....
سلسلہ منقطع کر کے وہ حمید کی طرف مڑا۔

"ہم آج شام کو تھرڈ آئی لینڈ چل رہے ہیں۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ اس قسم کی اطلاعات اُسے زہر ہی لگتی تھیں۔

سورج غروب ہوتے ہی وہ گھاٹ کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہاں فریدی کی لانچ
تھی اور لانچ پر قدم رکھتے ہی حمید کی باچھیں کھل گئیں..... ڈاکٹر شاپور اور اس کی لڑکی
ہی سے لانچ میں بیٹھے شائد ان کا انتظار کر رہے تھے۔

حمید پر نظر پڑتے ہی ویرا چہکی۔ "اوہ تو یہ بات ہے..... یہ لوگ وہی ہیں.....
مجھے پہلے ہی جانی پہچانی سی معلوم ہوئی تھی..... پاپا..... یہ صاحب بڑے اچھے شاعر ہیں

"کیا تم انہیں جانتی ہو.....!" شاپور نے پوچھا۔

"اوہ..... میں نے آپ کو بتایا نہیں تھا اس شریف آدمی کے متعلق جس نے ہمیں
لانچ پر جزیرے تک پہنچایا تھا۔"

"اچھا..... اچھا..... لیکن تم انہیں غلط سمجھی ہو..... میں انہیں کے بلوانے پر یہاں
آیا ہوں۔"

"سراغ رساں.....!" وہ اچھل پڑی' اور پھر حمید کو اس طرح گھورنے لگی جیسے اچانک
اس کے دم نکل آئی ہو۔

کچھ دیر بعد چونکی اور ڈاکٹر شاپور سے پوچھا۔ "پھر یہ لوگ آپ سے کیا پوچھ گچھ کر رہے
تھے۔"

"کوئی خاص بات نہیں..... اسی مریض کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں
جسے میں نے سیونتھ آئی لینڈ میں دیکھا تھا۔"

حمید کے چہرے پر تشویش کے آثار تھے۔ آخر اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"سراغ رساں ہونے کا یہ مطلب تو نہیں کہ میں شاعری نہیں کر سکتا۔"

ویرا نے سنا۔ اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی لیکن کچھ بولی نہیں۔

لانچ حرکت میں آ گئی تھی..... شاپور اٹھ کر فریدی کے پاس جا بیٹھا اور یہ دونوں پچھلی
نشست پر تنہا رہ گئے۔

"میرے پاپا اور تمہارے پاپا ایک ساتھ کتنے اچھے لگتے ہیں۔" حمید نے اس کی طرف
جھک کر آہستہ سے کہا۔

"تمہارے پاپا۔" ویرا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ "یہ تمہارے پاپا ہیں۔"

"ہاں.....!" حمید نے احمقانہ انداز میں سر کو جنبش دی۔

"مت بکواس کرو....." وہ ہنسنے لگی۔ "زیادہ سے زیادہ بڑے بھائی ہو سکتے ہیں۔!"

"یقین کرو..... پاپا ہی ہیں۔ جوان معلوم ہوتے ہیں تو کیا ہوا..... کاٹھی ہی ایسی ہے۔
جب شادی ہوئی تھی تو بچے لگتے تھے..... پیدا ہوئے تھے تو گھٹنوں نظر ہی نہیں آئے
تھے..... وغیرہ وغیرہ۔"

"شاعر ہی نہیں مسخرے بھی ہو۔"

"شکریہ.....!"

"اب ہم کہاں جا رہے ہیں..... پاپا تو مجھے کچھ بتاتے ہی نہیں..... اب یہی دیکھ لو اس

وقت معلوم ہوا کہ تم لوگ کون ہو۔"

"میرے پاپا بھی کچھ اسی قسم کے واقع ہوئے ہیں..... بہت دیر بعد اصل مقصد پر آتے ہیں..... پہلے غلاف سلوائیں گے..... پھر سارنگی خریدیں گے..... پھر کہیں جا کر مجھے بتائیں گے کہ سارنگی پاس رکھنے سے بھوت بھاگتے ہیں۔"

"سارنگی پاس رکھنے سے بھوت بھاگتے ہیں۔" ویرا نے حیرت سے دہرایا۔ "تم کیسی بہکی بہکی باتیں کررہے ہو۔"

"سنا یہی ہے.....!"

"فضول بکواس کرنے کے عادی معلوم ہوتے ہو۔"

لانچ تیزی سے راستہ طے کررہی تھی۔ دفعتاً فریدی نے بلند آواز میں کہا۔ "سیفٹی ماسک نکال لو۔"

حمید نے اپنی پشت کی بغلی الماری کھول کر دو سیفٹی ماسک نکالے اور انہیں جلدی جلدی اس طرح ایڈجسٹ کرلیا کہ ایک دوسرے کی گفتگو انہی تک محدود رہ سکے فریدی یا شاپور اُن کا ایک لفظ بھی نہ سن سکیں۔

کچھ دیر بعد اُس نے پلاسٹک کور کے سرکنے کی آواز سنی اور ویرا کی طرف سیفٹی ماسک بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اسے پہن لو..... ورنہ دم گھٹ جائے گا۔"

ویرا اگلی سیٹ والوں کو سیفٹی ماسک پہنے دیکھ رہی تھی۔ اس لئے حیل وحجت کے بغیر اُس نے حمید کی ہدایت پر عمل کیا۔ حمید بھی پہن چکا تھا..... ویرا نے حمید کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔ "یہ نہ سمجھنا کہ اسے پہن کر گونگی ہو جاؤ گی..... اور اسے بھی ذہن نشین کرلو کہ ہماری گفتگو کوئی تیسرا نہ سن سکے گا۔"

"یہ بڑی اچھی بات ہے..... ورنہ میں تو سمجھی تھی کہ اب منہ بند کرکے بیٹھنا پڑے گا۔ مجھ میں یہ بڑا عیب ہے کہ جب تک جاگتی رہتی ہوں زبان چلتی رہتی ہے۔"

"تم اسے عیب سمجھتی ہو..... ارے یہ تو شخصیت کی ایک خوبی ہے۔"

"مگر پاپا زیادہ بولنے والوں کو احمق سمجھتے ہیں۔"

"میرے پاپا بھی۔"

"بس ختم کرو..... پتہ نہیں کس شریف آدمی کو خواہ مخواہ اپنا پاپا بنا ڈالا ہے۔"

"تم بھی ختم کرو..... کوئی اسپینی گیت سناؤ مجھے۔"

"حافظ کی غزل کیوں نہ سناؤں..... فارسی اور انگریزی بہت اچھی ہے میری! اسپینی [illegible] طرح نہیں بول سکتی۔"

ذرا ہی سی دیر میں وہ پرشور موجوں کے درمیان پہنچ گئے اور حمید مضطربانہ انداز میں [illegible]

"اوہ..... تم نے سیفٹی بلٹ بھی کس لی ہے یا نہیں۔"

"اتنی احمق نہیں ہوں..... میں جانتی ہوں کہ سیفٹی ماسک کب استعمال کئے جاتے [illegible] "

حمید اپنی سیٹ کی پٹیاں اپنے سینے پر کسنے لگا۔

کچھ دیر بعد اُسے دوبارہ ساتویں جزیرے والا سفر یاد آگیا..... لانچ پر شور لہروں میں [illegible] کود ہو رہی تھی..... اس نے ویرا کی طرف دیکھا..... لیکن کچھ بولا نہیں۔ وہ بھی [illegible] وش تھی۔ پھر وہ اُن لوگوں کے متعلق سوچنے لگا جن کے خلاف تفتیش جاری تھی..... کیا [illegible] ب بھی ان کی نگرانی نہ کرا رہے ہوں گے۔ ہوسکتا ہے اس وقت بھی تعاقب جاری ہو..... ایسے میں یہیں کچھ شروع ہو جائے تو وہ کسی پوزیشن میں ہوں گے دوسرے ہی لمحے میں وہ [illegible] سے رابطہ قائم کرکے بولا۔ "کیا ہمارا تعاقب نہ ہو رہا ہوگا؟"

"بہت دیر میں چونکے.....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"اور ایسی خطرناک مہم پر یہ لڑکی.....!"

"مجھے علم نہیں تھا کہ یہ بھی ڈاکٹر کے ساتھ ہوگی..... لہٰذا عین وقت پر کچھ نہ [illegible]..... لیکن تم فکر نہ کرو..... دیکھا جائے گا۔"

پھر حمید نے ویرا سے گفتگو شروع کی۔

"ہمارا یہ سفر خطرناک بھی ثابت ہوسکتا ہے۔"

"میں دیکھ رہی ہوں.....!" جواب ملا۔

"خائف تو نہیں ہو۔"

"اگر اکیلے مرنا پڑتا تو ضرور خوف معلوم ہوتا....." ویرا بولی۔ "لیکن یہاں
دوسری ہے۔ تنہا نہیں مرنا پڑے گا۔"

"تو گویا..... تم موت سے نہیں ڈرتیں۔!" حمید نے پوچھا۔

"اف..... فوہ..... کیا ہو گیا ہے تمہیں..... یہ آخر اچانک موت کیوں سوار
ہے تمہارے سر پر۔"

"کچھ نہیں..... یونہی.....!"

وہ پھر خاموش ہو گئے۔

"میں اپنے ڈیڈی سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔" ویرا نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"ٹھہرو..... میں دیکھتا ہوں....." حمید نے کہا اور اس کے سیفٹی ماسک کے
ٹرانسمیشن آپریٹس کو اس طرح کر دیا کہ وہ ڈاکٹر سے گفتگو کر سکے..... کچھ دیر بعد وہ
دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔

"میں تمہارے لئے پریشان ہوں بے بی۔ تم ڈر تو نہیں رہیں۔" ڈاکٹر کی آواز۔

"ڈر تو نہیں رہی لیکن تشویش ضرور ہے.....!" ویرا کی آواز۔

"میں نے شروع ہی سے تمہیں اس سفر سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی۔ اگر یہ
ہوتا کہ یہاں سے تھرڈ آئی لینڈ کے لئے لانچ کا سفر ایسا ہو گا تو میں تمہیں نوٹس جاری
دیتا..... یہ کرنل فریدی بڑا نڈر آدمی ہے..... ادھر کے پانیوں میں لانچ لانے کا تصور
کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔"

"یہ دوسرا اسراغ رساں کہہ رہا ہے کہ سفر خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے؟"

"اب میں کیا بتاؤں..... تمہاری ضدی طبیعت کے لئے یہ بہترین سبق ثابت ہو
ڈاکٹر شاپور کی آواز غصیلی تھی۔

"بھئی آپ لوگ فکر نہ کریں۔" حمید نے فریدی کو کہتے سنا۔ "غرق ہو جانے
امکانات تو نہیں ہیں..... ڈاکٹر میرا ساتھی مسخرہ بھی ہے صاحبزادی سے کہہ دیجئے کہ اس
باتوں پر دھیان نہ دیں۔"

"میں سن رہا ہوں....." حمید بول پڑا اور اس نے ویرا کے قہقہے کی آواز سنی۔

پھر شائد فریدی کے علاوہ سبھی ہنسنے لگے تھے۔ ویسے حمید ڈاکٹر اور ویرا کی آوازوں میں
لرزشیں بھی محسوس کر رہا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ بخیر وخوبی تھرڈ آئی لینڈ کے ساحل تک پہنچ گئے..... یہاں سے ایک وین
ایک عمارت میں لے گئی جہاں فریدی کا استقبال ایسے ہی انداز میں ہوا جیسے اس کے علاوہ
ہی کمتر درجے کے لوگ ہوں۔

فریدی نے ڈاکٹر شاپور سے کہا۔ "میری دانست میں صاحبزادی کو یہیں چھوڑ دیا
..... ہمیں ابھی کہیں اور بھی جانا ہو گا۔"

"لانچ ہی کے ذریعے.....!" ڈاکٹر شاپور نے بوکھلا کر پوچھا۔

"نہیں..... کار ہو گی..... مطمئن رہئے..... اس کام سے فراغت حاصل کرنے کے
پ کو یہیں سے بذریعہ اسٹیمر ففتھ آئی لینڈ بھجوا دیا جائے گا۔"

ویرا اس سفر سے کافی سہمی ہوئی تھی لہٰذا جب ڈاکٹر نے فریدی کی تجویز پیش کی تو اس
نے اعتراض نہ کیا۔

"آپ کو زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ گھنٹے تنہا رہنا پڑے گا۔" فریدی نے اُس سے کہا۔ "اس
ہم واپس آجائیں گے۔"

پھر تقریباً پندرہ یا بیس منٹ بعد اس سفر کی دوسری "قسط" شروع ہو گئی۔ اس بار وہ ایک
شیورلٹ میں سفر کر رہے تھے۔ حمید سوچ رہا تھا کہ وہ عاقل روڈ اسی جزیرے میں ہو گی
آئیڈنٹی کاسٹ ایکوپمنٹ سمیت ملنے کے لئے کسی سے فون پر کہا گیا تھا..... آخر
ڈاکٹر شاپور سے کسی کی شناخت کرانا چاہتا ہے۔

شیورلٹ آبادی سے نکل کر ویرانے کی طرف جا رہی تھی۔ روانگی سے قبل فریدی نے
ور کو کچھ ہدایات دی تھیں اور اب یہ سفر خاموشی سے جاری تھا۔

شائد آدھے گھنٹے بعد حمید نے محسوس کیا کہ گاڑی کچے راستے پر مڑ رہی ہے۔

"میں سمجھا تھا شائد یہی عاقل روڈ ہے۔" حمید نے فریدی سے کہا۔

"یہاں کوئی عاقل روڈ نہیں ہے.....!" فریدی نے جواب دیا۔

"کیوں.....؟ لیکن آپ نے تو فون پر کسی عاقل روڈ ہی کا نام لیا تھا۔"

"سمجھنے والے سمجھ گئے ہوں گے کہ عاقل روڈ سے مراد کس جگہ سے ہے۔"

"بلیک کیٹ.....!"

"ہوں..... خاموش رہو۔"

شیورلٹ ایک تیرہ و تار میدان میں رکی..... قریب ہی ایک دوسری بہت بڑی گاڑی دکھائی دی..... گاڑی کیا ایسا لگتا تھا جیسے کسی بہت بڑے ٹرالر کے آگے انجن فٹ کر دیا گیا ہو۔

وہ شیورٹ سے اُتر آئے۔

بڑی گاڑی کے قریب کھڑے ہوئے ایک آدمی نے آگے بڑھ کر گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول دیا اور وہ تینوں اندر آئے..... گاڑی ایئر کنڈیشنڈ معلوم ہوتی تھی۔

"سب کچھ تیار ہے۔" فریدی نے اس آدمی سے انگریزی میں پوچھا۔

"یس سر.....!" جواب ملا۔

"ٹھیک ہے۔" فریدی رسٹ واچ پر نظر ڈالتا ہوا حمید اور ڈاکٹر شاپور سے بولا۔ "آپ لوگ بیٹھ جایئے۔"

وہ دونوں بیٹھ گئے..... ان کا رخ سامنے لگے ہوئے اسکرین کی طرف تھا..... گاڑی میں تو اندھیرا ہو گیا اور اسکرین روشن نظر آنے لگا۔

فریدی کی آواز سنائی دی۔ "ڈاکٹر شاہ پور..... پلیز بی ریڈی۔"

"ہاں میں تیار ہوں۔" ڈاکٹر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

حمید کی نظر اسکرین پر تھی۔ دفعتاً ایک چہرے کی آؤٹ لائن نظر آئی جس کے اندر ناک یا دہانہ نہیں تھے..... ڈاکٹر بولا۔ "نہیں یہ شیپ نہیں تھا۔"

یکے بعد دیگرے کئی چہروں کی آؤٹ لائنیں اسکرین پر نظر آئیں..... آخر کار ایک ڈاکٹر بول اٹھا۔ "ہاں یہی شیپ تھا....." اب یہ آؤٹ لائن اسکرین کے ایک گوشے میں ہو گئی۔ پھر اس کے بعد مختلف قسم کی آنکھوں، ناکوں اور دہانوں..... ہیئر اسٹائل کے جاری رہے..... ڈاکٹر جس نمونے پر صاد کرتا..... اسکرین پر باقی رہ جاتا..... اور پ سب اس چہرے کی آؤٹ لائن میں فٹ ہوتے نظر آئے جو اسکرین کے ایک گوشے میں ہی سے قائم تھا۔ اب ایک مکمل چہرہ اسکرین پر موجود تھا۔

"اوہ..... اوہ..... کمال ہے۔" ڈاکٹر مضطربانہ انداز میں بولا۔ "بالکل یہی تھا..... صرف بائیں جبڑے پر زخم کا گہرا داغ نہیں ہے اور سب کچھ وہی ہے۔"

"شکریہ ڈاکٹر.....!" فریدی بولا..... اور پھر آپریٹر سے کہا۔ "اس چہرے کا فوٹو گراف ایک گھنٹے کے اندر اندر سیکشن سی میں پہنچا دو۔"

"او کے سر.....!" آپریٹر نے کہا۔

واپسی اسی گاڑی میں ہوئی تھی جس کے ذریعے یہاں تک آئے تھے۔

"بھئی یہ بڑا عجیب و غریب طریقہ ہے۔" ڈاکٹر شاپور نے کہا۔

"اس مشین کو آئیڈنٹی کاسٹ کہتے ہیں۔ یہ میجک لائیٹس کے اصول کے طرز پر کام میں لائی جاتی ہے۔"

"بڑی کار آمد ایجاد ہے۔"

"جی ہاں! اس سے یادداشت کے ذریعے مشتبہ آدمیوں کی تصویر بنانے میں مدد ملتی ہے۔"

"اتنی صحیح تصویر.....!"

"یہ بھی محض اتفاق تھا کہ آپ کے فرمانے کے مطابق مکمل چہرہ تیار ہو گیا..... ورنہ عموماً ایسے ہی چہرے تیار ہوتے ہیں جو اصل آدمی سے کسی قدر مشابہت رکھتے ہوں..... بہر حال ہمارے لئے یہ مشابہت ہی کافی ہوتی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ اب آپ اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔"

"اگر وہ یہاں موجود ہو تو۔"

پھر وہ خاموش ہو گئے۔

اس عمارت میں واپس پہنچ کر انہیں چہرے کے فوٹو گراف کے لئے منتظر رہنا پڑا تھا۔ اس دوران میں فریدی نے ویرا اور ڈاکٹر شاپور کے لئے صبح کے اسٹیمر پر سیٹیں بک کرا دی تھیں اور انہیں ایک ہوٹل میں بھجوا دیا تھا۔

فوٹو گراف بھی آ گیا..... اور حمید نے فریدی سے کہا۔ "مگر آپ اسے کہاں تلاش کرتے پھریں گے۔"

"میری جیب میں رکھا ہوا ہے..... جب چاہوں گا ہتھکڑیاں لگا دوں گا۔"

"تو ختم کیجئے جلدی سے اس قصے کو.....!"

"کہانی لمبی ہے..... آسانی سے ختم نہیں ہوگی۔ چپ چاپ دیکھتے رہو....." حمید نے طویل سانس لی اور پھر کچھ نہیں بولا۔

ٹکراؤ

ہوٹل مونا کو کی تفریحات سائرہ کے لئے سوہان روح بن کر رہ گئی تھیں۔ کئی دنوں سے کیپٹن حمید بھی نہیں دکھائی دیا تھا۔

سائرہ کے لئے وہاں کی تفریح کے ہر شعبے میں میزیں مخصوص کرائی گئی تھیں جن پر وہ تنہا نظر آتی..... پیچھے ایک مسلح باڈی گارڈ کھڑا رہتا۔ یہی باڈی گارڈ ڈرائیور کے فرائض بھی انجام دیتا تھا۔

تفریح گاہوں میں لوگ اُسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے لیکن مسلح باڈی گارڈ پر نظر پڑتے ہی ان میں سے کوئی بھی اس کی طرف آنے کی ہمت نہ کر سکتا۔

یہ بھی کوئی زندگی ہے وہ سوچ رہی تھی۔ اگر سچ مچ شہزادی ہی ہوتی تو اس کا کیا حشر ہوتا۔ آخر اس قسم کے لوگ زندہ کس طرح رہتے ہیں..... یہ تو قید تنہائی ہوئی۔ سزا ہے سزا۔ اچھی خاصی۔ اب کوئی اپنا ہی ہم رتبہ کہاں تلاش کرتا پھرے۔ کسی عورت نے بھی تو اس کی طرف رخ نہیں کیا تھا البتہ وہ اُسے رشک و حسد سے ضرور دیکھتی تھیں۔

آج وہ رات کے کھانے کے بعد سے اب تک ڈائننگ ہال میں ہی بیٹھی رہی تھی۔ دل ہی نہ چاہا کہ یہاں سے اٹھ کر ریکریئشن ہال تک جاتی۔ وہاں تو اور زیادہ وحشت ہوتی تھی۔ یہی ڈر رہتا تھا کہ کہیں کوئی آکر رقص کے لئے درخواست نہ کر بیٹھے۔ اول تو اُسے ناچنا آتا ہی نہ تھا پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ کسی اجنبی کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر اتنے مجمع میں ناچنا شروع

تی۔ حالانکہ آج ریکریئشن ہال میں جرمن ایکروبیٹس اپنے کمالات کا مظاہرہ کرنے والے پھر بھی اس کا جی نہ چاہا۔ وہیں بیٹھی تھوڑی تھوڑی کافی طلب کرتی رہی۔ دفعتاً ایک قد آور چلتے چلتے اس کی میز کی قریب رکا اور مڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ سائرہ نے سر اٹھا کے چہرے کی جانب دیکھا۔ نظر ملی اور اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے برقی جھٹکا لگا ہو۔ سارا ن ہو کر رہ گیا۔ پھر دوبارہ نظر ملانے کی سکت ہی نہ رہ گئی۔ وہ اب بھی وہیں کھڑا اس کی ف دیکھے جارہا تھا۔

"کیا ہے.....؟" اُس نے اپنے باڈی گارڈ کی غراہٹ سنی۔

"شٹ اپ.....!" اُسے جواب ملا۔ لیکن آواز میں جارحانہ انداز تحکم موجود تھا۔

باڈی گارڈ سائرہ کے پیچھے سے ہٹ کر سامنے آگیا۔

"ہولسٹر پر سے ہاتھ ہٹاؤ۔" قد آور آدمی نے کہا..... اس بار بھی لہجے میں تحکم تھا۔

سائرہ نے دیکھا کہ باڈی گارڈ نے بیساختہ اپنا ہاتھ ہولسٹر سے ہٹایا ہے۔

"لائسنس دکھاؤ.....!" اس نے باڈی گارڈ سے کہا۔

"آپ کون ہیں۔" باڈی گارڈ نے پوچھا۔ اس بار سائرہ نے اس کے لہجے میں ڈھیلا پن وس کیا تھا۔

"کیا کوئی عام شہری تم سے لائسنس کا مطالبہ کر سکتا ہے۔"

باڈی گارڈ نے کوٹ کی اندرونی جیب سے لائسنس نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

"ہوں.....!" وہ لائسنس پر اچٹتی سی نظر ڈالتا ہوا بولا۔ "ذرا ایک کارتوس بھی دکھانا۔"

"جی..... کیا مطلب.....!"

"کارتوس.....!" اس نے کارتوس کی پیٹی کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔

"میں نہیں سمجھ سکتا۔"

"ایک کارتوس نکالو.....!" اس بار سخت لہجے میں کہا گیا۔

باڈی گارڈ نے بُرا سا منہ بنا کر ایک کارتوس پیٹی سے نکالا اور اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "میں نہیں سمجھ سکتا۔"

اب وہ اجنبی کارتوس کو الٹ پلٹ کر بغور دیکھ رہا تھا..... اس دوران میں سائرہ کا بلاؤز

پسینے سے بھیگ چکا تھا..... سانسیں گھٹی ہوئی سی محسوس ہو رہی تھی۔

"یہ کارتوس غیر قانونی طور پر درآمد کئے گئے ہیں۔" اس نے کچھ دیر بعد باڈی گارڈ سے
"میں نہیں سمجھ سکتا۔"

"کیا نہیں سمجھ سکتے۔"

"صاحب..... آپ خواہ مخواہ وقت برباد کر رہے ہیں..... ہم لوگ یہاں کے
نہیں ہیں۔"

"خوب..... کس ملک سے تعلق ہے۔"

"گرزان اسٹیٹ۔"

"یہ کہاں.....؟"

سائرہ نے محسوس کیا جیسے باڈی گارڈ اس سوال کے جواب کی توقع خود اُس سے رکھتا ہو
لیکن وہ کیا کہتی..... اس کا حلق تو اس طرح خشک ہو رہا تھا جیسے سالہا سال سے پانی کی ایک
ایک بوند کو ترستی آئی ہو..... سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی جیسے زنگ آلود ہو کر رہ گئی تھی۔

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔" اجنبی نے باڈی گارڈ کو پھر مخاطب کیا۔

"مجھے اسٹیٹ کے صحیح جغرافیہ کا علم نہیں ہے..... کیونکہ میں ہز ہائی نس کے ساتھ
عموماً باہر ہی باہر رہا ہوں۔"

"کس ہز ہائی نس کی بات کر رہے ہو۔"

باڈی گارڈ نے سائرہ کی طرف دیکھا۔

"اوہ.....!" اب اجنبی دوبارہ اس کی طرف اس طرح متوجہ ہوا تھا جیسے پہلی بار دیکھا ہو۔
ٹھیک اسی وقت نہ جانے کدھر سے کیپٹن حمید بھی آ ٹپکا اور دونوں کے درمیان حائل
ہوتا ہوا اجنبی سے بولا۔ "کمال کرتے ہیں آپ بھی۔ چلئے یہاں سے..... میں نے آپ کو
پہلے ہی سمجھا دیا تھا کہ کوئی خاص بات نہیں ہے۔"

"تم نہیں سمجھ سکتے۔" اجنبی کیپٹن حمید کو گھورتا ہوا بولا۔ "گرزان اسٹیٹ کا وجود نہیں
ہے۔"

"میں کہتا ہوں چھوڑیئے..... یہی تو کھانے کھیلنے کے دن ہیں۔"

"خاموش رہو۔"

"نن..... نہیں..... مم..... میری..... بھی سنئے۔" دفعتاً سائرہ ہکلائی..... اُسے
بولنا پڑا تھا۔ کیونکہ اس دوران میں اس کی کنپٹیاں چٹختی رہی تھیں..... دل بیٹھتا رہا تھا اور وہ
محسوس کرتی رہی تھی جیسے اب دم نکل جائے گا۔

اجنبی اور کیپٹن حمید دونوں ہی سنجیدگی سے اس کی طرف متوجہ ہوگئے تھے۔ وہ پھر ہکلانے
لگی "گرزان اسٹیٹ..... کک..... کہاں ہے..... میں بھی نہیں..... جج..... جانتی۔"

"یور ہائی نس.....!" دفعتاً باڈی گارڈ نے خونخوار لہجے میں اسے مخاطب کیا۔ لیکن وہ اس
کی جانب متوجہ ہوئے بغیر کہتی رہی۔ "مم..... میں تنگ آگئی ہوں..... کک..... کپتان
صاحب..... مجھے اس الجھن..... سے نجات دلایئے..... مم..... میں سائرہ.....
بہانفور ہوں۔"

"یور ہائی نس..... آپ کی طبیعت خراب معلوم ہوتی ہے۔ یہاں سے چلئے....." باڈی
گارڈ بولا۔

"پیچھے ہٹو.....!" فریدی نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دھکا دیا۔

پھر اس کا ہاتھ ہولسٹر پر آیا ہی تھا کہ فریدی کا الٹا ہاتھ اس کے منہ پر پڑا..... اور وہ
ایک خالی میز پر الٹ گیا۔

ہنگامہ برپا ہوگیا۔ لوگ اپنی جگہوں پر کھڑے ہوگئے اور بیروں کی فوج اُن کی طرف
بڑھی۔

"ہتھکڑیاں لگادو۔" اجنبی نے کیپٹن حمید سے کہا اور حمید نے بیروں کے قریب پہنچنے
سے قبل اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیوں کا جوڑا ڈال دیا..... شاید اسی چیز نے بیروں کے قدم
روک دیئے اور دوسرے لوگ بھی ان کی طرف بڑھنے سے باز رہے۔ پورے ہال پر سناٹا طاری
ہوگیا۔

دفعتاً ایک بھاری بھرکم قہقہے نے فضا میں ارتعاش پیدا کردیا..... سائرہ بوکھلا کر مڑی
کیونکہ آواز کچھ جانی پہچانی سی معلوم ہوئی تھی۔ قلندر تھوڑے فاصلے پر کھڑا بے تحاشہ ہنس رہا
تھا۔ پھر وہ آگے بڑھ کر اجنبی کی طرف ہاتھ پھیلاتا ہوا بولا۔ "ہلو کرنل فریدی..... ہاؤ ڈی یو

"ڈو.....!"

"ہلو.....!" فریدی کا لہجہ بے حد خشک تھا..... اور سائرہ کے اندازہ کے مطابق اُ
ڈھیلے ہاتھ سے مصافحہ کیا تھا۔

"میرا تجربہ بہر حال کامیاب رہا....." قلندر نے ہنس کر کہا۔ "بڑا شاندار ناول ہو
گا۔"

"خوب.....!" فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"لیکن..... آخر اس بیچارے کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں کیوں ڈال دی ہیں۔" قلندر
باڈی گارڈ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اس کے پاس سے اسمگل کئے ہوئے کارتوس بر آمد ہوئے ہیں۔"

"ارے وہ..... وہ اسمگل کئے ہوئے نہیں ہیں۔ پچھلے سال بلجیم سے لایا تھا۔ میر
پاس کسٹم کی رسید موجود ہے..... یہ دیکھئے۔"

اس نے جیب سے پرس نکال کر ایک رسید نکالی اور کرنل فریدی کی طرف بڑھاتا
بولا۔ "اس دشواری کی بناء پر رسید لئے پھرتا رہا ہوں جب کرنل فریدی جیسے آدمی سے سا
ہو تو ہر طرح تیار رہنا پڑتا ہے۔" فریدی نے حمید کی طرف مڑ کر کہا۔ "ہتھکڑیاں نکال دو۔"

باڈی گارڈ کے ہاتھوں سے ہتھکڑیاں نکال دی گئیں۔

پھر قلندر نے چاروں طرف نظر دوڑائی اور بولا۔ "ہم تماشہ بن کر رہ گئے ہیں کیوں
کسی جگہ بیٹھ کر ایک دوسرے کی غلط فہمیاں رفع کرلیں۔"

فریدی نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی..... اور حمید نے اوپری ہونٹ بھینچ
کہا۔ "نواب زادہ چمار الدولہ اپنے کمروں کی پیش کش کرتا ہے۔" قلندر نے بُرا سا منہ بنا
اُس کی طرف دیکھا۔

"ہوں..... اوپر چلو.....!" فریدی زینوں کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ پھر وہ سب جب
کے کمرے میں آئے۔ البتہ باڈی گارڈ باہر ہی ٹھہرا رہا۔ غالباً قلندر نے اسے اس کے لئے اشارہ
کیا تھا۔ فریدی نے بھی شاید اسے ساتھ لے جانے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔ سائرہ کو اب
ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے بے ہوش ہو کر گر پڑے گی۔ پتہ نہیں کس دشواری سے زینے طے

حمید کے کمرے تک پہنچی تھی۔

تھوڑی دیر تک وہ سب خاموش بیٹھے کسی ایک کے بولنے کے منتظر رہے۔ پھر قلندر ہی
ابتدا کی۔ وہ یہاں آنے کے بعد سے اب تک کیپٹن حمید ہی کو گھورتا رہا تھا۔

"کیپٹن حمید.....!" اس نے فریدی کی طرف مڑ کر کہا۔ "غالباً میری سیکریٹری کو بہت
پسند فرمانے لگے ہیں؟"

"اچھا تو پھر.....!" حمید نے نتھنے پھلائے۔

"میں اسے برداشت نہیں کر سکتا؟" قلندر کرسی کے ہتھے پر گھونسہ مار کر غرایا۔

"مرضی کے مالک ہو..... برداشت کرو یا نہ کرو۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔

"براہِ کرم اصلی مسئلے کی طرف آیئے۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

"میں ایک تجربہ کر رہا تھا۔"

"تجربے کی نوعیت میرے لئے بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی۔"

"ابھی نہیں بتا سکتا..... تجربے کے بہتیرے پہلو ابھی تشنہ ہیں۔"

"قانون کو اس قسم کے ڈراموں سے ہمدردی نہیں ہو سکتی۔"

"اچھی بات ہے تو چارج فریم کیجئے میرے خلاف.....!" قلندر نے لاپروائی سے
ں کو جنبش دی۔

"گرزان اسٹیٹ کہاں ہے؟" حمید نے پوچھا۔

"میرے ناول کی ایک خیالی ریاست.....!"

"لیکن آپ مجھ سے کچھ اور کہتے رہے ہیں۔" دفعتاً سائرہ چیخ پڑی۔

"تجربہ ایسا ہی تھا کہ تمہیں بھی اندھیرے میں رکھنا پڑا۔"

"تو وہ ہنگامہ بھی تجربے ہی میں شامل تھا۔" سائرہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"کیسا ہنگامہ.....!" قلندر کے لہجے میں تحیر تھا..... "اوہ تم بہت تھک گئی ہو.....
خیال ہے کہ تمہاری موجودگی ضروری بھی نہیں ہے..... تم جا سکتی ہو۔"

سائرہ کو اس کی آنکھوں میں نہ جانے کیا نظر آیا تھا اسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ اس کی
ی کے خلاف کچھ بھی نہ کر سکے گی۔

قلندر نے باڈی گارڈ کو آواز دی۔ وہ اندر آیا اور اُس نے اُس سے کہا کہ وہ سائرہ کو
لے جائے۔ حمید نے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن سائرہ نے دیکھا کہ کرنل فریدی نے اُسے خاموش
رہنے کا اشارہ کیا ہے۔ وہ اٹھی اور باڈی گارڈ کے ساتھ ہولی..... باہر گاڑی کھڑی تھی
باڈی گارڈ نے اس کے لئے دروازہ کھولا۔ لیکن خلاف معمول یہ اگلی سیٹ کا دروازہ تھا
سائرہ خود ہی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولنے کے لئے مڑی۔

"آگے بیٹھو.....!" وہ غرایا۔ پہلا موقع تھا کہ اس نے ایسے تحکمانہ لہجے میں
مخاطب کیا تھا۔ ورنہ اب تک تو یہی ہوتا رہا تھا کہ وہ بعض اوقات خود کو سچ مچ شہزادی محسوس
کرنے لگتی تھی۔ کیونکہ وہ اس کا ایک ادنیٰ غلام معلوم ہوتا تھا۔

"کیا مطلب.....!" سائرہ کو بھی غصہ آگیا۔

"چلو بیٹھو.....!" باڈی گارڈ نے اس کا شانہ پکڑ کر اگلی سیٹ کی طرف دھکا دیا۔

پھر اُسے یاد نہیں کس طرح بیٹھی تھی اور کتنی دیر بعد گاڑی حرکت میں آئی تھی۔
سا اعصابی تشنج تھا جس میں مبتلا ہو کر ہوش و حواس کھو بیٹھی تھی۔

کچھ دیر بعد جب گاڑی بالکل کھلی فضا میں پہنچی تو اس نے محسوس کیا کہ باڈی گارڈ کا
بازو اس کی گردن میں حمائل ہے اور دوسرے ہاتھ سے وہ گاڑی کا اسٹیئرنگ پکڑے ہوئے
سائرہ نے دوسری طرف ہٹنا چاہا لیکن گردن کے گرد ڈرائیور کی گرفت مضبوط ہوگئی اور
ہی اس نے ہلکے سے قہقہے کے ساتھ کہا۔ "تمہاری حماقت کی بناء پر پہلی بار میرے ہاتھوں
ہتھکڑیاں پڑ گئی تھیں..... اس کا بدلہ ضرور لوں گا۔"

"مجھے چھوڑو.....!" وہ مچلی لیکن بے سود۔ البتہ گاڑی رک گئی۔ ڈرائیور نے اسٹیئرنگ
چھوڑ کر اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اٹھایا اور پچھلی سیٹ پر پھینک دیا اور پھر دوسرے ہی
میں وہ چیخنے لگی "بچاؤ..... بچاؤ....." وہ حتی الامکان کوشش کر رہی تھی کہ ڈرائیور
وحشیانہ پن سے خود کو بچائے رکھے..... اور بچاؤ..... بچاؤ" کی صدائیں تو اس طرح
بلند ہو رہی تھیں جیسے وہ کوئی چیخنے والی مشین ہو۔ اس میں اُس کے ارادے کو دخل نہیں
پھر دفعتاً اس نے کسی دوسری گاڑی کی آواز سنی جو ان کے قریب ہی آکر رکی تھی۔ پھر اس
گاڑی کا دروازہ کھلا اور ڈرائیور خود بخود اوپر اٹھتا چلا گیا۔

اب جو کچھ بھی ہو رہا تھا گاڑی کے باہر ہو رہا تھا اور وہ پچھلی سیٹ پر پڑی ہانپ رہی تھی۔
دیر بعد ہی اندازہ کر سکی تھی کہ باہر کچھ آدمی ہاتھا پائی کر رہے ہیں..... کبھی کبھی درد میں
ہوئی غراہٹیں بھی سنائی دیتیں۔ پھر ایک لمبی کراہ کے بعد ہی سناٹا چھا گیا..... کئی منٹ
گئے..... لیکن وہ سیٹ سے اٹھنے کی ہمت نہ کر سکی۔

دفعتاً الیکٹرک لیمپ کی روشنی چہرے پر پڑی اور اس کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ ساتھ ہی
جانی پہچانی سی آواز کانوں کے پردوں سے ٹکرائی۔ "آپ محفوظ ہیں نا۔"

"جی ہاں..... جی ہاں.....!" وہ بوکھلا کر اٹھی۔ مخاطب کرنے والا کیپٹن حمید تھا۔ لیکن
اندھیرے کی وجہ سے وہ اس کی شکل نہیں دیکھ سکتی تھی۔ "گاڑی سے اُتر آیئے..... وہ بیہوش
ہے..... میرے ساتھ چلئے۔"

سائرہ ہانپتی ہوئی گاڑی سے اُتر آئی۔ اس کی گاڑی کے پیچھے دوسری گاڑی کھڑی تھی۔
حمید نے اس کے لئے دروازہ کھولا اور اندر روشنی کردی۔ پچھلی سیٹ پر باڈی گارڈ چت پڑا
ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور دہانے کے بائیں گوشے سے خون کی لکیر پھوٹ کر کان
تک چلی گئی تھی..... دونوں ہاتھ سینے پر تھے اور ہاتھوں میں وہی ہلکی ہتھکڑیاں تھیں جو کچھ
دن پہلے ہوٹل مونا کو میں استعمال کی گئی تھیں۔ کار چل پڑی..... حمید کہہ رہا تھا۔ "اب آپ
اس آدمی کے خلاف ایک رپورٹ درج کرائیں گی اور پھر میں آپ کو آپ کی قیام گاہ پر چھوڑ
دوں گا۔"

"نہیں..... اب میں وہاں نہیں جانا چاہتی..... خود کو ایک پولیس آفیسر کی حفاظت
میں دیتی ہوں۔"

"یہ اور اچھا ہے..... اس طرح میں دوہری مشقت سے بچوں گا۔ اگر شروع ہی سے
آپ پر نظر نہ رکھی ہوتی تو اس وقت۔"

"میں آپ کی شکر گذار ہوں..... قلندر پکا فراڈ ثابت ہوا ہے۔ میں آپ لوگوں کو
بتاؤں گی..... ناول والی بکواس پر یقین نہ کیجئے۔ لمبی کہانی ہے..... اس کے کچھ مخالفین بھی
ہیں جنہوں نے مجھے قلندر کے خلاف استعمال کرنے کی کوشش کی تھی اور خود کو سیکرٹ
سروس سے متعلق ظاہر کیا تھا..... پہلے وہ مجھے زبردستی مونٹی کارلو کے ریکریئشن ہال سے اٹھا

لے گئے تھے۔"

"اُسی رات کی بات تو نہیں..... جب قلندر کا ایک فین آپ کے ساتھ تھا۔" [illegible]
پوچھا۔

"اُوہ..... آپ کیا جانیں.....!" سائرہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

ہمیں ہر طرح باخبر رہنا پڑتا ہے۔ میں کہہ چکا ہوں نا کہ اُسی وقت سے ان کا
کرا رہا تھا جب سے کسی تعاقب کرنے والے کی کہانی سنائی تھی اور مجھ پر خنجر پھینکا گیا تھا۔

"وہ بھی قلندر ہی تھا.....؟" سائرہ بے ساختہ بولی۔

"مجھے یقین تھا کہ وہی ہوگا۔ فی الحال خاموش رہیے۔ پوری کہانی اپنی رپورٹ میں
کرائیے گا۔"

"لیکن میں اب قلندر کی ملازمت نہیں کرنا چاہتی۔"

"یہی مناسب بھی ہے آپ کے لئے..... اس وقت میں اُسے دھوکا دے کر کر[illegible]
نکلا تھا..... ورنہ وہ بھی میرے پیچھے دوڑ آتا..... میں نے باڈی گارڈ کے تیور سے ا[illegible]
کرلیا کہ وہ کوئی بُرا ارادہ رکھتا ہے۔"

"خدا کا شکر ہے کہ آپ.....!"

حمید نے آواز کے ساتھ جماہی لی اور وہ جملہ پورا نہ کرسکی۔

سائرہ کی رپورٹ پر قلندر کے خلاف تفتیش شروع ہوگئی تھی۔ لیکن خود وہ غائب
پتہ نہیں فضا میں تحلیل ہوگیا تھا یا زمین نگل گئی تھی اُسے۔

حمید محسوس کررہا تھا کہ فریدی کے چہرے پر اس قسم کی فکرمندی کے آثار نہیں
جیسے کسی ہاتھ آئے ہوئے شکار کے نکل جانے پر نظر آیا کرتے تھے۔ پوچھنے پر اُس نے م[illegible]

بتایا تھا۔ "فی الحال ہمیں قاسم کی بازیابی سے سروکار رکھنا چاہئے۔"

سائرہ نے رپورٹ کے ساتھ ہی اپنا استعفا بھی اس لئے پولیس کے حوالے کردیا تھا کہ وہ
بذریعہ پولیس ہی قلندر تک پہنچایا جائے اور اب وہ انہیں دونوں کے ساتھ مقیم تھی۔

اس وقت وہ تینوں نشست کے کمرے میں بیٹھے قلندر ہی کے متعلق گفتگو کررہے تھے
دفعتاً فریدی کے انداز سے ایسا ظاہر ہوا جیسے یک بیک کوئی خاص بات یاد آگئی ہو۔ اس نے
کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر پرس نکالا اور اُس میں سے ایک فوٹوگراف نکال کر میز پر
ڈال دیا..... یہ وہی فوٹوگراف تھا جو آئیڈنٹی کاسٹ کے ذریعے تیار کیا گیا تھا۔

"کبھی اس قسم کا بھی کوئی آدمی تمہاری نظر سے گذرا ہے۔" اس نے فوٹوگراف کی
طرف اشارہ کرکے سائرہ سے پوچھا۔

سائرہ تصویر دیکھنے کے لئے جھکی ہی تھی کہ بیساختہ اچھل پڑی اور متحیرانہ انداز میں
فریدی کی طرف دیکھتی رہی۔

"کیوں.....؟ کیا بات ہے؟"

"تو یہ سچ مچ..... سیکرٹ سروس کا سربراہ تھا.....؟"

"اوہ.....!" فریدی کی آنکھوں میں الجھن کے آثار نظر آئے۔

"جی ہاں..... یہی تھا جس نے مجھے قلندر کی نگرانی کرنے پر اکسایا تھا۔ اور یہ بھی کہا تھا
کہ اس کا علم کیپٹن حمید اور آپ کو نہ ہونے پائے۔ کیونکہ سیکرٹ سروس کے معاملات سب
سے پوشیدہ رکھے جاتے ہیں..... مگر یہ تو قلمی تصویر کا فوٹوگراف معلوم ہوتا ہے..... ہو بہو
وہی ہے۔"

فریدی نے تصویر اٹھا کر پھر پرس میں رکھ لی..... اسے ڈاکٹر شاپور نے سرجاوید کی
حیثیت سے شناخت کیا تھا۔

"صرف ایک کمی ہے اس تصویر میں.....!" سائرہ بولی۔

"وہ کیا.....؟"

"جبڑے پر زخم کا نشان نہیں ہے۔"

فریدی صرف سر ہلا کر رہ گیا..... اُس کی آنکھیں گہرے تفکر میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

ٹھیک اُسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ فریدی نے ریسیور اٹھالیا۔

"ہاں..... فریدی ہی بول رہا ہوں۔" اس کے چہرے پر جھنجھلاہٹ کے آثار نظر
آخر کار وہ ریسیور کریڈل پر پٹخ کر حمید کی طرف مڑا۔ تیور ایسے ہی تھے جیسے حمید سے کوئی غلطی
سرزد ہوئی ہو۔ حمید نے پلکیں جھپکائیں اور فریدی بولا۔ "وہ بدمعاش ہی نہیں ہے جس کی
پشت پناہی کے لئے کوئی شریف آدمی نہ کھڑا ہو جائے۔"

"کیوں..... کیا ہوا.....؟"

"ایس پی چوہان کا فون تھا۔ سیکریٹری برائے امور داخلہ سے حکم ملا ہے کہ قلندر کے
خلاف ساری رپورٹیں انہیں پیش کی جائیں اور ان کی اجازت کے بغیر اسے حراست میں نہ لیا
جائے۔"

کچھ دیر کے لئے کمرے کی فضا پر سکوت طاری ہو گیا۔ پھر سائرہ بولی۔ "وہ ایسا ہی
بارسوخ ہے۔"

"دیکھا جائے گا.....!" حمید اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بڑبڑایا۔

فریدی نئے سگار کا گوشہ توڑتا ہوا کھڑکی کے باہر دیکھ رہا تھا۔ ہلکی سی مسکراہٹ کے
ساتھ بولا۔ "اور بہت زیادہ باخبر بھی معلوم ہوتا ہے..... لو..... وہ آپہنچا..... حمید باہر
جاؤ..... اس کا استقبال کرو..... اور یہاں لے آؤ۔"

"کون ہے.....؟" حمید اٹھتا ہوا بولا۔

"خود دیکھ لو.....؟"

حمید پردہ ہٹا کر برآمدے میں آیا..... قلندر پھاٹک سے گذر کر پائیں باغ کی آدھی
روش طے کر چکا تھا۔ حمید کا خون کھولنے لگا۔ لیکن وہ جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ قلندر نے
برآمدے میں داخل ہو کر فریدی کے متعلق پوچھا۔ حمید نے ہاتھ اٹھا کر دروازے کی طرف
اشارہ کیا۔

قلندر نے اجازت لئے بغیر پردہ ہٹایا اور ڈرائنگ روم میں داخل ہو گیا۔ حمید اس کے
پیچھے تھا۔ سائرہ کے چہرے پر مردنی چھا گئی..... فریدی اب بھی کھڑکی کے پاس ہی کھڑا
کے ہلکے ہلکے کش لے رہا تھا..... قلندر کی نظریں صرف سائرہ پر تھیں..... اور ایسا لگتا تھا جیسے

وہاں کسی دوسرے کی موجودگی کا احساس ہی نہ ہو۔

آخر غرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "اٹھو..... اور میرے ساتھ چلو۔"

سائرہ نے بے بسی سے فریدی کی طرف دیکھا۔

"کیا تمہیں ان کا استعفیٰ بذریعہ پولیس نہیں ملا۔" فریدی نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"ایک ماہ کے نوٹس کے بغیر استعفیٰ قابل قبول نہیں ہو سکتا۔"

"کیا یہ ایسے کسی تحریری معاہدے پر دستخط کر چکی ہیں۔"

"ہاں.....!"

"نن..... نہیں.....!" سائرہ ہکلائی۔

"تم خاموش رہو۔" قلندر فریدی کو گھورتا ہوا خونخوار لہجے میں غرایا۔ "تمہیں ابھی اور
وقت میرے ساتھ چلنا ہے۔"

فریدی کے ہونٹوں پر حقارت آمیز مسکراہٹ تھی۔

پھر قلندر حمید کی طرف مڑ کر بولا۔ "میں نے ساڑھے تین سو بلوں کا خون کیا ہے محض
لئے کہ ایک بلے کی وجہ سے مجھے اپنی پالتو بلی کا خون کرنا پڑا تھا۔"

"میں تمہارے لئے مزید ساڑھے تین سو بلے مہیا کر سکتا ہوں۔"

"کیپٹن حمید یہ میرے ساتھ جائے گی۔"

"مجھے بے حد افسوس ہے کہ ایسا نہیں ہو سکے گا۔" فریدی کا لہجہ اب بھی نرم ہی تھا۔

"زبردستی کھینچ کر لے جاؤں گا۔"

"ہوم سیکریٹری کے ہدایت نامے میں اس کا تذکرہ نہیں ہے۔"

"کرنل فریدی میں بہت بُرا آدمی ہوں۔"

"ابھی تک تو حالات نے بھی یہی بتایا ہے۔"

"تم جاتے ہو یا اٹھا کر باہر پھینک دوں۔" یک بیک حمید آگے بڑھتا ہوا بولا۔

"پلیز.....!" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا اور حمید جہاں تھا وہیں رک گیا۔

قلندر حمید کو اس طرح گھور رہا تھا جیسے کچا چبا جائے گا۔ پھر دفعتاً وہ مسکرا پڑا۔

"کیپٹن حمید اگر تم مجھے اٹھا کر باہر پھینک سکے تو دس ہزار روپے تمہارے ہیں..... آؤ۔"

حمید کے سر پر تو وہی پرانی چھپکلی سوار ہو گئی تھی جو اکثر پہلے بھی اس سے لاحاصل کی حرکتیں کرا چکی تھیں۔ اس لئے اس نے فریدی کے اشارے کی بھی پرواہ نہ کی شائد وہ اسے اس حرکت سے باز رکھنا چاہتا تھا۔

حمید نے جھپٹ کر قلندر کی کمر پکڑ ہی لی اور زمین سے اکھاڑ دینے کے لئے زور لگا لگا..... قلندر کی حقارت آمیز مسکراہٹ آہستہ آہستہ خوفناک قسم کی سنجیدگی میں تبدیل ہوتی گئی۔ ادھر حمید پر بھی جھلاہٹ طاری ہو رہی تھی کیونکہ وہ پورا زور صرف کر دینے کے باوجود بھی ابھی تک اسے اس کی جگہ سے نہیں ہٹا سکا تھا۔

دفعتاً قلندر نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے۔ مٹھیاں بھنچی ہوئی تھیں۔ پھر وہ اس کی پشت پر دوہتھڑ مارنے ہی جا رہا تھا کہ فریدی نے ان کے درمیان اپنا بازو حائل کرتے ہوئے کہا۔ "شرط میں یہ چیز شامل نہیں تھی۔"

"ہٹ جاؤ.....!" قلندر نے غرا کر اپنی کمر جھٹکائی اور حمید صاحب پھسلتے ہوئے بائیں جانب والی دیوار سے جا ٹکرائے۔

اب قلندر فریدی سے لپٹ پڑا تھا..... سائرہ ایک گوشے میں کھڑی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ فریدی قلندر سے کہہ رہا تھا۔ "ہوش میں آؤ..... تم شاید پاگل ہو گئے ہو۔ ٹھہرو... ورنہ مجھ پر الزام نہ رکھنا۔" ساتھ ہی اس نے حمید سے بھی کہا۔ "تم وہیں ٹھہرو..... دخل اندازی کی ضرورت نہیں۔"

قلندر کی حالت سے سچ مچ یہی ظاہر ہو رہا تھا جیسے ہوش و حواس کھو بیٹھا ہو۔ حلق سے ایسی ہی غراہٹیں نکل رہی تھیں جیسے کوئی بپھرا ہوا گوریلا اپنے شکار پر پل پڑا ہو۔

حمید نے پھر آگے بڑھنا چاہا..... لیکن فریدی اسے روکتا ہوا بولا۔ "بیکار ہے... انرجی مت برباد کرو..... ہوم سیکریٹری کی اجازت حاصل ہو جانے کے بعد ہی زور آزمائی کسی کام آسکے گی۔"

"تم خود کو رستم سمجھتے ہو۔" قلندر غرایا۔ "آج ہی اس کا بھی فیصلہ ہو جائے گا۔"

"میں صرف میں ہوں بہروپئے....." فریدی نے کہا..... اس بار وہ اُسے دروازے تک دھکیل لے گیا تھا۔ پھر سائرہ نے دیکھا کہ قلندر دروازے کے پردے سمیت لڑکھڑا کر

...ے میں جا گرا..... پردہ اپنی جگہ سے اکھڑ کر اس کے گرد لپٹ گیا تھا..... جب تک وہ ... اٹھتا فریدی کا ریوالور بغلی ہولسٹر سے باہر آ گیا۔

"جاؤ..... بہروپئے..... خیریت اسی میں ہے کہ چپ چاپ چلے جاؤ..... کیونکہ اس ... کی گولیاں اندھی گونگی اور بہری ہیں..... ہوم سیکریٹری صاحب کو پتہ بھی نہ چل سکے ... نہیں زمین نگل گئی یا ہوا میں تحلیل ہو گئے....." قلندر سیدھا کھڑا ہوا۔ فریدی کو ... ے جا رہا تھا..... دفعتاً سانپ کی طرح پھنکارا۔ "کچھ بھی ہو جائے سائرہ تم لوگوں کے ... نہ رہ سکے گی۔ آج رات بارہ بجے تک وہ میرے قبضے میں ہو گی..... خواہ نومی چار جہنم ... جائے..... پھر وہ تیزی سے مڑا اور بڑی شان سے چلتا ہوا روش طے کرتا رہا۔ حتیٰ کہ ... ے گذر کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

سائرہ صوفے پر گر کر کسی ایسے پرندے کی طرح ہانپ رہی تھی جیسے باز کے پنجے سے ... رہائی نصیب ہو گئی ہو۔

"آپ نے اسے نکل جانے دیا۔" حمید بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

... شکار دلچسپ ہے..... اس لئے میں خود ہی ڈھیل دے رہا ہوں۔ ذرا آنا گریس کو بلاؤ۔ ... سائرہ..... تم مطمئن رہو..... وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا..... میں تمہیں تمہارے گھر ... بھجوا سکتا ہوں..... مگر میری دانست میں تم وہاں محفوظ نہیں رہو گی۔"

"تم..... مم..... میں یہیں..... ٹ..... ٹھیک ہوں۔" وہ ہانپتی ہوئی ہکلائی۔ حمید ... چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد آنا گریس کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کے پیچھے حمید تھا..... ... نے آئیڈنٹی کاسٹ والی تصویر پھر جیب سے نکالی اور اُسے اپنی کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ ... آدمی کو کبھی دیکھا ہے..... یا اس سے ملتی جلتی کوئی شکل..... ذہن پر زور دو۔"

... انیتا نے تصویر ہاتھ میں لی اور اُسے بغور دیکھتی رہی پھر نفی میں سر ہلا کر بولی۔ "مجھے یاد ... پڑتا کہ کبھی ایسے کسی آدمی کا سامنا ہوا ہو۔"

"اور یہ.....!" فریدی نے دوسری تصویر نکال کر اس کی طرف بڑھائی۔

"وہ..... یہ تو بل فائٹر فومان ہے۔" وہ تصویر پر نظر پڑتے ہی بولی۔ حمید بھی تیزی سے ... بڑھ کر تصویر پر جھک پڑا۔ لیکن یہ تصویر سر جاوید والی تصویر سے اسی حد تک مختلف تھی

کہ اُس میں فریدی نے فاؤنٹین پن سے ڈاڑھی مونچھوں اور تاریک شیشوں والی عینک کا اضافہ کیا تھا۔

"تمہیں یقین ہے۔"

"جی ہاں..... قطعی.....!"

"بہتر ہے..... یہ تصویر اپنے باپ کو بھی دکھاؤ..... میں مزید تصدیق چاہتا ہوں" فریدی نے کہا۔

"تب تو واقعی آپ ڈھیل دے رہے ہیں یہ سو فیصدی فومان ہے۔" حمید بڑبڑایا۔

اُسی رات کو حمید بہت مگن تھا۔ کیونکہ فریدی نے اُسے گھر ہی تک محدود رہنے کی تاکید کی تھی اور وہ دو عدد برق پاروں کی نگرانی میں دے کر خود کہیں چلا گیا تھا۔

اینی اور سائرہ دونوں بہت زیادہ فکر مند نظر آرہی تھیں۔ اینی کو تو اس بات کی فکر تھی کہ اس کا باپ نروس بریک ڈاؤن میں مبتلا ہو کر فریش ہو گیا تھا اور سائرہ کی پریشانی کا باعث قلندر کی دھمکیاں تھیں۔ وہ اسے اچھی طرح جانتی تھی کہ ضدی آدمی ہے۔ جو کچھ کہتا ہے کر گذرتا ہے خواہ کچھ ہو جائے۔ ساڑھے تین سو بلوں کا خون کر دینا دیوانگی نہیں تو اور کیا کہلائے گا۔

بہر حال حمید کوشش کر رہا تھا کہ وہ دونوں بھی تفریح کے موڈ میں آجائیں..... رات بڑی خوشگوار تھی..... اور وہ تینوں شام ہی سے لان پر کرسیاں ڈالے ہوئے بیٹھے رہے تھے۔ اینی کبھی کبھی باپ کی خبر گیری کے لئے اندر جاتی اور پھر واپس آکر وہیں بیٹھ جاتی۔ مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی تھی۔ پھر حمید نے بہکنا شروع کر دیا تھا۔ کبھی کہتا۔ "کسی کے بھی والدین ہمیشہ زندہ نہیں رہتے اگر رہیں تو زندگی تلخ ہو کر رہ جائے..... ساری دنیا میں کہیں بھی کوئی جوان آدمی نظر نہ آئے۔" کبھی سائرہ سے کہتا۔ "ہر خوبصورت لڑکی کے درجنوں

عاشق ہوتے ہیں ان میں سے کسی انتہائی سعادت مند برخوردار کو چن لینا چاہئے اور بقیہ پر خاک ڈال دی جائے۔ ان میں سے کچھ ہیکٹر خان تمہیں دھمکیاں بھی دیں گے لیکن پرواہ نہ کرو..... پہلے بچے کی ولادت کے بعد ہی ٹھنڈے پڑ جائیں گے۔ عشق میں دشمنیاں صرف فلموں میں چلتی ہیں حقیقی زندگی میں نہیں۔"

وہ دونوں ہی بھنا کر رہ جاتیں..... دونوں کی متفقہ رائے تھی کہ کرنل فریدی سے زیادہ رحم دل اور شفیق آدمی آج تک ان کی نظروں سے نہیں گذرا..... البتہ کیپٹن حمید موڈی اور خبطی ہے۔ غیر متوازن شخصیت رکھتا ہے۔ اسلئے اس کے کسی قول یا فعل کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔

ادھر حمید سوچتا رہا تھا کہ ان دونوں کے مرض کا واحد علاج آئس کریم ہے..... اعصاب کو سکون ملنے کے بعد شائد راہِ راست پر آجائیں۔ کئی آئس کریم فروشوں کو پھاٹک پر بلا کر کسی مخصوص قسم کی آئس کریم طلب بھی کی تھی..... لیکن سبھی نے اس قسم کے گراں ہونے کی بناء پر پھیری میں فروخت نہ ہو سکنے کا عذر کیا تھا اور اپنی راہ لی تھی۔"

اب حمید سوچ رہا تھا کہ کیا انہیں ٹھنڈا پانی ہی پلایا جائے۔ شائد اللہ فضل کر دے۔ لیکن ٹھنڈا پانی مہیا کرنے سے قبل ہی پھر ایک آئس کریم وِنڈر نے صدا لگائی اور وہ پھر پھاٹک کی طرف جھپٹا۔ اس بار مراد پوری ہوئی۔ وہی پیکنگ مل گئی جس کی خواہش تھی۔ تین بڑے پیکٹ لئے اور جھپٹتا ہوا ان دونوں کی طرف آیا۔ سائرہ نے کہا کہ اسے خواہش نہیں ہے۔ اینی نے بھی یہی کہا تھا لیکن یہ حمید کی خواہش تھی کہ وہ اس کی خواہش پوری کریں۔ لہٰذا کوئی عذر نہ چل سکا۔ کھانی ہی پڑی۔ حمید بھی کھا رہا تھا اور حیرت انگیز طور پر ان کے اعصاب پر سکون ہوتے جا رہے تھے..... پھر یکایک حمید کے اونگھتے ہوئے ذہن کو جھٹکا سا لگا اور اس نے آئس کریم کا پیکٹ زمین پر پھینکتے ہوئے کہا۔ "پھینکو..... پھینکو..... شائد اس میں بھنگ ملی ہوئی ہے..... بھب..... بھنگ.....!"

"مجھے تو نیند ہی آجائے..... یہی بہتر ہے.....!" سائرہ جھومتی ہوئی بولی۔

"مجھے بھی.....!" اینی آنکھیں بند کر کے منمنائی۔

حمید اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ لیکن اس کے پیر کانپ رہے تھے۔ ذہن دھواں ہو رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اپنا وزن ہی کھو بیٹھا ہو..... ہوا میں اڑا جا رہا ہو۔

سائرہ جھومتی ہوئی منہ کے بل زمین پر چلی آئی۔ اپنی بائیں جانب کرسی کے ہتھے
ڈھلک گئی۔

"کرنل صاحب..... کرنل صاحب۔" حمید حلق پھاڑ کر چیخا۔ اور پھر اس کا بھی وہی حشر
ہوا جو اس سے پہلے ان دونوں کا ہو چکا تھا..... سدھ ہی نہ رہی کہ کہاں اور کس حال میں ہے۔

۞

بل فائٹر فومان نے کراہ کر کروٹ بدلی اور پھر اچھل کر بیٹھ گیا۔ آنکھیں مل مل کر چاروں طرف دیکھا کوئی نامانوس جگہ تھی اور وہ اپنی مسہری کی بجائے لکڑی کے تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اسی بوکھلاہٹ میں منہ پر ہاتھ پھیرا تو ڈاڑھی غائب پائی۔ انگلیاں پھسلتی ہوئی بائیں جبڑے کے نشان کی گہرائی میں رکیں اور وہ اچھل کر تخت کے نیچے آیا..... پھر دروازے کی طرف جھپٹا۔ اس پر ٹکریں ماریں۔ لیکن بے سود نہ تو دروازے نے جنبش ہی کی اور نہ دوسری طرف سے کسی قسم کی آواز آئی۔ وہ تھک ہار کر پھر تخت پر آبیٹھا..... اس چھوٹے سے کمرے میں تخت کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ آہستہ آہستہ اُس کی آنکھوں سے ایسی وحشت ظاہر ہونے لگی جیسے وہ شکاریوں کے نرغے میں آیا ہو اور ندہ ہو۔

دفعتاً دروازہ کھلا اور ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا۔

"تم.....!" فومان اچھل پڑا۔ "قلندر.....!"

"ہاں..... میں..... یہ تمہاری زندگی کی آخری رات ہے..... پیڈرو اب تمہیں مہلت نہیں دے سکتا؟"

"کک..... کیوں.....؟" دفعتاً فومان کی حالت غیر نظر آنے لگی۔

"تم نے میرے متعلق کرنل فریدی کو سب کچھ بتا دیا ہے..... اب تک تم محض اس لئے زندہ تھے کہ تم نے پولیس کو میرے متعلق یہ نہیں بتایا تھا کہ میں پیڈرو کے لئے کام کرتا

"مم..... میں نے تو کبھی کسی کو نہیں بتایا..... یہ جھوٹ ہے۔"

"تم جھوٹے ہو۔ فریدی کو بتا چکے ہو..... تصدیق کرنا چاہتے ہو..... تو آؤ میرے ساتھ۔" وہ دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ دروازے کے قریب پہنچ کر رکا اور مڑ کر غرایا۔ "..... اٹھو.....!"

فومان اضطراری طور پر اٹھتا چلا گیا اور پھر قلندر کے پیچھے پیچھے گویا گھسٹتا رہا تھا۔ وہ ایک ہال میں آئے۔

یہاں ایک آدمی کرسی پر رسیوں سے جکڑا ہوا نظر آیا۔ اس کے قریب ہی قلندر کی بیٹی سائرہ کھڑی اس طرح کانپ رہی تھی جیسے اس کے چاروں طرف برف کی دیواریں کھڑی ہوں۔

"کیپٹن حمید.....!" قلندر نے اُسے مخاطب کیا۔ "کیا فومان نے کرنل فریدی سے میرے متعلق گفتگو نہیں کی تھی۔"

کرسی سے بندھے ہوئے آدمی نے سر اٹھا کر قلندر کو کینہ توز نظروں سے دیکھا اور پھر سائرہ کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیا یہ بھی موجود تھی۔" قلندر نے سائرہ کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

کوئی کچھ نہ بولا۔ آخر قلندر ہی غرایا۔ "میں اچھی طرح سمجھتا ہوں تم لوگ زبان نہیں کھولو گے۔ تو پھر..... فریدی میرا کیا بگاڑ لے گا..... ہو سکتا ہے اس وقت تک میرے کسی آدمی کی رائفل کا نشانہ بن چکا ہو..... اور تم کیپٹن حمید تم بھی مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ..... تمہیں تو سائرہ ہی خنجر مار مار کر ہلاک کرے گی۔"

"نہیں نہیں.....!" سائرہ ہاتھ اٹھا کر ہسٹریائی انداز میں چیخی۔

"یہی ہوگا.....!" قلندر دانت پیس کر سانپ کی طرح پھنکارا۔ "تم مجھے اچھی طرح جانتی ہو۔"

سائرہ نے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اب وہ سہارے کے بغیر کھڑی نہ رہ سکے گی..... قلندر تو اُس سے اتنا کہہ کر فومان کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

"میں نے ہمیشہ ڈھیل دی ہے..... کبھی تم پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ حالانکہ ہمارے درمیان سب سے بڑا جھگڑا ابھی تک طے نہیں ہو سکا۔"

"تم کیا چاہتے ہو۔" فومان مردہ سی آواز میں بولا۔

اس موٹے کو اپنی تمام تر تیاریوں سمیت میرے حوالے کر دو اور اس جگہ کی صحیح نشاندہی کرو..... ورنہ یہاں دفن شدہ لوگوں میں تمہارا اضافہ میرے لئے کسی قسم کی بھی دشواری کا باعث نہ ہوگا۔

حمید فومان کو بغور دیکھ رہا تھا۔ اُس نے محسوس کیا کہ وہ بہت زیادہ خوفزدہ ہے۔ یہ وہی فومان تھا جس کے نام سے نومی جار کے باشندوں کا دم نکلتا تھا۔ اس نے متحیرانہ انداز میں قلندر کی طرف دیکھا۔

"جلدی کرو.....!"

"تم مجھے میری خواب گاہ سے کیسے لائے۔" فومان نے جواب دینے کی بجائے پوچھا۔

قلندر نے قہقہہ لگایا کچھ دیر یکساں انداز میں ہنستا رہا پھر بولا۔ "ڈھیل دینے کی یہ وجہ تو نہیں تھی کہ میں کسی طرح مجبور تھا۔ میں جب بھی چاہتا تمہیں کسی خارش زدہ اور ناکارہ کتے کی طرح مار ڈالتا۔ تم نے اپنے بچاؤ کے لئے جتنے انتظامات کر رکھے تھے میری نظروں میں ان کی وقعت بازیچہ اطفال سے زیادہ نہیں۔ جب ضرورت سمجھی تمہیں تمہاری خواب گاہ سے نکال لایا..... فضول باتوں میں کیا رکھا ہے..... اب بھی راہِ راست پر آجاؤ۔"

"مم..... کیا بتاؤں..... آخر تمہیں یقین کیوں نہیں آتا کہ مجھے صحیح جگہ کا علم نہیں ہے۔"

"تو پھر مجھے اس موٹے کے اغواء کا مقصد ہی بتادو۔"

"مم..... وہ.....!"

"شٹ اپ....." قلندر حلق پھاڑ کر دہاڑا۔ "اب تم بتاؤ یا نہ بتاؤ..... میں تمہیں ہر حال میں مار ڈالوں گا..... تم نے عہد شکنی کی ہے..... تم نے فریدی کو بتا دیا ہے کہ میں پیڈرو کے لئے کام کرتا ہوں۔"

"تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ میں نے اسے بتایا ہے۔"

"وہ مجھے بہروپیا کہہ رہا تھا۔"

"غلط تو نہیں کہا تھا.....؟" حمید نے چڑانے والے لہجے میں ہانک لگائی۔

"کیوں شامت آئی ہے۔" قلندر غرا کر اس کی طرف مڑا۔

"وہ تو آہی چکی ہے..... یہ رہی۔" حمید نے سائرہ کی طرف اشارہ کیا۔

"اس کی طرف مت دیکھو....." قلندر پیر پٹخ کر دہاڑا۔ "اے..... تم اُدھر منہ کر کے ہو جاؤ۔"

سائرہ بوکھلا کر دوسری سمت مڑ گئی۔

ٹھیک اسی وقت قلندر نے تالی بجائی اور تین آدمی ہال میں داخل ہوئے۔ قلندر نے ی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "پچھاڑو..... اسے..... آج اپنے ہاتھ سے ذبح کروں گا۔"

"ٹھہرو..... نہیں..... تم کیا کر رہے ہو..... میں مر گیا تو تمہیں اس کی ہوا بھی نہ لگے گی۔" فومان بے ساختہ بول پڑا۔

"خوب..... تو تم جانتے ہو۔" قلندر نے طویل سانس لی۔

"جانتا ہوں..... لیکن یہاں ہرگز نہیں بتاؤں گا..... جھیل پر چلو۔"

"وہ کیوں.....؟"

"بیکار تم نہیں سمجھ سکو گے۔ کشتی پر بیٹھ کر نشاندہی کرنی پڑے گی۔"

"چلو..... یہی سہی..... لگے ہاتھ یہ کام بھی اس وقت ہو جائے گا..... لیکن قاسم کی ری تو تمہیں یہیں سے کرنی پڑے گی۔"

"ٹک..... کر دوں گا..... وہ سکیم لاج میں ہے۔"

"تم اسے یہاں بلواؤ گے..... لیکن اتنا یاد رکھنا..... مجھ سے کسی قسم کی کوئی چال نہ سکو گے۔"

"ل..... لیکن میرا حصہ۔"

"ایک ریزہ بھی تمہیں نہ مل سکے گا..... اس قسم کی شرائط کا وقت گذر چکا ہے..... اب تو میرے احکامات کی تعمیل یا موت ہی پر بات ٹھہری ہے۔"

"میں خود ہی اُسے جا کر یہاں لا سکتا ہوں..... میری تحریر پر بھی اسے وہاں سے نہیں ہو سکتا۔"

قلندر نے اپنے آدمیوں کی طرف مڑ کر دیکھا۔ "سکیم لاج..... دیو قامت آدمی
غوطہ خوری کے سازوسامان سمیت جاؤ..... بیس منٹ سے زیادہ نہیں دے سکتا۔"

"یار فومان..... میں تمہیں اتنا چوہا نہیں سمجھتا تھا۔" دفعتاً حمید نے مضحکانہ انداز میں
"تم نے کسی لاوارث بیوہ کی طرح ہاتھ پیر ڈال دیئے ہیں۔"

"اوہ..... تم چپ رہو۔" قلندر مٹھیاں بھینچ کر حمید کی طرف جھپٹا۔

لیکن قبل اس کے کہ اس تک پہنچتا پیچھے سے فومان نے اس پر چھلانگ لگائی۔ شائد یہ
کی طعنہ زنی بار آور ہوئی تھی۔ فومان نے اسی طرح سنبھالا لیا تھا جیسے اس دوران میں ادھر
ہو۔ قلندر کے وہ تینوں ساتھی وہاں سے جا چکے تھے جنہیں اس نے سکیم لاج جانے کی ہدایت
دی تھی۔ قلندر کیلئے یہ حملہ قطعی غیر متوقع تھا اس لئے اسے سنبھلنے کا موقع نہ مل سکا اب فومان
اور وہ فرش پر پڑے ہوئے ایک دوسرے کی گرفت سے نکل جانے کے لئے زور کر رہے تھے۔

"واقعی تم بل فائٹر ہو فومان۔" حمید پرجوش لہجے میں کہتا رہا۔ "بہت اچھا اپنی کلائی اسی
طرح گردن پر جمائے رکھو..... ویری گڈ..... دباؤ ڈالتے رہو۔" پھر اس نے سائرہ کو اشارہ
کیا کہ وہ جلدی سے اس کی رسیاں کھول دے۔ سائرہ نے اشارہ تو غالباً سمجھ ہی لیا تھا لیکن
اعصاب پر قابو نہ پاسکنے کی بناء پر اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کر سکی۔

ٹھیک اسی وقت آمد و رفت والا دروازہ آواز کے ساتھ کھلا اور تین چار آدمی کسی بے
حس و حرکت آدمی کو اٹھائے ہوئے ہال میں داخل ہوئے۔ قلندر نے چیخ کر کہا۔

"اسے سنبھالو..... اس کا دماغ چل گیا ہے۔" انہوں نے پہلے ان دونوں کو متحیرانہ
نظروں سے دیکھا تھا اب بیہوش آدمی کو فرش پر ڈال کر ان کی طرف جھپٹے۔ دوسرے ہی لمحے
میں فومان ان کی گرفت میں کھڑا ہانپ رہا تھا..... اور قلندر اُسے نظر انداز کر کے اس طرح
بیہوش آدمی کی طرف متوجہ ہو گیا تھا جیسے اس سے تو محض مذاق ہوتا رہا ہو۔

"یہ کون ہے.....!" قلندر نے بیہوش آدمی کو گھورتے ہوئے پوچھا جس کے چہرے پر
گھنی ڈاڑھی تھی۔ آنے والوں میں سے ایک آگے بڑھا اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "کرنل
فریدی..... میک اپ میں تھا۔ ہم دھوکا کھا جاتے لیکن پیڈرو نے بروقت مدد کی۔"

"پیڈرو.....!" قلندر اچھل پڑا اور اس آدمی کو اس طرح گھورنے لگا جیسے وہ اس کی

اڑا رہا ہو۔ پھر تیزی سے بیہوش آدمی کی جانب بڑھا..... اس کی گھنی ڈاڑھی ٹٹولی اور
جگہ جگہ سے بال اکھڑنے لگے۔ ذرا ہی سی دیر میں چہرہ صاف ہو گیا۔ حمید کے پیروں تلے
سے زمین ہی نکل گئی۔ وہ فریدی ہی تھا۔ آنکھیں بند تھیں اور چہرے پر کرب کے آثار تھے۔
معلوم ہوتا تھا جیسے بیہوش ہونے سے قبل کسی اذیت میں مبتلا رہا ہو..... اس کا سر چکرانے
لگا ادھر وہ آدمی اس گرفتاری کی تفصیل بتا رہا تھا۔ "تو پھر ہم اس کا تعاقب کرتے ہوئے موناکو
گئے۔ یہ پتہ نہیں کہاں غائب ہو گیا تھا۔ ہم موناکو کی عمارت میں ادھر اُدھر بھٹکتے ہی پھر
رہے تھے کہ ایک آدمی نے جس کا چہرہ کوٹ کے کالر اور فلٹ ہیٹ کے جھکے ہوئے گوشے کے
پوشیدہ تھا ہمیں بتایا کہ فریدی اب میک اپ کر کے کہیں جا رہا ہے اور اس وقت ڈائننگ
ہال میں موجود ہے۔"

"وہ آدمی کون تھا جس نے تمہیں بتایا تھا۔"

"پیڈرو جناب۔ انہوں نے خود ہی بتایا تھا۔"

"شکل دیکھی تھی تم نے۔"

"نہیں جناب موقع نہیں مل سکا تھا..... ضرور کوشش کرتے لیکن خدشہ تھا کہ کہیں
فریدی ہاتھ سے نہ نکل جائے۔"

حمید نے محسوس کیا جیسے قلندر کسی الجھن میں پڑ گیا ہو..... کبھی بیہوش فریدی کی
طرف دیکھتا تھا اور کبھی اس آدمی کی طرف جو اس سے گفتگو کرتا رہا تھا۔

دفعتاً دروازہ کھلا اور ایک قد آور نقاب پوش ہال میں داخل ہوا جس کے داہنے ہاتھ میں
اعشاریہ چار پانچ کا ریوالور تھا۔

"کس فکر میں پڑ گئے ہو۔" اس نے ریوالور کا رخ قلندر کی طرف کرتے ہوئے پوچھا۔
"کیا میری دخل اندازی گراں گزری ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری نیت میں بھی
فتور پیدا ہو رہا ہے..... تم مجھ سے کٹ کر اپنے لئے الگ راستہ بنانا چاہتے ہو۔"

"تم ہو کون.....؟" قلندر غصیلے لہجے میں چیخا۔

"پیڈرو.....!"

"بکواس ہے؟"

"بہت اچھے..... میں فومان نہیں ہوں قلندر..... پیس کر رکھ دوں گا
سارے آدمی براہِ راست میرے لئے بھی کام کر سکتے ہیں۔ تم خود سر ہوتے جا رہے ہو
میں نہیں چاہتا تھا کہ فومان سے ہمارا کوئی جھگڑا ہو لیکن تم نہیں مانتے تھے۔ آخر کار نوبت
تک پہنچی کہ مرکزی محکمہ سراغ رسانی کو متوجہ ہونا پڑا..... تم نے اپنی ضد کی بناء پر فومان
جھگڑا کیا۔"

"آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں حضور والا۔" فومان جلدی سے بولا۔ "میں آ
آپ کے حکم سے باہر نہیں ہوں..... اور یہ محض آپ ہی کا خوف تھا کہ قلندر آج تک
رہا..... ورنہ اس جیسے نہ جانے کتنے میرے ہاتھوں جہنم رسید ہو چکے ہیں..... اور اب
بخت مجھ پر الزام رکھ رہا ہے کہ میں نے فریدی کو اس کی اطلاع دے دی ہے کہ یہ آ
کارندہ ہے۔"

"یہ غلط کہتا ہے..... میں جانتا ہوں کہ تم بہت محتاط آدمی ہو۔" فریدی کو تم
بھی نہیں بتایا۔ "بہر حال اس نے تمہاری سخت توہین کی ہے۔"

"میں شکر گذار ہوں جناب عالی۔" فومان کھل گیا۔

"لیکن تم اس وقت اپنی اصل شکل و صورت میں کیوں ہو۔"

"یہ بھی اسی حرام زادے کی حرکت ہے۔ میں اپنی خواب گاہ میں بے خبر سو رہا تھا
طرح اٹھوا لایا اور میرا پلاسٹک میک اپ بھی تباہ کر دیا۔"

"اس سے ضرور بدلہ لو..... ابھی اور اسی وقت..... بالکل پرواہ نہ کرو..... یہ
میرے آدمی ہیں..... میری موجودگی میں قلندر کا ساتھ نہ دیں گے۔"

وہ سب دم بخود کھڑے رہے۔ انہوں نے فومان کو چھوڑ دیا تھا..... قلندر نے
طرف دیکھا اور پھر فومان کو گھورتا ہوا بولا۔ "احمق نہ بنو..... یہ پیڈرو نہیں ہے۔"

"دیکھ لیا تم نے فومان..... یہ ایسا ہی کمینہ ہے۔" نقاب پوش نے کہا۔ "چونکہ
آدمیوں نے آج تک میری شکل نہیں دیکھی..... اس لئے یہ سمجھتا ہے کہ انہیں اور
ورغلانے میں کامیاب ہو جائے گا۔" فومان نے قلندر پر چھلانگ لگائی اور وہ دونوں
بھیڑیوں کے سے انداز میں لڑنے لگے۔ سائرہ سہم کر حمید کے پیچھے جا کھڑی ہوئی تھی

ی کی پشت گاہ کے اوپری حصے کو مضبوطی سے تھامے ہوئی تھی۔ دفعتاً حمید نے کہا۔ "خدا
ہوش میں آؤ..... مجھے چپکے سے کھول دو..... ورنہ ہم سب ختم کر دیئے جائیں گے۔"

ٹھیک اسی وقت قلندر غرایا۔ "فومان ہوش میں آؤ..... ہمارے لئے کسی نے جال بچھایا
پیڈرو کا کوئی وجود نہیں ہے..... میں نے تم لوگوں کے لئے ایک ہوا تخلیق کیا تھا.....
محض ایک نام ہے۔ تم مجھے ہی پیڈرو بھی سمجھ لو..... یہ آدمی جھوٹا ہے۔" پیڈرو نے
لگا اور فومان قلندر کو گالیاں دینے لگا۔

اتنے میں کسی نے دروازے پر دستک دی۔ پیڈرو الٹے پاؤں چلتا ہوا دروازے کے قریب
اور ایک طرف ہو کر دروازے کا بولٹ گرا دیا۔ دوسرے ہی لمحے میں قاسم تین
یوں سمیت ہال میں داخل ہو رہا تھا۔ سب سے پہلے اس کی نظر حمید پر پڑی..... اور اس
ے دردناک لہجے میں کہا۔ "ہائے پتہ لگا لیا سالوں نے..... اب قیا ہوغا....." اور پھر
نوں ہاتھوں سے سر تھام کر وہیں دروازے کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ دفعتاً فومان پر نظر پڑی
اچھل کر کھڑا ہو گیا کیونکہ وہ اُسے سر جاوید کی حیثیت سے جانتا تھا۔

ادھر وہ تینوں آدمی جو اس کے ساتھ آئے تھے متحیرانہ انداز میں کبھی لڑنے والوں کو
اور کبھی اُس نقاب پوش کو۔ بالآخر نقاب پوش نے ان کی حیرت رفع کر دی اور وہ بھی دم
رہ گئے۔ شائد ان میں سے کسی نے بھی پیڈرو کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا..... صرف نام
رہے تھے۔

اچانک قاسم کی دھاڑ سنائی دی۔ "ابے کون ہے تو جو میرے پاپا سے بھڑا ہوا ہے..... پاپا
یادداشت واپس آ گئی ہے۔" وہ مکا تانے ہوئے ان دونوں کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"ارے بدبختو..... یہ پیڈرو نہیں ہے۔" قلندر بے بسی سے چیخا۔ "پولیس نے کوئی
ل بچھایا ہے۔" دفعتاً نقاب پوش نے ایک ہوائی فائر کیا اور آٹھ دس آدمی مسلح ہال میں گھس
ان کے ہاتھوں میں ٹامی گنیں تھیں پھر نقاب پوش نے بلند آواز میں کہا۔ "تم سب اپنے
نوں میں ہتھکڑیاں پہننے کے لئے تیار ہو جاؤ..... قلندر کا خیال بالکل صحیح ہے۔"

اس بار حمید نے بوکھلا کر بیہوش فریدی کی طرف دیکھا کیونکہ نقاب پوش نے یہ جملہ اسی
آواز اور لہجے میں ادا کیا تھا۔ اس نے جھنجھلا کر سائرہ سے کہا کہ وہ اب تو اسے کھول دے۔

ادھر نقاب پوش نے نقاب اتار دیا تھا۔ فومان بھی دم بخود رہ گیا۔ لیکن قلندر اس ط
تنا کھڑا تھا جیسے اس دریافت کے بعد بھی وہ فریدی سے ٹکرا جائے گا۔ فریدی نے ہنس کر
"تم صرف جاسوسی ناولیں لکھتے ہو اور میں جاسوس ہوں۔"

"تو پھر میرا کیا بگاڑ لو گے..... تم نے پتہ نہیں کس چکر میں مجھے پھانس لیا ہے۔ میں
لوگوں میں سے کسی کو بھی نہیں جانتا..... میں تم سے اپنی محبوبہ سائرہ کو واپس لینا چاہتا
لہٰذا تم نے میرے خلاف کسی قسم کی سازش کر ڈالی..... لیکن تم مجھے گرفتار نہیں کر سکتے۔ ا
کے لئے تمہیں سیکریٹری برائے اُمور داخلہ کا اجازت نامہ حاصل کرنا پڑے گا۔"

"اس اعتراف کے بعد کہ تم ہی پیڈرو ہو میں تمہیں گرفتار کر سکتا ہوں۔ یہاں
میرے خصوصی اختیارات کا دائرہ عمل شروع ہوتا ہے جس کیخلاف کوئی قدم اٹھانے کے لئے
سیکریٹری صاحب کو صدر مملکت سے اجازت حاصل کرنی پڑے گی۔ ہتھکڑیاں ڈال دو ا
سبھوں کے ہاتھوں میں۔"

"میں نے اس قسم کا کوئی اعتراف نہیں کیا۔"

"کیوں..... فومان.....!" فریدی نے اُسے مخاطب کیا۔

"میرا نام فومان نہیں ہے..... میرا نام جاوید ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم کیا چاہتے
ہو اور مجھے یہاں کیوں پکڑوا بلایا ہے۔"

قلندر اُس کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور آنکھ بھی ماری۔

فریدی زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ "یہ دیکھو..... یہ ریوالور نہیں ہے بڑی قوت
والا ٹیپ ریکارڈر ہے..... تم سبھوں کی آوازیں من و عن ریکارڈ ہوئی ہیں..... تم کسی بھ
عدالت میں اسے جھٹلا نہ سکو گے..... تمہارا اعتراف ہی ریکارڈ کرنے کے لئے میں نے یہ
ڈرامہ ترتیب دیا تھا..... ورنہ اس کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی جب چاہتا تمہاری گردن
دبوچ لیتا۔"

اُس کے خاموش ہونے سے پہلے ہی قاسم دہاڑا۔ "یہ سب فضول باتیں ہیں..... میری
یادداشت واپس آگئی ہے..... میں منور جاوید ہوں..... گھبراؤ نہیں پاپا..... میں گواہی دوں
گا کہ تم میرے باپ ہو۔"

اُن سبھوں کے ہتھکڑیاں پڑ چکی تھیں..... قاسم نے پھر کچھ کہنا چاہا تھا کہ فریدی بولا۔
"خاموش رہو ورنہ تمہارے بھی ہتھکڑیاں لگا دوں گا۔"

"لگا دو.....!" وہ حلق پھاڑ کر دہاڑا۔ "میں نے کب کہا تھا کہ میرا پتہ لگاؤ..... ہاں
ہیں تو..... اماں ہی رہ گیا تھا تم لوگوں کی سراغ رسانی کے لئے..... اچھا چلو.....
ابھی میں اپنی آنٹی کو بھی ساتھ لے چلوں گا.....!" پھر حمید کی بقیہ رات قاسم کے
سر تھامنے میں گذر گئی تھی۔

اس نے اس کی آنٹی کو بھی دیکھا جو نومی چار کی ایک پیشہ ور عورت ثابت ہوئی تھی۔
قاسم بار بار یہی کہتا تھا۔ "ارے تم لوگ مجھے دو دن بھی چین سے نہیں گذارنے دو گے۔ ہائے
امیاں تم بھی ساتھ نہیں دیتے کیوں نہیں پاپا اور آنٹی کے جی میں یہ بات ڈال دی کہ مجھے
جلدی سے افریقہ لے کر چلے جاتے..... اب میں قیا قروں..... ہائے آنٹی۔"

مگر آنٹی بیچاری تو حوالات میں پہنچ گئی تھی۔ تقریباً چار بجے صبح فریدی واپس آیا۔ اور
اس نے سائرہ سے قلندر کے مختلف ٹھکانوں کے متعلق پوچھ گچھ شروع کر دی۔ پھر گفتگو کے
انداز سے حمید کو ایسا لگا جیسے قلندر فرار ہو گیا ہو۔ استفسار کرنے پر فریدی نے بتایا کہ قلندر
حوالات سے فرار ہو گیا ہے۔ اس خبر پر سائرہ تو فوری طور پر بیہوش ہو گئی تھی اور حمید جھلاہٹ
میں اپنی بوٹیاں نوچ رہا تھا۔ قلندر نے دراصل فریدی کی عدم موجودگی میں ایس۔ پی کو
دھمکیاں دی تھیں اور کہا تھا کہ اس کی ملازمت خطرے میں پڑ جائے گی اگر اُس نے اسے
حوالات سے نکال کر کسی آرام دہ کمرے میں نہ رکھا۔ اس نے اسے وزارت داخلہ کے
سیکریٹری کے حکم نامے کے متعلق یاد دہانی کرائی تھی۔ ایس۔ پی نے سوچا تھا کہ مرکزی محکمہ
سراغ رسانی والے اپنے طور پر جواب دہی کرتے رہیں گے لہٰذا وہ خود کیوں اپنی پوزیشن
خطرے میں ڈالے کیونکہ اُسے تو وہ حکم نامہ اپنے ڈی۔ آئی۔ جی کے توسط سے ملا تھا۔ قلندر
نے اسے اس حد تک اطمینان دلایا تھا کہ وہ اُسے حوالات سے نکال کر اپنے گھر لے گیا تھا۔ پھر
ایک گھنٹے کے بعد پتہ ہی نہ چل سکا کہ قلندر کہاں غائب ہو گیا۔

حمید قاسم سے اس کی کہانی سن چکا تھا لہٰذا اُس ڈرامے کا مقصد معلوم کرنے کے لئے
بے چین تھا۔

”قلندر اور فومان شرکت میں اسمگلنگ کرتے تھے۔ قلندر نے خود کو کسی پراسرار
شخصیت پیڈرو کا نمائندہ ظاہر کر کے اس بزنس کی شروعات کی تھی۔ دونوں اعلیٰ پیمانے پر
اسمگلنگ کرتے رہے۔ قلندر پیڈرو کے ہوّے سے فومان یا جاوید کو دہلائے بھی رہتا تھا۔ پچھلے
سال وہ مشرق وسطٰی سے پانچ من سونا ایک بہت بڑے گیس سلنڈر کی شکل میں ڈھال کر
لا رہے تھے کہ اچانک بحری پولیس کو اس کی اطلاع مل گئی۔ ان کے اسٹیمر کا تعاقب کیا گیا۔ یہ
• نیوی کی بنائی ہوئی نہر کے ذریعے جھیل میں داخل ہوئے اور کسی مخصوص مقام پر وہ سونا پانی
میں پھینک دیا گیا۔ فومان سٹیمر پر موجود تھا۔ صرف اُسے اور اُس کے خاص آدمیوں کو علم تھا کہ
سونا کس جگہ پھینکا گیا ہے..... سونا وہیں پڑا رہا..... فومان کی نیت میں فتور آیا۔ اس نے قلندر
کو بتایا کہ بدحواسی میں کہیں سونا پھینکا گیا تھا وہ جگہ کا تعین نہیں کر سکتا اس پر دونوں گروہوں
میں جھگڑا ہو گیا۔ فومان کبھی کبھی بڑی راز داری کے ساتھ سونے کو جھیل سے نکال لینے کی
کوشش کرتا رہا ہے۔ قلندر کے آدمی چھپ کر جھیل کی نگرانی کرتے تھے۔ لہٰذا اکثر ٹکراؤ ہوتا
تھا اور نومی چار کے باشندے فائروں کی آوازیں سنتے تھے۔ پھر فومان نے ایک اسکیم بنائی اس
کے کسی ایجنٹ نے شائد اُس سے قاسم اور اس کی قوت کا تذکرہ کیا تھا۔ لہٰذا اُسے اغواء کر کے
غوطہ خوری کی ٹریننگ دی جانے لگی۔ وہ پانی میں بہ آسانی پانچ من کا وزن سنبھال کر سطح تک
لے آتا..... یادداشت والا چکر بہتیری تفریحات سمیت اس لئے چلایا تھا کہ قاسم الجھ کر رہ
جائے۔ غوطہ خوری کی مشق کے سلسلے میں اس سے کہا جاتا تھا کہ یہ اس کی یادداشت واپس
لانے کے لئے کیا جا رہا ہے..... اب سائرہ کی شاہزادگی کے متعلق بھی سنو..... قلندر کو علم
تھا کہ قاسم کو کس لئے اغواء کیا گیا ہے۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ ہم اس کی تلاش میں نومی چار تک
آپہنچے۔ اسے خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں ہم اس سونے ہی کی طرف نہ جا نکلیں۔ لہٰذا ہمیں
الجھانے کے لئے اس نے گرزان اسٹیٹ کی شہزادی والا ڈرامہ شروع کر دیا..... زبردست قسم
کا عیار ہے..... اس رات سیونتھ آئی لینڈ میں قلندر ہی تھا جو تمہیں لانچ سمیت لے بھاگا
تھا..... فومان نے بتایا ہے۔ اُس نے اُسی رات قاسم کو اس کے قبضے سے نکال لے جانے کی
کوشش کی تھی۔ لیکن فومان کے آدمیوں نے اسے گھیر لیا تھا۔
اب حمید کو یاد آیا کہ اسے اس آدمی کا لب و لہجہ کچھ جانا پہچانا سا کیوں محسوس ہوتا رہا تھا۔

پھر فریدی نے بتایا کہ فومان نے سونے کی نشاندہی کر دی ہے..... اور فی الحال قاسم
مناسب آدمی اس کے حصول کے لئے ملنا مشکل ہے..... لہٰذا یہ خدمت وہی انجام
..... قاسم سب کچھ سن رہا تھا..... تڑ سے بولا..... ”جرور نقال دوں غا..... مغر
چھوڑ دیجئے..... ہائے میرا مقدر..... ادھر میرا قوئی کام بنا اور اُدھر دھڑ سے سالی
رسائی آکودی..... ہائے اب میں قیا قروں۔“
اسکے بعد حمید کو پہلی بار علم ہوا کہ بلیک فورس میں ایک ایسا آدمی بھی ہے جو بڑی حد تک
سے مشابہت رکھتا ہے۔ صرف رنگت فریدی کے مقابلے میں کسی قدر دبی ہوئی ہے۔

تمام شد

جاسوسی دنیا نمبر 95

سنہری چنگاریاں

(مکمل ناول)

پیش رس

خطوط کا ایک انبار میرے سامنے ہے اور میں سوچ رہا ہوں کہ مجھے کیا
رنا چاہئے...... یہ خطوط میری پچھلی کتاب "بیباکوں کی تلاش" سے
لق رکھتے ہیں۔ اس انبار میں صرف آٹھ عدد خطوط ایسے ملے ہیں جن
ے راقموں یا راقماؤں کو یہ کتاب پسند نہیں آئی۔

ایک صاحب یا صاحبہ (نام سے جنس کا اندازہ کرنا دشوار ہے) رقم
راز ہیں کہ میں صرف "جاسوسی ناول" لکھا کروں۔ مزاح وغیرہ کی طرف
طعی دھیان نہ دوں۔ کہانی میں صرف ایک قتل ہو اور سراغ رساں مختلف
م کی گتھیاں سلجھاتا ہوا مجرم تک جا پہنچے۔"

محترم یا محترمہ! یقین مانئے میں تو یہ چاہتا ہوں کہ کسی کہانی میں
رے سے کوئی قتل ہی نہ ہو...... لیکن پبلک۔

ہماری قوم ہر وقت خون کو گرمائے رکھنا چاہتی ہے۔ پتہ نہیں آپ کو
یاد ہو یا نہ ہو کہ سری ادب کے طوفان سے پہلے ہمارے یہاں تاریخی
ناولوں کا سیلاب آیا ہوا تھا جن کے ہر صفحے پر "کشتوں کے پشتے" نظر آیا
کرتے تھے۔ اُس سے بھی پہلے مرزا غالب تک اکثر "دھول دھپے" کا شکار
ہوئے ہیں۔ بہر حال کیا عرض کروں...... اکثریت ایسے پڑھنے والوں کی
ہے جو کتاب کے ہر صفحے پر "دھول دھپا" دیکھنا چاہتے ہیں۔ پھر بھی میں
محتاط ہو کر لکھتا ہوں۔

ایک صاحب کو "بیباکوں کی تلاش" میں پیش رس کے علاوہ اور کہیں

بھی انجمن کا طریق کار نظر نہیں آیا...... ان کو ایک ایسے صاحب کے ساتھ بٹھا دیا جائے جو صبیحہ کے کردار کو سرے سے غیر ضروری سمجھتے ہیں تو مجھے دونوں ہی کو تشفی بخش جواب دینے میں آسانی ہو گی۔ تو آپ دونوں ہی سنئے! صبیحہ کا کردار محض انجمن کا طریق کار واضح کرنے کے لئے لایا گیا تھا...... اس کی وضاحت کے دو ہی طریقے ہو سکتے ہیں۔ یا تو چند حروف میں یہ لکھ دیا جائے کہ "انجمن کا پیشہ بلیک میلنگ تھا......" یا پھر کسی واقعہ کے سہارے یہ چیز قاری کے ذہن نشین کرائی جائے...... پہلا طریقہ کہلاتا ہے "رپورٹ" اور دوسرا "کہانی" تو پھر میں کہانی ہی لکھنے بیٹھا تھا...... رپورٹ نہیں۔

ایک صاحب اس پر بہت دکھی ہیں کہ آخر میں عمران نے صبیحہ سے بڑی بے مروتی برتی ہے۔ کم از کم صبیحہ کو اتنا تو معلوم ہی ہو جانا چاہئے تھا کہ وہ حقیقتاً کون ہے۔ بھئی کیا عرض کروں...... یہ عمران صاحب جانیں کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا۔ لیکن اتنا میں بھی جانتا ہوں کہ وہ اپنے کام سے کام رکھتے ہیں۔ انہیں اس کی پرواہ نہیں ہوتی کہ کسی پر کیا گذر رہی ہے۔ بس کسی طرح اپنا الو سیدھا ہونا چاہئے۔

ایک صاحب کو یہ ناول اس لئے پسند نہیں آیا کہ اس میں مجرموں اور سراغ رسانوں کے مابین مورچہ بندی نہیں ہوئی۔

بہر حال مختلف قسم کی پسند رکھنے والے حضرات بعض اوقات مجھے چکرا کر رکھ دیتے ہیں۔ خیر صاحب...... یہ رہیں سنہری چنگاریاں۔ اس میں آپ کو وہ سب کچھ مل جائے گا جو آپ چاہتے ہیں۔

جنازہ

بالآخر وہ جنازہ پولیس اسٹیشن جا پہنچا۔

جنازے کے ساتھ چالیس آدمی تھے۔ لیکن کسی کو بھی نہیں معلوم تھا کہ مرنے والا کون تھا یا اُسے کہاں دفن کرنا ہے۔

ہوا یہ کہ شہر کی ایک بھری پُری سڑک پر ایک نیک دل شہری کو ایک جنازہ نظر آیا، جس کے ساتھ صرف پانچ آدمی تھے...... پانچواں کبھی ایک پائے کو کاندھا دیتا کبھی دوسرے کو۔

اُس نیک دل شہری نے سوچا کہ قبرستان تک پہنچتے پہنچتے پانچوں کے کاندھے شل ہو جائیں گے لہٰذا وہ بھی ازراہِ ہمدردی جنازے کے ساتھ ہولیا اور جلد جلد کاندھا بدلنے کی کوشش کرتا رہا۔ یہی نہیں بلکہ دوسرے راہگیروں کو بھی ترغیب دیتا گیا کہ وہ اُس کارِ ثواب میں حصہ لیں۔

اس طرح اُن پانچوں کی مشکل آسان ہو گئی اور ذرا ہی سی دیر میں جنازے کے ساتھ بہت سے لوگ نظر آنے لگے۔

وہ خلوص نیت سے جنازے کو آگے بڑھائے لئے جا رہے تھے۔ یہ سوچے بغیر کہ جانا کہاں ہے لیکن اُس وقت تو سبھی چونکے جب شہری آبادی بھی پیچھے رہ گئی تھی۔ پھر کسی نے باآواز بلند کھوں کو مخاطب کر کے پوچھا تھا "کہ جانا کہاں ہے۔ تدفین کس قبرستان میں ہو گی۔"

اس سوال پر وہ سب احمقوں کی طرح ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے تھے۔ کسی کے پاس

بھی اس کا جواب نہیں تھا۔

آخر جنازہ وہیں سڑک کے کنارے رکھ دیا گیا۔ وہ سب براہِ راست ایک دوسرے
اُس کے متعلق پوچھنے لگے۔

تب اُس نیک دل آدمی کے دل میں شبہ گذرا کہ ہو نہ ہو اُس نے دھوکا کھایا ہے......
کچھ لوگ خاص طور پر اُسے گھور رہے تھے؟ شائد انہوں نے یاد رکھا تھا کہ اُسی آدمی نے انہیں
اس کارِ ثواب میں حصہ لینے کی دعوت دی تھی۔

اب تو وہ نیک دل آدمی بے حد نروس نظر آنے لگا...... سوچ رہا تھا کہ الزام اُسی کے
سر جائے گا...... خود اُس سے یہ حماقت سرزد ہوئی تھی کہ اُس نے اُن پانچوں آدمیوں کو اس
حیثیت سے نہیں دیکھا تھا کہ اُن کی شکلیں بھی یاد رکھنے کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔

وہ تو اب یقین کے ساتھ کہہ ہی نہیں سکتا تھا کہ ان لوگوں میں وہ پانچوں بھی موجود
ہیں یا نہیں۔

بالآخر اُسے اپنی کہانی بقیہ کو سنانی پڑی اور لوگ اُسے بُرا بھلا کہنے لگے۔ پھر کسی نے
گہوارے پر سے چادر ہٹادی۔ لاش کفن میں لپٹی پڑی تھی۔ ایک آدمی نے مردے کا منہ دیکھنا
چاہا لیکن اُس نیک دل آدمی نے جواب کافی ذہین نظر آنے لگا تھا اُسے اس سے باز رکھا۔ اُس
نے تجویز پیش کی کہ لاش کو ہاتھ لگائے بغیر یہ جنازہ جوں کا توں کسی پولیس اسٹیشن پر لے جایا
جائے۔ اُس کے اس مشورے کی مخالفت نہیں کی گئی تھی۔

جنازہ پرنسٹن کے تھانے پر لایا گیا تھا۔

اور جب تھانے کے انچارج نے کفن کی ڈوری کھول کر مردے کا منہ دیکھنا چاہا تو مٹی کی
ایک ہانڈی لڑھک کر گہوارے کی دیوار سے جاٹکرائی۔

لاش کا سر غائب تھا اور اُس کی جگہ ہانڈی رکھ دی گئی تھی۔ کلائیوں سے ہتھیلیاں غائب
تھیں اور ٹخنوں سے پنجے الگ کر لئے گئے تھے ان کی بجائے لکڑی کی چھوٹی چھوٹی تختیاں پیروں
سے اس طرح جوڑ دی گئی تھیں کہ کفن کے اوپر سے پنجے معلوم ہوں۔

اور یہ کسی عورت کی لاش تھی جسم کی بناوٹ سے معلوم ہوتا تھا کہ عمر بیس اور پچیس

میان رہی ہوگی۔ جلد سفید تھی۔

نیک دل آدمی کو پھر آگے آنا پڑا۔ پوری داستان دہرائی اُس نے اور شبہ میں اُسی وقت
ا گیا۔

وہ تھانے کے انچارج کو کسی طرح باور نہ کرا سکا کہ اُسے اُن پانچوں آدمیوں میں سے
بھی شکل یاد نہیں رہی تھی۔

سنسنی خیز واقعہ تھا، اس لئے بات فوری طور پر محکمہ سراغ رسانی تک جا پہنچی۔ لاش بھی
شناخت تھی اس لئے بھلا کرنل فریدی کے علاوہ اور کون آگے آتا۔

حمید تو چھوٹتے ہی بولا تھا۔ "احمق تھے وہ پانچوں...... ارے اس جنازے کو سیدھے
لئے چلے آتے خواہ مخواہ راگیروں کو زحمت دینے کی کیا ضرورت تھی۔"

پھر پرنسٹن کے تھانے پہنچ کر اُس نیک دل آدمی سے پوچھا تھا۔ "کیوں صاحب......
پ کافی ہاؤز میں نہیں بیٹھتے......!"

"نہیں جناب......؟" نیک دل آدمی نے اس عجیب سوال پر بوکھلا کر جواب دیا۔

"یہی بات ہے، ورنہ پانچ ہزار جنازے آپ کے سر سے گذر جاتے لیکن آپ کے کان
وں نہ رینگتی۔"

دوسری طرف فریدی لاش کا جائزہ لے رہا تھا۔ اُن سبھوں کو تھانے کی کمپاؤنڈ میں
کے رکھا گیا تھا، جنہوں نے اُس نیک دل آدمی کی ترغیب پر جنازے کے جلوس میں شرکت
تھی۔

لاش کا جائزہ لے چکنے کے بعد فریدی نے اُن سے بھی کچھ سوالات کئے تھے پھر وہ اس
دل آدمی کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"اُن میں کوئی ایسا نہیں جس نے آپکی طرف اشارہ نہ کیا ہو۔" فریدی نے اُس سے کہا۔

"مجھے خود ہی اعتراف ہے جناب عالی کہ میں نے ہی انہیں ترغیب دی تھی۔"

"آپ نے اس جنازے کو کہاں دیکھا تھا۔"

"چرچ روڈ کے کراسنگ پر۔"

"آپ کو اچھی طرح یاد ہے۔"

"جی ہاں...... میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں۔"

"اُس وقت کتنے آدمی تھے۔"

"صرف پانچ۔"

"کسی ایک کا حلیہ بتا سکیں گے۔"

"کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میں گڑھے میں گرنے جارہا ہوں۔"

"کیا مطلب......!"

"اُس صورت میں انہیں بغور دیکھ کر اُن کی شکلیں ذہن نشین کرنے کی کوشش کرتا۔"

"اس بھیڑ میں کسی کے متعلق بھی یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ بھی اُن پانچوں میں سے ہو سکتا ہے۔"

"نہیں جناب۔ اگر ایسا ممکن ہوتا تو بہت پہلے اُس کے گریبان پر ہاتھ ڈال چکا ہوتا۔"

"ایک بار پھر کوشش کیجئے۔" فریدی نے کہا اور اس بھیڑ کی طرف پلٹ آیا۔

پھر وہ سب ایک ایک کر کے لاک اپ کے سلاخوں دار دروازے کے قریب سے گذرتے رہے لیکن یہ شناختی پریڈ بھی ناکام رہی۔ وہ کسی کے بارے میں بھی یقین کے ساتھ کچھ نہ کہہ سکا۔

حوالات میں پہنچ جانے کے بعد وہ نیک دل آدمی بے حد نروس نظر آنے لگا تھا۔

"میں کب تک یہاں رہوں گا۔" اُس نے فریدی سے پوچھا۔

"مجھے افسوس ہے کہ آپ کو خواہ مخواہ ان حالات سے دوچار ہونا پڑا۔ لیکن ضابطے کی کاروائی بہر حال ضروری ہوتی ہے۔"

"یعنی اب مجھے کوئی ضامن بھی تلاش کرنا پڑے گا۔"

"مجبوری ہے...... وہ سبھی آپ ہی کی طرف اشارہ کر رہے ہیں اور آپ کو بھی اعتراف ہے اس لئے قانون اُسی کی پابندی کرے گا جو ایسے حالات میں ضروری ہے۔"

"تو پھر براہِ کرم میرے گھر والوں کو اطلاع بھجوا دیجئے، تاکہ وہ ضمانت کا انتظام کرسکیں۔"

"بہتر ہے...... میں ابھی محرر کو بھیجتا ہوں۔" فریدی نے کہا اور پھر وہ دونوں انچارج آفس میں واپس آگئے۔

"میری دانست میں تو لاش کی شناخت ناممکن ہے۔" حمید بولا۔

"اور اب سارے شہر میں پوچھتے پھریئے، اس جنازے کے متعلق جسے صرف پانچ آدمی لے جارہے تھے۔" انچارج بولا۔

"میرا خیال اس سے مختلف ہے۔" فریدی مسکرایا۔

انچارج استفہامیہ انداز میں اُس کی طرف دیکھنے لگا۔

"میرا خیال ہے کہ ہم سیدھے وہیں پہنچیں گے جہاں سے جنازہ اٹھا تھا۔" اس نے کہا اور سگار کا گوشہ توڑنے لگا۔

"ہو سکتا ہے جناب، خدا کا شکر ہے کہ آپ تشریف لے آئے ورنہ میرے تو فرشتے بھی کچھ نہ کرسکتے اس سلسلے میں۔"

"اب اُس ملزم کے گھر والوں کو اطلاع بھجوانے کی کوشش کیجئے۔" فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "اس کی ضمانت بھی آج ہی ہونی چاہئے۔"

کچھ دیر بعد حمید لنکن میں بیٹھتا ہوا زہریلے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ "اب ہم سیدھے وہیں پہنچیں گے جہاں سے جنازہ اٹھا تھا کیونکہ اب وہاں خیرات بٹ رہی ہوگی۔"

"تم شاید اسے مذاق سمجھے ہو۔" فریدی نے سونچ آن کرتے ہوئے کہا۔

"صاحب مجھے اس سے ذرہ برابر بھی دلچسپی نہیں ہے کہ وہ مذاق تھا یا حقیقت تھی...... میں نے آج ہی چھٹی کے لئے درخواست دی ہے۔ یہاں کا موسم آج کل میری برداشت سے باہر ہورہا ہے۔"

"کہاں جاؤ گے؟" فریدی نے نرم لہجے میں پوچھا۔

گاڑی چل پڑی تھی۔

"کسی بھی ہل اسٹیشن کا رخ کروں گا۔"

"تنہا......!"

اس پر حمید نے ایک آزاد نظم شروع کر دی۔

تنہائی آغاز ہے میرا تنہائی انجام

تنہائی سے بچ کر میں جاؤں گا کہاں

جگ بیتے دو تنہا جانوں کی تنہائی ٹوٹی تھی

اُن کی یکجائی نے میری تنہائی کو جنم دیا

تنہائی آغاز ہے میرا تنہائی انجام

جن کی تنہائی ٹوٹی تھی، اُن کو سات سلام

"بیچارے والدین۔" فریدی نے ٹھنڈی سانس لی۔ لیکن تیسرے مصرے میں "تھی" زائد ہے، چوتھے مصرعے میں "دیا" زائد ہے، دوسرا مصرعہ بھی ناقص ہے۔"

"آزاد نظم ہے۔" حمید نے جھنجھلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

"مادر پدر آزاد ہو گی...... ورنہ آزاد نظم کے لئے بھی کچھ پابندیاں ہیں۔"

"میں لعنت بھیجتا ہوں ہر قسم کی پابندی پر۔"

"پھر غالباً رات کا کھانا نہیں کھاؤ گے؟"

"کیوں......؟"

"پابندی ہی ٹھہری معدے کی۔"

"میں چھٹی چاہتا ہوں چھٹی...... سمجھے آپ۔"

"اوہ ہم چرچ روڈ کے کراسنگ پر پہنچ گئے ہیں۔" فریدی نے کہا اور چوراہے سے کچھ قدر آگے بڑھ کر گاڑی روک دی۔

پھر وہ نیچے بھی اُتر گیا لیکن حمید وہیں بیٹھا رہا...... سنیچر کی شام اور اس طرح غارت ہو جائے؟ وہ سوچتا اور پیچ و تاب کھاتا رہا۔

قطعی نہیں دیکھنا چاہتا تھا کہ فریدی گاڑی سے کیوں اترا تھا اور اب کیا کر رہا ہے؟ اسلئے دوسری سمت دیکھنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد فریدی واپس آ گیا اور گاڑی پھر چل پڑی اور پھر جی۔ ایچ سوسائٹی کی

عمارت کے سامنے رک گئی۔

فریدی نے حمید سے بھی اترنے کو کہا...... وہ بے دلی سے اترا تو ضرور لیکن عمارت میں داخل ہونے کے سلسلے میں فریدی کا ساتھ دینے پر تیار نہیں تھا۔

"چلو......!" فریدی نے اُس کا بازو پکڑ کر آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

برآمدے میں پہنچ کر فریدی نے کال بل کا بٹن دبایا۔

شائد ایک منٹ بعد ایک بوڑھا آدمی باہر آیا تھا۔

"کیا مسٹر گومز تشریف رکھتے ہیں۔" فریدی نے اس سے پوچھا۔

"میں ہی گومز ہوں...... فرمایئے۔"

"میں گوانیز کرسچین ہاؤزنگ سوسائٹی کے دفتر سے معلوم کر کے آیا ہوں کہ آپ اپنی عمارت کا ایک حصہ کرایہ پر دینا چاہتے ہیں۔"

"جی ہاں......!"

"مجھے ایک رہائشی مکان کی ضرورت ہے...... کتنے کمرے ہیں اس حصے میں۔"

"آپ کی تعریف......؟"

"مجھے احمد کمال کہتے ہیں۔"

"اوہ...... دیکھئے مسٹر کمال...... مجھے افسوس ہے، ارادہ تو تھا کرائے پر اٹھانے کا...... لیکن آج ہی مجھے اطلاع ملی ہے کہ میرا بھتیجا یوکے سے واپس آ رہا ہے، اس کے لئے رہائش کا مسئلہ درپیش ہو گا، اس لئے اب میں معذور ہوں۔"

حمید نے فریدی کے چہرے پر گہری مایوسی کے آثار دیکھے۔

دوسری طرف بوڑھے کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ اپنا غصہ دبانے کی کوشش کر رہا ہو۔

حمید کو اس پر حیرت ہوئی۔ اُس کی دانست میں فریدی نے ابھی تک کوئی ایسی بات نہیں کی تھی جس کی بناء پر بوڑھے کو کسی ناخوشگوار ذہنی کیفیت سے دوچار ہونا پڑتا۔

آخر بوڑھے نے کھر کھراتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "کیا آپ نے سوسائٹی کے کسی کارکن

کو اپنا یہی نام بتایا تھا۔"

"جی نہیں......!" فریدی نے سادگی سے جواب دیا۔

"پھر......؟" بوڑھے کا لہجہ تیکھا تھا۔

"نہ اس نے نام پوچھا تھا اور نہ میں نے بتایا تھا...... ویسے کیا ابھی تک آپ لوگوں نے اپنا پرانا اصول تبدیل نہیں کیا۔"

"جی نہیں......" بوڑھے نے غصیلے لہجے میں کہا اور واپسی کے لئے مڑ ہی رہا تھا کہ فریدی بولا۔ "ذرا سنئے...... ایک منٹ۔"

"فرمائیے......!" وہ جھلا کر بولا۔

"اگر میں اپنا نام ولیم جوزف بتاتا تو......؟"

"بس ختم کیجئے...... ہاں...... ہم نہیں چاہتے کہ کوئی غیر کرسچین ہماری سوسائٹی میں آباد ہو۔" وہ پھاڑ کھانے والے لہجے میں بولا۔

"ایسا نہ کہئے...... ابھی حال ہی میں میرے ایک غیر عیسائی دوست نے یہاں ایک عمارت کرائے پر حاصل کی ہے۔"

"جی ہاں...... میں جانتا ہوں، لیکن اس نے فراڈ کیا تھا۔ خود کو عیسائی ظاہر کر کے مکان کرائے پر حاصل کیا تھا...... اب اگر اس نے فوراً ہی مکان خالی نہ کیا تو سوسائٹی اس کے خلاف فریب دہی کا مقدمہ قائم کر دے گی۔"

"اوہ...... تو کیا اس کے فراڈ کا علم ہو گیا ہے لوگوں کو......!"

"اگر اس کے خاندان میں آج کسی کی موت نہ ہو جاتی تو شائد ہم اُسے عیسائی ہی سمجھتے رہتے۔ جنازہ تو بہر حال لے جانا ہی پڑا۔"

"آج موت ہوئی ہے کسی کی۔" فریدی نے گھبراہٹ کا مظاہرہ کیا۔

"جی ہاں۔" بوڑھے کا لہجہ اب بھی درست نہیں ہوا تھا۔

"اوہ...... تب تو مجھے وہاں جانا چاہئے لیکن مکان کا نمبر یاد نہیں رہا۔ کیا اس سلسلے میں آپ میری راہنمائی کر سکیں گے۔ لیکن اگر اُس نے غلط نام بتا کر مکان حاصل کیا تھا تو یہ بڑی

ت تھی۔"

"بائیں جانب جو پہلی سڑک گھومتی ہے اسی پر جیمز ولا......!" بوڑھے نے کہا اور اس

ر ہی چلا گیا۔

فریدی بھی واپسی کے لئے مڑ گیا۔

"یہ آپ کیا کرتے پھر رہے ہیں۔" حمید نے پوچھا۔

"دیکھا کتنی آسانی سے اس عمارت کا پتہ چل گیا جہاں سے جنازہ اٹھایا گیا تھا۔"

"آخر کیسے۔"

"ابھی بتاؤں گا......!" فریدی گاڑی میں بیٹھتا ہوا بولا۔

گاڑی کچھ دور چل کر بائیں جانب مڑی اور پھر ٹھیک جیمز ولا کے سامنے رک گئی۔

چھوٹی سی عمارت تھی۔ سامنے پختہ برآمدہ تھا اور پھر رہائشی کمروں کا سلسلہ شروع ہو گیا
ائیں باغ نہیں تھا۔ برآمدے کے نیچے حالانکہ کچی زمین تھی لیکن پھر بھی یہاں کیاریاں
نائی گئی تھیں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کے مکینوں کو اس سے دلچسپی نہ رہی ہو۔

فریدی نے گاڑی برآمدے کے قریب ہی روکی تھی اور متواتر ہارن بجائے جا رہا تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہیں برآمدے میں چل کر گھنٹی بجائیے۔" حمید نے کہا۔

"فضول ہے...... اندر کوئی نہ ہو گا۔" فریدی نے جواب دیا اور ہارن بجاتا رہا۔

تھوڑے ہی فاصلے کی ایک عمارت سے ایک آدمی برآمد ہوا اور تیز قدموں سے چلتا ہوا
کے قریب آ کر رک گیا۔

"کس کی تلاش ہے۔" اس نے پوچھا اور حمید نے اس کے لہجے میں بھی ناخوشگواری
س کی۔

فریدی نے زبان سے کچھ کہنے کی بجائے جیمز ولا کی طرف ہاتھ اٹھا دیا۔

"صبح جنازہ گیا تھا۔" اس نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "ابھی تک کوئی واپس نہیں آیا۔"

"میں سخت الجھن میں ہوں۔" فریدی نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔ "آخر کس طرح لے
جانا گے تدفین والی گاڑی آئی ہو گی۔"

"نہیں کاندھوں ہی پر لے گئے تھے؟" جواب ملا تھا۔

"اوہ تو کچھ اعزہ کو خبر ہو گئی ہو گی...... کتنے آدمی تھے؟"

"پانچ آدمی تھے۔"

"مالک مکان سے کہاں ملاقات ہو سکے گی۔" فریدی نے پوچھا۔

"کیوں؟" تیکھے لہجے میں کہا گیا۔

"میرا خیال ہے اب وہ لوگ واپس نہ آئیں گے...... کیوں کہ یہاں سب ہی جان
ہوں گے کہ وہ کرسچین نہیں تھے؟"

"آپ کون ہیں......؟"

"میں نے آپ سے مالک مکان کے متعلق پوچھا تھا......؟"

"میں ہی ہوں مالک مکان۔" اس کا لہجہ بے حد غصیلا تھا۔

فریدی نے اپنا کارڈ نکال کر اُس کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے کارڈ لے کر بڑی لاپر
سے اس پر نظر ڈالی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں حمید نے اس کے چہرے پر حیرت کے آثار دیکھے

"سی۔ آئی۔ بی۔" اس نے پھنسی پھنسی سی آواز میں کہا۔

"جی ہاں...... میں آپ کی موجودگی میں اپنے طور پر مکان کی تلاشی لینا چاہتا ہوں

"وارنٹ...... میرا مطلب ہے سرچ وارنٹ ہے آپ کے پاس۔"

"اس کی فکر نہ کیجئے۔"

"کیا کوئی گڑبڑ ہے۔"

"آیئے۔" فریدی گاڑی سے اتر کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔

وہ برآمدے میں آئے اور مالک مکان ان کی طرف مڑ کر بولا۔ "لیکن یہ تو مقفل ہے"

"یہاں کتنے لوگ رہتے تھے؟" فریدی نے اس سے پوچھا۔

"وہ...... غالباً میاں بیوی تھے۔"

"عورت غیر ملکی تھی۔"

"یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ وہ ساری یا فراک اور شلوار پہنتی تھی۔"

"رنگت......!"

"رنگت یقیناً سرخ و سفید تھی...... بال بھی اخروٹ کے رنگ کے تھے لیکن وہ اہل
ن کی طرح اردو بولتی تھی۔ لب و لہجے میں اجنبیت نہیں تھی۔"

فریدی مزید کچھ پوچھنے والا تھا کہ پشت سے آواز آئی۔ "کیا وہ لوگ واپس آگئے؟"

آواز میں اتنی سیکس اپیل تھی کہ حمید بے اختیارانہ انداز میں مڑا تھا۔ سوال کرنے والی
ی نظر میں دل لوٹنے والی ثابت ہوئی۔

کھلتی ہوئی گندمی رنگت تھی، اور بوجھل پلکوں والی' بڑی بڑی آنکھیں' چہرہ بھرا ابھرا سا
۔اوپری ہونٹ پر سبزی مائل ہلکی سی روئیدگی تھی اور ہونٹ تو ایسے لگتے تھے جیسے اجنتا کے
قاش نے تراشے ہوں۔

ساری اور آدھے پیٹ کی نمائش کرنے والے بلاؤز میں ملبوس تھی۔ اس کا اصل حسن تو
ضاء کا تناسب ہی تھا۔

عمر بیس اور پچیس کے درمیان رہی ہو گی۔

مالک مکان جو اُسے غصیلی نظروں سے دیکھ رہا تھا، ہاتھ جھٹک کر بولا۔ "اپنا کام کرو......
ہیں کیوں فکر ہے۔"

لیکن لڑکی نے اُس کے لہجے کی پرواہ کئے بغیر پوچھا۔ "یہ لوگ کون ہیں! کیا اُن کے عزیز ہیں۔"

"جاؤ یہاں سے۔" مالک مکان غرایا۔

"ایسا بھی کیا۔" حمید جلدی سے بولا۔ "نہیں محترمہ ہم اُن کے عزیز نہیں ہیں۔"

"تو پھر اُن کے ہم مذہب ہوں گے۔ کرسچین تو ہرگز نہیں ہو سکتے۔" لڑکی نے کہا۔

فریدی پھر دروازے کی طرف مڑ کر قفل کا جائزہ لینے لگا تھا۔ شاید اس نے اُن کی گفتگو
داخل انداز ہونا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

"کیا ہماری پیشانیوں پر تحریر ہے کہ ہم کرسچین نہیں ہیں۔" حمید نے مسکرا کر پوچھا۔

"یہ بات نہیں...... یہاں کسی نے بھی اُن بیچاروں کی پرواہ نہیں کی کیونکہ وہ کرسچین
تھے۔ میں نے اُس سے کہا تھا کہ اپنی کسی انجمن کو فون کر کے جنازہ والی گاڑی منگوالے

لیکن اُس نے کہا کہ گوانیز کرسچین ہاؤسنگ سوسائٹی کا پتہ سن کر کوئی یقین نہ کرے گا۔ سمجھیں گے کہ کوئی بدمعاش آدمی اُن کا وقت برباد کرانا چاہتا ہے۔ میں نے بھی سوچا ٹھیک ہی کہتا ہے بیچارا۔ کون یقین کرے گا کہ اس ہاؤسنگ سوسائٹی میں کسی غیر کرسچین کا بھی گزر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ عیسائیوں کے علاوہ اور کسی کو بھی خدا نے نہیں پیدا کیا۔ وہ اپنی بدبختی کی بناء پر خود بخود پیدا ہو گئے ہیں۔“

”دیکھو...... حد ہوتی ہے۔“ مالک مکان پہلے سے بھی زیادہ بھڑک کر بولا۔ ”میں تمہارے باپ سے شکایت کروں گا...... سمجھیں۔“

”وہ بھی کرسچین ہیں۔ تمہارا ہی ساتھ دیں گے۔“

”چلی جاؤ یہاں سے۔“

دفعتاً فریدی ان کی طرف مڑ کر مالک مکان سے بولا۔ ”میں بھی پسند کروں گا کہ آپ کچھ دیر تک بالکل خاموش رہیں۔“

مالک مکان نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔ فریدی پھر لڑکی کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

”تو آپ کو اُن لوگوں سے ہمدردی تھی؟“ حمید نے پوچھا۔

”بڑی پیاری لڑکی تھی، میں اس کے لئے مغموم ہوں۔ پتہ نہیں اچانک کیسے مر گئی۔ پچھلی شام تک میں نے اُسے برآمدے میں چہل قدمی کرتے دیکھا تھا۔ بالکل اچھی تھی۔ ... کہ چہرے سے تھکن بھی نہیں ظاہر ہوتی تھی۔ مجھے دیکھ کر سر ہلایا تھا اور بڑے دلکش انداز میں مسکرائی تھی۔“

”اور...... اور...... شوہر......!“ حمید نے پوچھا۔

”اُس سے بہت کم ملنے کا اتفاق ہوتا تھا۔ ٹریولنگ ایجنٹ تھا کسی تجارتی کمپنی کا۔ لڑ... زیادہ تر تنہا رہتی تھی۔“

”بالکل تنہا......؟“

”نہیں ایک بوڑھا ملازم بھی تھا۔“

”کیا وہ بھی جنازے میں شریک تھا۔“

”جی ہاں...... وہی پانچوں تو لے گئے تھے۔“

”بقیہ تین کہاں سے آئے تھے۔“

”پتہ نہیں...... میں نے انہیں پہلی بار دیکھا تھا۔ اُوہ آپ تو اس طرح پوچھ رہے ہیں ... اُن کے شناسا بھی نہ ہوں...... پھر...... یہاں...... کیوں؟“

”اوہ...... دراصل...... ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ وہ خود کو عیسائی ظاہر کر کے ... کیوں آ بسے تھے۔“

”اس لئے کہ ہر آدمی کو حق حاصل ہے۔ خدا کی بنائی ہوئی زمین پر جہاں چاہے رہے۔“ ... آواز جوش کی شدت سے کانپ رہی تھی۔ ”اس عمارت کا چونا گارا اینٹس وغیرہ کوئی ... اپنی ماں کے پیٹ سے ساتھ نہیں لایا تھا۔“

”دیکھو......!“ مالک مکان نے پھر کچھ کہنا چاہا۔

”پلیز......!“ فریدی نے ہاتھ اٹھا کر اسے مزید کچھ کہنے سے باز رکھا۔

لڑکی کہتی رہی۔ ”وہ یہاں رہنا چاہتے تھے۔ انہیں یہ بستی پسند تھی، لہٰذا انہیں یہاں ...کرنے کے سلسلے میں تھوڑا سا فراڈ بھی کرنا پڑا۔ میں پوچھتی ہوں آخر ان کے یہاں قیام ...نے سے عیسائیت یا عیسائیوں کو کیا نقصان پہنچا۔ کوئی بتائے مجھے۔ یا کب وہ عیسائیوں سے ... معلوم ہوئے تھے۔ اگر گھر میں ایک موت نہ ہو جاتی تو قیامت تک کسی کو اُن کی اصلیت ... نہ چل سکتا...... یا خدا اب تو عیسائیوں کے دم لگا کر پیدا کیا کرتا کہ وہ آسانی سے ...نے جا سکیں۔“

”خاموش رہو۔“ مالک مکان مٹھیاں بھینچ کر چیخا۔

”آپ ذرا میرے ساتھ آیئے۔“ فریدی اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر برآمدے کے ... کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

حمید اور وہ لڑکی انہیں کار کی طرف جاتے دیکھتے رہے۔

”تمہاری گاڑی بڑی شاندار ہے۔“ لڑکی نے کہا۔

"ایئر کنڈیشنڈ لنکن......!" حمید کے لہجے میں لاپروائی تھی۔

"تم لوگ کون ہو؟"

"ہمیں سوسائٹی کے دفتر سے اس کام پر معین کیا گیا ہے۔"

"کس کام پر۔"

"یہ معلوم کریں کہ وہ فراڈ کر کے یہاں کیوں آ بسے تھے۔"

"صورت سے ذہین آدمی معلوم ہوتے ہو اور کرسچین بھی نہیں معلوم ہوتے۔"

"ہاں تو...... مرنے والی کا شوہر...... کیا اُس کے متعلق کچھ نہ بتاؤ گی۔ صورت ش
سے مراد ہے میری۔"

"خوبصورت تھا۔" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ "اپنی بیوی کی طرح تو نہیں لی
بہرحال وجیہہ تھا۔ پچیس اور تیس کے درمیان سمجھ لو۔"

"کوئی خاص پہچان......!"

"نہیں کوئی ایسی نمایاں خصوصیت تو نہیں تھی...... متوسط قد تھا...... جسام
معمولی تھی۔ البتہ خوش لباس اور جامہ زیب تھا۔ اس خصوصیت کی بناء پر لڑکیاں ضرور اُس
طرف متوجہ ہو سکتی تھیں۔"

"اور ملازم......!"

"بوڑھا اور صورت حرام تھا۔ خاموشی سے بھی دیکھتا تھا تو ایسا معلوم ہوتا جیسے کا
دوڑے گا۔"

"اس کی کوئی نمایاں خصوصیت۔"

"یہی سب سے بڑی نمایاں خصوصیت تھی شکل دیکھ کر کٹکھنے کتے کا تصور ذہن م
ابھرتا تھا۔"

"تو وہ لڑکی پسند تھی آپ کو......؟"

"بہت...... مجھے بہت اچھی لگتی تھی...... لیکن اُس سے مل بیٹھنے کا کبھی اتفاق نہ
ہوا تھا۔ بس ہم شناساؤں کی طرح ایک دوسرے کو دیکھ کر سر ہلاتے تھے۔ مجھے اس کی

بہت اچھی لگتی تھی۔"

"ملنے جلنے والے بھی آتے ہوں گے۔"

"میں نے ایک کے علاوہ اور کسی کو نہیں دیکھا۔ وہ اکثر رات کو آتا تھا اور وہ اُس کی لمبی
ی میں بیٹھ کر کہیں جاتی تھی۔"

"اُس ملنے والے کا حلیہ۔"

"حلیہ کیا بیان کروں...... میرا خیال ہے کہ میں اسے پہچانتی ہوں۔"

"یعنی...... کون تھا۔"

"وزارت خارجہ کا کوئی بڑا آفیسر......!"

"کیا......؟"

"میرا خیال ہے میں نے کہیں اُس کی تصویر بھی دیکھی تھی۔ عہدہ یاد نہیں رہا۔ اُس کی
کا نمبر پلیٹ پر منسٹری آف فارن افیئرس بھی تحریر تھا۔"

"اوہ تو آپ اس کی ٹوہ میں بھی رہتی تھیں؟"

"اُسے دیکھ کر ایک خواہش پیدا ہوتی تھی دل میں۔"

"کیسی خواہش......!"

"یہی کہ...... کاش خدا نے مجھے مرد بنایا ہوتا۔"

"اسی لئے آپ اس کی ٹوہ میں رہتی تھیں۔"

دفعتاً سڑک کی طرف سے ایک غراتی ہوئی سی آواز آئی۔ "جولی۔"

اور وہ بوکھلا کر مڑی۔ حمید بھی دیکھنے کے لئے مڑا تھا۔

ایک قد آور اور گھنی مونچھوں والا آدمی لڑکی کو گھور رہا تھا

"اوہ...... ڈیڈی......!" وہ مردہ سی آواز میں بولی۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو۔"

"کک...... کچھ نہیں...... بس یونہی......!" وہ تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

حمید نے دونوں کو وہاں سے جاتے دیکھا۔ پھر وہ قریب ہی کی ایک عمارت میں

داخل ہوگئے۔

ایک ٹھنڈی سانس حمید کے گھٹے ہوئے سینے سے آزاد ہوئی۔ لڑکی کے چلنے کا انداز بڑا دلکش تھا۔

اور وہ تصویر

مالک مکان اور فریدی پھر برآمدے کی طرف واپس آرہے تھے۔ دروازے کے قریب رکتے ہوئے فریدی نے مالک مکان سے کہا۔ "آپ ہر پوچھنے والے سے یہی کہیں گے کہ سوسائٹی کے دفتر کی ہدایات پر عمل کر رہے ہیں۔"

"بہت بہتر جناب۔" مالک مکان نے سہمے ہوئے انداز میں جواب دیا۔

فریدی نے رسٹ واچ پر نظر ڈالتے ہوئے حمید سے کہا۔ "تم یہیں ٹھہرو...... میں ابھی آیا۔"

حمید سر کو جنبش دے کر مالک مکان کی طرف متوجہ ہو گیا۔

وہ الجھن میں تھا۔ آخر اتنی جلدی وہ ٹھیک اسی جگہ کیسے آپہنچے جہاں پر واردات ہوئی تھی۔ ویسے وہ اس لڑکی کو دیکھ لینے کے بعد کسی قسم کی الجھن میں نہیں پڑنا چاہتا تھا۔ اُس سریلی آواز کی بازگشت اب بھی کانوں میں گونج رہی تھی۔

وہ چند لمحے پر تفکر انداز میں مالک مکان کے چہرے پر نظر جمائے رہا پھر بولا۔ "یہ لڑکی کون تھی؟"

"جولی وکٹر......!" مالک مکان نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"کہاں رہتی ہے؟"

"سامنے......!" اُس نے سڑک کی جانب ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"اور وہ آدمی جس نے اُسے آواز دی تھی؟"

"جیری وکٹر...... اس کا باپ......؟"

"کیا کرتا ہے۔"

"انجینئر ہے۔"

"سرکاری یا پرائیویٹ......!"

"پرائیویٹ...... ذاتی ورکشاپ رکھتا ہے۔"

"کیا مرنے والی سے لڑکی کی دوستی تھی۔"

"پتہ نہیں؟" مالک مکان نے اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا وہ کہہ رہی تھی۔"

حمید نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "میرا اندازہ ہے؟"

"ہو سکتا ہے۔" مالک مکان کے لہجے میں بیزاری تھی۔ "میں بہت مصروف آدمی ہوں کم خبر ہوتی ہے کہ گرد و پیش کیا ہو رہا ہے۔ ویسے میرا خیال ہے کہ اس مخبوط الحواس لڑکی نے آپ سے بہت سی باتیں کی ہیں۔"

"مخبوط الحواس کیوں؟"

"وہ مذہب کا مضحکہ اڑاتی ہے...... کہتی ہے کہ کرائسٹ بھی آدمی ہی تھا...... جو ...کو زندہ رکھنے کے لئے سولی پر چڑھ گیا۔"

"وہ خود کیا کرتی ہے؟"

"باتیں بنانے کے علاوہ اور کبھی کچھ کرتی نہیں دکھائی دی۔" مالک مکان نے تلخ لہجے میں کہا۔

"آپ اُس سے بہت ناراض معلوم ہوتے ہیں۔" حمید مسکرا کر بولا۔

"اُس سے یہاں کوئی بھی خوش نہیں ہے۔ وہ جو بوڑھوں کا مضحکہ اڑائے اسے کیا کہیں گے۔"

"اوہ......!"

"ابھی کل ہی کی بات ہے...... مسٹر برکت مسیح جو بہت بوڑھے ہیں ادھر سے گزر رہے تھے ان کا راستہ روک کر کہنے لگی۔ آخر اب کس امید پر جی رہے ہو۔ وہ بیچارے پریشان ہوگئے...... لیکن انہوں نے ہنس کر بات اڑانی چاہی بس سر ہی تو ہوگئی کہنے لگی...... اب جلدی سے مر جاؤ...... کسی توانا جسم کے حصے کی روٹیاں کیوں ضائع کر رہے ہو۔"

"جینئس معلوم ہوتی ہے......" حمید پر تحسین لہجے میں بولا۔

"پاگل ہے۔" مالک مکان نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ مزید کچھ کہنے والا تھا کہ فریدی کی کار آکر رکی اور وہ دونوں اس کی طرف متوجہ ہوگئے۔

کار سے اتر کر وہ سیدھا برآمدے ہی میں آیا۔ اس کے ہاتھ میں کچھ کاغذات تھے اُن میں سے ایک اس نے مالک مکان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اسے پڑھ کر دستخط کر دیجئے۔"

"یہ کیا ہے؟" اس نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"سی آئی بی کے سربراہ سے آپ کی درخواست۔ آپ نے اس میں ہمارے محکمے کو اس فراڈ سے آگاہ کرتے ہوئے تشویش ظاہر کی ہے کہ وہ لوگ آپ کے مکان میں کوئی غیر قانونی حرکت کرتے رہے ہیں۔"

"اس سے کیا ہوگا؟"

"میں فوری طور پر مکان کی تلاشی لے سکوں گا۔"

"لل...... لیکن......!"

"فکر نہ کیجئے...... اس کی ذمہ داری آپ پر نہ ہوگی۔ اسی لئے تو میں آپ سے ضابطے کی کاروائی کے لئے استدعا کر رہا ہوں۔"

مالک مکان نے کچھ دیر سوچتے رہنے کے بعد اس پر اپنے دستخط کر دیئے۔

اب فریدی مقفل دروازے کی طرف متوجہ ہوتا ہوا حمید سے بولا۔ "تم دوسرے پڑوسیوں سے پوچھ گچھ کر سکتے ہو۔"

"یعنی اب ہم ہاؤسنگ سوسائٹی کے دفتر کی طرف سے پوچھ گچھ نہیں کر رہے؟" حمید نے پوچھا۔

"نہیں......!" فریدی نے دروازے کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

"جناب عالی......!" دفعتاً مالک مکان گھگھیایا۔ "اب اسے دوسروں کے لئے سوسائٹی کی جانب سے رہنے دیجئے۔"

"کیوں......؟"

"صبح سے لوگوں کے سوالات کے جواب دیتے دیتے تنگ آگیا ہوں، اگر انہیں یہ معلوم ہوا کہ محکمہ سراغ رسانی خود بخود اس طرف متوجہ ہوگیا ہے تو میں انہیں اس کی وجہ کیا بتاؤں گا۔"

فریدی فوراً ہی کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے حمید سے کہا۔ "اچھی بات ہے اسے سوسائٹی ہی کی حد تک رکھو۔"

حمید سڑک کی طرف مڑا...... سامنے والی عمارت کی ایک کھڑکی میں جولی کا چہرہ دکھائی دے رہا تھا اور وہ اُسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

دفعتاً اس نے ہاتھ اٹھا کر کچھ اس قسم کا اشارہ کیا جیسے اُسے عمارت کی پشت پر آنے کو کہہ رہی ہو۔ حمید سر کی جنبش سے اس تجویز پر صاد کرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔"

وہ عمارتوں کے درمیانی راستے سے گذرتا ہوا ٹھیک اُسی عمارت کی پشت پر رکا۔

غالباً یہیں اس بستی کا اختتام ہوا تھا۔ عمارت سے تھوڑے ہی فاصلے پر زمین ڈھلوان ہوگئی تھی اور پھر کھیتوں کے سلسلے شروع ہوگئے تھے۔

لڑکی ایک دروازے سے نکلتی دکھائی دی...... اور اُس نے پھر ہاتھ اٹھا کر غالباً کھیتوں کی طرف اشارہ کیا۔

حمید نے اپنی گدی سہلائی اور آگے بڑھ کر ڈھلان میں اترتا چلا گیا...... یہ کوئی خشک نالا تھا جس کی تہہ اتنی ہی نیچی تھی کہ وہاں تک پہنچ جانے کے بعد عمارتوں کی صرف چھتیں نظر آرہی تھیں۔

حمید وہیں رک گیا...... لڑکی تیزی سے نیچے اتر رہی تھی۔ پھر وہ اس کے قریب بھی پہنچ گئی لیکن خاموش کھڑی ہانپتی رہی۔ شاید دوڑتی ہوئی ڈھلان کے سرے تک آئی تھی۔

سانسوں کے ساتھ جسم کا اتار چڑھاؤ بڑا دلآویز معلوم ہو رہا تھا۔ وہ براہِ راست حمید کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی اور حمید احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکا رہا تھا۔ آخر وہ خود ہی بولی "دیکھو...... میری زبان سے ایک غلط بات نکل گئی تھی۔"

"کون سی بات......!" حمید نے پوچھا۔

"میں نے اُس آدمی کی تصویر کہیں نہیں دیکھی تھی...... میرا اندازہ ہے کہ وہ کوئی بہت بڑا آفیسر ہے۔"

"تو پھر نمبر پلیٹ والی بات بھی......!"

"نہیں...... نہیں...... وہ بالکل ٹھیک ہے۔ گاڑی کی نمبر پلیٹ پر منسٹری آف فارن افیئرز لکھا ہوا تھا۔"

"لیکن اندازے سے آپ اسے کوئی بڑا آفیسر کس بناء پر سمجھ سکتی ہیں۔"

"شاندار آدمی ہے...... بے حد وجیہہ......!"

"میرے ساتھی سے بھی زیادہ......!" حمید نے پوچھا۔

"اُوہ...... تمہارا ساتھی۔" لڑکی نے طویل سانس لی اور خاموش ہو گئی پھر تھوڑی دیر بعد بولی۔ "نہیں اتنا شاندار نہیں تھا۔"

"بہت خوب......!" حمید مضحکانہ انداز میں ہنس پڑا۔

"کیوں......؟" اس نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔

"وہ میرا کلرک ہے...... اور میں ایڈووکیٹ ہوں۔"

"ہوں......!" وہ بُرا سا منہ بنا کر رہ گئی۔

"لہٰذا یہ قطعی غلط ہے کہ شاندار اور وجیہہ آدمی بڑے آفیسر ہو سکتے ہیں۔"

"لیکن تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو۔"

"آپکی ہاؤسنگ سوسائٹی کے سیکریٹری نے ہمیں اس معاملے کی تفتیش پر مامور کیا ہے۔"

"تب تو میں ہرگز تم سے اس لڑکی کے متعلق گفتگو نہیں کروں گی۔"

"کیوں......؟"

"میری مرضی۔"

"پھر کیوں دوڑی آئی تھیں۔"

"محض اسی سے متعلق گفتگو کرنے کیلئے۔ مجھے اس کی موت سے گہرا صدمہ پہنچا ہے۔"

"مجھے حیرت ہے کہ اُس سے ملنا جلنا بھی نہیں تھا اور گہرا صدمہ بھی پہنچا ہے۔"

"وکیلوں کی سمجھ میں نہیں آتیں ایسی باتیں۔"

"میں شاعر بھی ہوں۔"

"غزل وزل کہہ لیتے ہو گے۔" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

"مجھے افسوس ہے کہ اس وقت بحث کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں ورنہ آپ سے الجھ پڑتا۔"

"اردو ادب پر گہری نظر ہے میری۔"

"آپ نے مجھے یہاں کیوں بلایا تھا۔" حمید نے جھنجھلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

"تمہارے ساتھی کے بارے میں کچھ پوچھنے کے لئے۔"

"ہائیں...... میرے ساتھی سے تمہیں کیا سروکار......!"

"کیا وہ مرنے والی کا کوئی عزیز ہے۔"

"کیوں......؟"

"اس لڑکی کی آنکھیں بھی ایسی ہی خوابناک تھیں...... اور مجھے دراصل اس کی آنکھیں بہت زیادہ اچھی لگتی تھیں۔"

حمید نے ٹھنڈی سانس لی اور منہ چلانے لگا۔

"مگر وہ بہت مغرور معلوم ہوتا ہے۔" لڑکی کہتی رہی۔ "اس نے ایک بار بھی میری طرف نہیں دیکھا تھا۔ میں چاہتی تھی کہ کم از کم ایک بار تو نظریں ملتیں۔"

"ارے...... ارے...... تم یہ سب کیا کہہ رہی ہو۔"

"سچ مچ...... یہ میری خواہش تھی۔ محض یہ تجربہ کرنا چاہتی تھی کہ میرے جسم میں سنسنی لہریں دوڑتی ہیں یا نہیں جیسی اس سے نظر ملتے ہی دوڑ جاتی تھیں۔"

"اچھا بس اب کام کی باتیں کرو۔"

"کیا مطلب......!"

"مطلب یہ کہ تم نے مجھے یہاں کیوں بلایا تھا۔"

"اُس سے کسی طرح ایک بار نظر ملوادو۔" لڑکی گھگھیائی۔

"کیا تم میرا مذاق اڑا رہی ہو۔" حمید نے آنکھیں نکالیں۔

"نہیں...... ہرگز نہیں۔"

"بس ختم کرو۔" حمید کا لہجہ بے حد خشک تھا۔ "اگر کسی نے ہمیں یہاں اس نالے پر کھڑے دیکھ لیا تو۔"

"میں نہیں ڈرتی ان چیزوں سے۔" وہ ہنس کر بولی۔ "بلکہ اگر کوئی کسی قسم کے شبے پر مبتلا ہو کر میرے بارے میں کوئی ایسی ویسی بات کہتا ہے تو ایک خاص قسم کی لذت محسوس کرتی ہوں۔"

"ارے تم تو لذتوں کی فیکٹری معلوم ہوتی ہو۔"

"اچھا جملہ ہے...... پسند آیا۔"

"یہ بڑی مونچھوں والا کون تھا جسے دیکھتے ہی دم دبا کر بھاگی تھیں؟"

مسٹر جیری وکٹر...... مائی فادر...... مسٹر وکٹر اور فادر کے توافی کیسے رہے! کیوں؟"

"میرا وقت نہ برباد کرو......" حمید چڑھائی کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

"ٹھہرو......!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "اگر میری مرضی کے خلاف ایک قدم بھی اٹھایا تو بڑی زحمت میں پڑ جاؤ گے وکیل صاحب۔"

"کیا مطلب......!"

"اگر تمہارا گریبان پکڑ کر چیخنا شروع کر دوں تو کیسی رہے۔"

"مزہ آجائے۔" حمید آنکھیں بند کر کے بولا۔ "میں خود کو لذتوں کا پرنٹنگ پریس محسوس کرنے لگوں گا۔"

"اچھا جاؤ دفع ہو جاؤ...... میں تمہیں دیکھ لوں گی۔"

حمید سچ مچ یہی سوچ رہا تھا کہ اگر کسی نے انہیں یہاں اس نالے میں کھڑے دیکھ لیا تو

برپا ہو جائے گا۔ کیونکہ ابھی تک اس نے کرسچین ہاؤسنگ سوسائٹی کے لوگوں کے
بُری افواہیں نہیں سنی تھیں۔ عام طور پر خیال تھا کہ یہاں کے لوگ پڑھے لکھے مہذب
بہ کردار کے مالک ہیں۔

وہ چپ چاپ چڑھائی کی طرف بڑھتا چلا گیا...... مڑ کر دیکھنے کی بھی زحمت گوارہ
کی۔

وہ سوچ رہا تھا کہ آخر پڑوسیوں سے کیا پوچھتا پھرے۔ ہو سکتا ہے فریدی کا اشارہ صرف
کی کی طرف رہا ہو۔

لیکن یہ لڑکی؟

کچھ دیر بعد وہ پھر اُسی عمارت کے سامنے نظر آیا جہاں فریدی کو چھوڑا تھا...... لیکن
کار کہاں تھی؟ دروازہ بھی مقفل نظر آیا...... مالک مکان کا کہیں پتہ نہ تھا۔

کیا مصیبت ہے؟ جھنجھلاہٹ میں مبتلا ذہن سوچنے لگا۔ کوئی تک ہے اس زیادتی کی؟ اب
کے لئے ٹیکسی تلاش کرتے پھریئے۔

دفعتاً مالک مکان پھر اسی عمارت کے پھاٹک پر نظر آیا جہاں پہلے دیکھا گیا تھا۔ حمید تیزی
اس کی طرف بڑھا۔

"اُوہ...... آپ ابھی یہیں ہیں جناب......!" اس نے حمید سے پوچھا۔

"جی ہاں...... کیا...... میرے لئے کوئی پیغام ہے؟"

"جی نہیں...... کیسا پیغام۔" مالک مکان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"مطلب یہ کہ...... کرنل صاحب۔"

"جی نہیں...... انہوں نے مجھ سے آپ کے لئے کچھ نہیں کہا۔ مکان کے بارے میں
گئے ہیں کہ اُسے محکمے کی اجازت حاصل کئے بغیر دوبارہ نہ تو کھولا جائے اور نہ وہاں کی کسی
ہاتھ لگایا جائے۔"

"کیا انہوں نے کہا تھا کہ آپ مجھ تک یہ اطلاع ضرور پہنچائیں؟"

"جی نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔"

حمید وہاں سے ہٹ کر پھر سڑک پر آ گیا۔ سوچ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ کیا
پاس کے لوگوں سے پوچھ گچھ کرنا ضروری ہے؟

لیکن کیا پوچھ گچھ کی جائے؟ اوہ ٹھیک...... اُس کار کے بارے میں جس کا تذکر
نے کیا تھا؟ لیکن ضروری نہیں کہ وہ سچ ہی بول رہی ہو۔

حمید پھر مالک مکان کی طرف پلٹا۔

"ایک بات......!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "کیا یہاں کبھی آپ نے کوئی ایسی کا
دیکھی ہے جس کے نمبر پلیٹ پر منسٹری آف فارن افیئرز لکھا رہا ہو۔"

"اکثر دکھائی دیتی تھی......" مالک مکان نے اکتائے ہوئے لہجے میں لاپروائی سے

"کیا وہ کوئی بہت وجیہہ آدمی تھا۔"

"ارے بھئی صاحب ہوتے تھے اُس پر......!"

"کون بھئی......؟"

"ممکن ہے آپ نہ جانتے ہوں...... وہ تو بہت مشہور آدمی ہیں۔ بہت سوشل
میں نہیں جانتا کہ ان کا عہدہ کیا ہے۔"

"کار خود ڈرائیو کرتا تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ خود ہی ڈرائیو کرتے تھے۔"

"لڑکی اس کے ساتھ باہر بھی جاتی تھی۔" حمید نے پوچھا۔

اُس نے فوراً ہی جواب نہیں دیا۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "دیکھئے
میں دل کا مریض ہوں۔ آج بہت زیادہ ذہنی جھٹکے لگے ہیں۔ براہِ کرم یہ بتا دیجئے کہ آ
محکمہ اچانک اس طرف کیسے متوجہ ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ خود کو عیسائی ظاہر کر کے کوئی مکان
پر حاصل کر لینا ایسا بڑا جرم نہیں ہے جس کے لئے محکمہ سراغ رسانی کو حرکت میں آنا پڑے

"آپ کو یہ سوال میرے چیف سے کرنا چاہئے تھا۔"

"آپ ہی کرم کیجئے میرے حال پر ورنہ مجھ پر دل کا دورہ بھی پڑ سکتا ہے۔"

"مجھے افسوس ہے اپنی لاعلمی پر۔"

"آپ نہیں جانتے۔"

"قطعی نہیں۔ ہم جیسے لوگ تو صرف احکامات کے پابند ہوتے ہیں۔"

"اوہ......!"

پھر وہ کچھ اور بھی کہنے والا تھا کہ حمید تیزی سے دوسری طرف مڑ گیا۔ چرچ روڈ تک
ہی جانا تھا کیونکہ دور دور تک کوئی ٹیکسی نہیں دکھائی دیتی تھی۔

وہ سوچ رہا تھا کہ فارن آفس کے کسی ایسے بھٹی کا پتہ لگانا دشوار نہ ہوگا جو بہت سوشل
الحال اتنی ہی معلومات کافی ہیں یہاں سر کھپانے سے کیا فائدہ۔

اچھی طرح اندھیرا پھیل گیا تھا اور سڑک کے کنارے لگے ہوئے الیکٹرک پولس کے
جگمگانے لگے تھے۔

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا چرچ روڈ کی طرف جا رہا تھا کہ اچانک بائیں جانب ایک اسکوٹر
ر ہلکے سے قہقہے کی آواز آئی۔ آواز جانی پہچانی تھی۔ اس لئے بے ساختہ مڑنا پڑا۔

جولی وکٹر مضحکانہ انداز میں ہنس رہی تھی۔ لیکن حمید کو اتنا ہوش کہاں تھا کہ کسی کے
پر دھیان دیتا۔ وہ اس کے سانچے میں ڈھلے ہوئے جسم کو دیکھتا رہ گیا۔ سیاہ جین اور ہلکی
ٹ میں گویا قیامت سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔

"آؤ...... کہاں جانا چاہتے ہو...... میں پہنچا دوں۔" اُس نے بڑے بے تکلفی سے

"تت...... تم پہنچا دو گی۔"

"ہاں آؤ جلدی کرو"

"صبح کے اخبارات خوب فروخت ہوں گے۔"

"کیا مطلب......!"

"میں نے ابھی تک اس شہر میں ایسی کوئی بدعت نہیں دیکھی۔"

"جلدی سے صاف صاف کہو...... کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"تم پیچھے بیٹھو گی...... میں چلاؤں گا۔"

"کیوں......؟"

"لوگ کہیں گے کیسا نامعقول شوہر یا بوائے فرینڈ ہے کہ خود پیچھے بیٹھا ہوا ہے۔"

"اب تو تمہیں پیچھے ہی بیٹھنا پڑے گا۔"

"کوئی زبردستی ہے...... میں پیدل جاؤں گا۔"

"زحمت میں پڑو گے...... اگر میرا کہنا نہ مانا۔"

"کیا کرو گی تم......!"

"وہی پرانا حربہ...... شور مچانا شروع کردوں گی۔ لوگ اکٹھا ہو جائیں گے۔"

حمید تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "اچھی بات ہے.... لیکن......!"

لیکن جملہ "لیکن" سے آگے نہ بڑھ سکا۔

حمید کو اس مضحکہ خیزی پر ہنسی آرہی تھی۔ لوگ انہیں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے اور اسکوٹر برق رفتاری سے اڑا جا رہا تھا۔

وہ قطعی خاموش تھا۔ دیکھنا چاہتا تھا کہ لڑکی اسے کہاں لے جاتی ہے۔ لے کہاں جاتی..... یونہی بے مقصد شہر کی مختلف سڑکوں پر لئے پھر رہی تھی۔

کچھ دیر بعد حمید نے محسوس کیا کہ وہ سچ مچ تماشہ بن کر رہ گئے ہیں۔ کئی جگہ تو آوارہ قسم کے لوگوں نے آوازے بھی کسے تھے لیکن وہ اسی طرح ڈھیٹ بنا بیٹھا رہا۔

آخر ایک جگہ وہ اسکوٹر روک کر جھلائے ہوئے لہجے میں بولی۔ "اے...... کیا پٹرول مفت ملتا ہے۔ مجھے تم بتاتے کیوں نہیں کہ کہاں جانا ہے۔"

"تارجام......!" حمید نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "پٹرول اور ڈلوائے لیتے ہیں۔"

"دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔ میں تمہیں تارجام لے جاؤں گی۔"

"اچھا تو پھر میں تمہیں لے جاؤں گا۔"

"اترو نیچے۔"

"ہرگز نہیں...... یہاں تم شوق سے شور مچا سکتی ہو۔ بھیڑ تو پہلے ہی لگ گئی ہے۔"

حقیقتاً دس بارہ آدمی اُن سے تھوڑے ہی فاصلے پر رک کر انہیں گھورے جا رہے تھے۔

ی ٹھنڈی پڑ گئی اور آہستہ سے بولی۔ "آخر تم چاہتے کیا ہو۔"

"تارجام جانا چاہتا ہوں۔"

"مجھے دس بجے سے پہلے گھر پہنچنا ہے۔ ڈیڈی دس بجے کے بعد مجھے گھر سے باہر نہیں نے دیتے۔"

"اچھا چلو...... دس بجے ہی تک کے لئے۔"

جولی نے ٹھنڈی سانس لی اور اسے ایسی نظروں سے دیکھا جیسے اپنی حماقت پر اب پشیمانی وس کر رہی ہو۔ پھر اس کی پیشانی پر چند شکنیں نمودار ہوئیں اور وہ مسکرا کر بولی۔ "ایک یر سمجھ میں آئی ہے۔ اس طرح ہم پوری رات گھر سے باہر گذار سکیں گے۔ تمہاری آواز ے خالہ زاد بھائی گیسپر سے بہت مشابہ ہے۔ تم ڈیڈی سے فون پر کہہ دو کہ ممی نے جولی کو ک لیا ہے...... وہ صبح آئے گی۔"

حمید کی باچھیں کھل گئیں...... جلدی سے بولا۔ "بتاؤ...... بتاؤ...... نمبر ؤ...... وہ سامنے ہی تو ہے ٹیلی فون بوتھ...... ابھی کال کر کے آیا۔"

"زیادہ بات نہ کرنا۔"

"میں سمجھتا ہوں...... نمبر بتاؤ۔"

"سیون فائیو ڈبل ون سیون سکس...... بھولنا نہیں...... تمہارا نام گیسپر ہے اور لا نے جولی کو روک لیا ہے۔"

"سمجھ گیا۔"

حمید اسکوٹر سے اتر کر ٹیلی فون بوتھ کی طرف جھپٹا۔ بوتھ اتفاق سے خالی ہی ملا۔ دروازہ د کر کے فون میں سکہ ڈالا اور نمبر ڈائیل کرنے لگا۔

دوسری طرف سے دہاڑتی ہوئی سی آواز آئی۔ "ہلو......!"

"م...... میں گیسپر بول رہا ہوں۔"

"گیسپر......!" دہاڑ کچھ اور وزنی ہو گئی۔ "سور کے بچے! تم باز نہیں آؤ گے۔"

حمید نے بوکھلا کر نہ صرف سلسلہ منقطع کردیا بلکہ جولی وکٹر کو ایک گندی سی گالی بھی دی۔ فوری طور پر خیال آیا تھا کہ وہ اسے بیوقوف بنا گئی اور حقیقت بھی یہی تھی۔ بوتھ سے باہر نکل کر دیکھا تو اسکوٹر کا کہیں پتہ نہ تھا۔

وہ دانت پیستا ہوا پھر بوتھ کی طرف مڑ گیا۔

وہی نمبر پھر ڈائیل کئے۔ دہاڑ پھر سنائی دی اور حمید نے کسی عورت کی سی آواز میں کہا

"میں جولی ہوں۔"

"تم کہاں ہو۔"

"گیسپر کے ساتھ۔"

"کیا......؟ تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔"

"ڈیڈی...... یہ ظلم ہے۔"

"ڈیڈی کی بچی...... اب میں تجھے ماروں گا۔"

حمید ماؤتھ پیس ہی میں کھانسنے لگا۔ مقصد یہ تھا کہ دوبارہ بولنے پر آواز کچھ بھرائی ہوئی سی ہو تاکہ دوسری طرف سے بولنے والا کسی قسم کے شبہے میں نہ مبتلا ہو سکے۔ لیکن دوسری طرف سے فوراً ہی آواز آئی۔ "تم کھانس رہی ہو...... تو اُس حرامزادے نے بالآخر تمہیں بھی چرس پینا سکھا ہی دیا۔ آج تمہاری خیریت نہیں، فوراً واپس آؤ۔"

"ڈیڈی......!"

"واپس آؤ......!"

"اچھا......" حمید نے مردہ سی آواز میں کہا اور سلسلہ منقطع کردیا۔

اس بار بوتھ سے باہر نکلا تو ایسا خوش و خرم نظر آرہا تھا جیسے اچانک کسی خوشخبری نے دل کی کلی کھلا دی ہو۔

ٹیکسی میں بیٹھ کر گھر واپس آیا۔ فریدی لائبریری میں کسی چارٹ پر جھکا ہوا ملا۔

قبل اس کے کہ وہ کچھ پوچھتا حمید نے خود ہی اپنی کارگزاریوں کا راگ الاپنا شروع کردیا۔ لیکن کہانی کا وہ حصہ صاف اڑا گیا جس میں جولی وکٹر اپنے سکوٹر سمیت داخل ہوئی تھی۔

"بھٹی......!" فریدی کچھ سوچتا ہوا زیر لب بڑبڑایا۔ تھوڑی دیر خاموش رہا پھر بولا۔ "ایسے ایک بھٹی کو جانتا ہوں جو بہت سوشل تھا...... ثقافتی تحریکوں میں حصہ لیتا رہتا

لیکن......!"

"لیکن کیا......؟" حمید نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔" اُس نے کہا اور اُس میز کی طرف بڑھا جس پر فون رکھا ہوا تھا۔ کسی کے ڈائیل کر کے ماؤتھ پیس میں بولا۔ "منسٹری آف فارن افیئرز کے مسٹر بھٹی کی ایکس آر ...ہو رہا ہے۔ ہاں میں گھر سے بول رہا ہوں...... ہوں ٹھیک ہے...... بیس منٹ کافی ...گے۔"

سلسلہ منقطع کر کے وہ حمید کی طرف مڑا۔ آنکھیں گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

"اس مکان کی تلاشی کا کیا نتیجہ نکلا؟" حمید نے پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں...... انہوں نے کوئی نشان نہیں چھوڑا۔"

"لاش کے سر ہتھیلیوں اور پنجوں کے متعلق کیا خیال ہے؟"

"وہ کسی سوٹ کیس میں بہ آسانی لے جائے جا سکے ہوں گے۔"

"اسی طرح لاش بھی ٹھکانے لگائی جا سکتی تھی۔ اس گھڑاگ کی کیا ضرورت تھی۔ اس ...تو کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی۔"

"اس طرح لے جانے کے لئے لاش کے بھی ٹکڑے کرنے پڑتے۔"

"پھر بھی یہ حماقت...... میری سمجھ میں تو نہیں آرہی۔" حمید نے پائپ میں تمباکو ...تے ہوئے کہا۔ "لاش کو مکان ہی میں چھوڑ کر لاپتہ ہو سکتے تھے۔ آخر اس طرح شارع عام پر ...لنے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے؟"

"فی الحال صرف یہی ایک الجھاؤ ہے۔" فریدی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ...انداز میں کہا۔

"خیر ہوگا۔" حمید نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔ "آپ اتنی جلدی ٹھیک اُسی ...جا پہنچے تھے۔"

"سامنے کی بات تھی۔"

"یعنی......!"

"خود ہی ذہن پر زور دو۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

"کیا ضرورت ہے۔" حمید نے لاپروائی سے کہا اور پائپ سلگانے لگا۔

یہ جملہ ادا کرتے وقت جنازے کا خیال آیا۔ پھر مذہبی نقطہ نظر سے جنازے کو چا
قدم پہنچانے کی تاکید یاد آئی اور پھر تو ذہن فراٹے بھرنے لگا۔

ذرا ہی سی دیر میں یہ بات سمجھ میں آگئی کہ فریدی اتنی جلدی ٹھیک اسی جگہ کیسے پہ
تھا جہاں سے جنازہ اٹھایا گیا تھا۔

وہ یہ بھی جانتا تھا کہ جی۔ سی۔ ایچ سوسائٹی میں کوئی غیر عیسائی نہیں رہتا۔ اس کا بھی
تھا کہ مکانات کرایہ پر حاصل کرنے کے لئے مالک کی بجائے سب سے پہلے سوسائٹی کے د
سے رابطہ قائم کرنا پڑتا ہے۔ وہاں سے کھل کر یہ جواب تو نہیں ملتا کہ کسی غیر عیسائی کو مکا
کرایہ پر نہیں دیا جاسکتا بلکہ خواہشمند کے نام سے مذہب کا اندازہ کر کے اُسے کسی حیلے سے
دیا جاتا ہے۔

فریدی نے اس نیک دل آدمی سے خاص طور پر پوچھا تھا کہ اس جنازے پر اس کی
نظر کہاں پڑی تھی۔ مقام کے تعین پر بار بار زور دے رہا تھا۔ بہر حال یہ معلوم کر لینے کے
کہ اس نے وہ جنازہ چرچ روڈ کے کراسنگ پر دیکھا تھا جائے واردات کا پتہ لگا لینا حقیقتاً مشکل
نہیں تھا۔ اس جگہ اسے جنازے کے ساتھ صرف پانچ آدمی نظر آئے تھے اس کا مطلب یہ
کہ جنازہ کسی قریبی ہی بستی سے روانہ ہوا ہو گا اور وہ بستی بھی ایسی ہی ہو سکتی تھی جہ
دوسرے مذاہب کے لوگ آباد رہے ہوں۔ ورنہ جنازے کے ساتھ صرف پانچ ہی آد
ہوتے۔ ایسے موقع پر ہر مسلمان کو جنازے کو چالیس قدم پہنچانے کا فرض یقینی طور پر یا
ہے چاہے وہ کتنا ہی آزاد خیال کیوں نہ ہو۔ لہٰذا یہ بات طے پا گئی کہ وہ کسی ایسی بستی سے ر
ہوا ہو گا جہاں مسلمان آباد نہ رہے ہوں۔ شہر میں جی۔ سی۔ ایچ سوسائٹی کے علاوہ اور ایک
بستی نہیں تھی۔ چرچ روڈ کے کراسنگ سے قریب بھی تھی...... جنازے کے ساتھ صر

ی آدمیوں کا ہونا یہ بھی ثابت کرتا تھا۔ کراسنگ تک پہنچنے کے لئے اُس نے کوئی لمبا
نہیں طے کیا۔ ورنہ کتنے ہی مسلمان راہگیر اس کے ساتھ ہوتے۔

حمید نے طویل سانس لی اور فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیوں......؟ کیا سوچ رہے ہو۔" فریدی مسکرایا۔

"یہی کہ میں دیدہ و دانستہ اچھا کارگذار نہیں بننا چاہتا۔"

"کیونکہ کارگذاری کا تعلق اس سے ہے۔" فریدی نے کنپٹی پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔

"ہو گا......!" حمید نے لاپروائی سے شانے جھٹکائے۔ "کارگذار گدھوں پر ناکارہ
ں کا بوجھ بھی لاد دیا جاتا ہے۔"

"ہوں...... تو تم اس لئے بھن رہے ہو کہ میں اطلاع ملتے ہی خود کیوں دوڑ پڑا تھا۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ اتنے میں فون کی گھنٹی بجی...... فریدی نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا
تھ پیس میں بولا۔ "ہیلو...... ہاں...... ہاں...... ٹھیک ہے...... میں چرچ روڈ
راسنگ پر منتظر رہوں گا۔"

ریسیور رکھ کر وہ حمید کی طرف مڑا۔

"شاید ہمیں پھر وہیں جانا پڑے۔" اس نے کہا۔

"ضرور تشریف لے جائیے۔" حمید کا لہجہ بے حد سعادت مندانہ تھا۔

"اوہ تو تم اس سے یہ بھی نہیں معلوم کرنا چاہتے کہ وہ تمہیں اس طرح کیوں چھوڑ
ا تھی۔"

"کیا مطلب......!" حمید کے لہجے میں تلخی بھی تھی اور حیرت بھی۔

"میں جولی وکٹر کی بات کر رہا تھا۔"

"لعنت ہے میری زندگی پر......!" حمید پیر پٹخ کر بولا۔

"غلط نہ سمجھو...... وہ محض ایک اتفاق تھا کہ کسی نے تمہیں دیکھ لیا، خاص طور پر کسی
ا کے لئے ہدایت نہیں دی گئی تھی...... چلو......" فریدی اسے دروازے کی طرف
ڑھتا ہوا بولا۔

اب وہ پھر چرچ روڈ کے کراسنگ کی طرف جا رہے تھے۔

ایک جگہ فریدی نے گاڑی روکی...... بائیں جانب والے فٹ پاتھ سے ایک آد
گاڑی کی طرف آیا اور فریدی کو زرد رنگ کا ایک لفافہ دے کر آگے بڑھ گیا۔

گاڑی پھر چل پڑی۔

کچھ دیر بعد حمید کی دانست میں وہ پھر مالک مکان کو بور کر رہے تھے۔

فریدی نے جیب سے وہی زرد لفافہ نکالا جو اُسے راستے میں کسی نے دیا تھا...... او
لفافے سے ایک تصویر برآمد ہوئی۔

"ذرا دیکھئے......" فریدی نے اُسے مالک مکان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ نے اسی بھٹی کا تذکرہ کیا تھا......؟"

مالک مکان نے اُس پر اچٹتی سی نظر ڈال کر کہا۔ "جی ہاں...... جی ہاں۔"

"آپ نے اسے آخری بار یہاں کب دیکھا تھا۔"

"یہ تو کل رات بھی آئے تھے ان لوگوں کے پاس۔"

"عورت کا شوہر بھی موجود تھا......؟"

"جی ہاں...... کل وہ بھی کہیں باہر ہی سے آیا تھا۔"

"اچھا شکریہ......!" فریدی اس سے تصویر لے کر جیب میں رکھتا ہوا بولا۔ "مزید
تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔"

"خدارا بتا دیجئے کیا چکر ہے۔ میں دل کا مریض ہوں۔" مالک مکان نے گھگھیا کر کہا۔

"اوہ فکر نہ کیجئے۔ آپ کے لئے کوئی پریشان کن بات نہیں ہو سکتی۔" فریدی اس کا شانہ
تھپک کر بولا۔

واپسی پر حمید نے جولی وکٹر کے مکان پر اچٹتی سی نظر ڈالی۔ کسی کھڑکی میں بھی روشنی نہ
دکھائی دی۔

دوسری طرف فریدی کہہ رہا تھا۔ "اور یہ بھٹی پچھلے سال ایک حادثے کا شکار ہو کر
مر چکا ہے۔"

"مر چکا ہوگا...... لیکن میری نیندیں حرام کرنے کے لئے اسے دوبارہ پیدا ہونا پڑا
" حمید نے جلے بھنے لہجے میں کہا۔

غیر معمولی کھوپڑی

فریدی کچھ نہ بولا۔ کار تیز رفتاری سے شہر کی سڑکوں پر دوڑتی رہی...... پھر حمید
ھنے لگا۔

پھر کہیں گاڑی رکی تھی اور فریدی نے اُسے جھنجھوڑ کر ہوشیار کیا تھا۔

"میں جاگ رہا ہوں۔" وہ پھاڑ کھانے والے لہجے میں بولا۔ ان دنوں نہ جانے کیوں اس
ذہن پر جھلاہٹ طاری رہتی تھی۔ کبھی کبھی موڈ اچھا بھی ہوتا...... لیکن زیادہ تر
گوار اثرات ہی ذہن پر چھائے رہتے۔

"اترو......!" فریدی نے اُسے دوسری جانب کے دروازے کی طرف دھکیلتے ہوئے

حمید اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں۔ ویسے وہ اپنے نیم غنودہ ذہن پر قابو پانے کی کوشش
رہا تھا۔ ساتھ ہی یہ بھی سوچ رہا تھا کہ بسور بسور کر کام کرنے سے تھکن کا احساس بڑھ جاتا
ہے پھر کیوں نہ ہنسی خوشی جہنم میں بھی چھلانگ لگا دی جائے۔

لہٰذا اب اس نے گاڑی سے چھلانگ لگائی اور سامنے والی عمارت کے پھاٹک میں گھستا چلا گیا۔

"کہاں جا رہے ہو......!" فریدی غرایا۔

حمید بالکل کسی فلمی مسخرے کے سے انداز میں مڑا اور اس طرح پلکیں جھپکانے لگا جیسے
ی غیر ملکی زبان میں کہی ہوئی بات کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"واپس آؤ......!"

"بہت بہتر جناب۔" وہ گاڑی کا چکر کاٹ کر فریدی کے قریب پہنچتا ہوا بولا۔

"سدھرے ہوئے موڈ میں نظر آرہے ہو۔" فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرا لیا۔

"قطعی......!"

"تب تو میں نے بدل دی اپنی اسکیم...... ادھر دیکھو...... سامنے اس کھڑکی میں......وہ آدمی بیٹھا ہوا ہے۔"

حمید نے مڑ کر دیکھا...... کھڑکی سے کسی کا سر نظر آرہا تھا۔ چہرہ دوسری طرف تھا۔ وہ پھر فریدی کی طرف مڑا۔

فریدی بولا۔ "تم کھڑکی کے قریب جاکر اسے اپنی طرف متوجہ کرو گے اور اسے ایک گندی سی گالی دے کر تیزی سے گاڑی کی طرف پلٹ آؤ گے۔"

"جی......!" حمید کی آنکھیں بھی "جی" کی طوالت کے ساتھ ہی پھیلتی چلی گئیں۔

"جلدی کرو......!" فریدی اُس کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا۔

"مم...... مطلب یہ کہ......!"

"چلو......!"

حمید ٹھنڈی سانس لے کر پھاٹک کی طرف چل پڑا...... سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ فریدی کیا کرنا چاہتا ہے۔

وہ طوعاً و کرہاً کھڑکی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

قریب پہنچ کر چوکھٹ کے نچلے حصے پر ہاتھ رکھے اور پنجوں کے بل کچھ اوپر اٹھنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ کوئی ٹھنڈی سی چیز گدی سے آلگی۔ ساتھ یہ بھی محسوس ہوا جیسے فریدی کی گاڑی کا انجن اسٹارٹ ہوا ہو اور وہ آگے بھی بڑھ گئی ہو۔

ایک گندی سی گالی حمید نے خود اپنی ذات سے منسوب کرتے ہوئے چپ چاپ دونوں ہاتھ اٹھا دیئے۔ کیونکہ گدی سے چپک جانے والی ٹھنڈی چیز کسی ریوالور کی نال ہی ہو سکتی تھی۔

"بائیں طرف مڑو......" کسی نے آہستہ سے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

مڑنا ہی پڑا...... لیکن وہ خوفزدہ نہیں تھا۔ ہوتا بھی کیسے...... فریدی کے اس رویہ پر تو آگیا تھا اور یہ غصہ اتنا شدید تھا کہ اس پر مرگ ناگہاں کا خوف بھی غالب نہ آسکا۔

پھر جھونک دیا...... اٹھا کر جہنم میں۔ واہ رے قربانی کے بکرے، وہ سوچتا اور نامعلوم کی ہدایات کے مطابق چلتا رہا۔

برآمدے سے گذر کر وہ ایک راہداری میں داخل ہوئے۔ زیادہ دور نہیں چلنا پڑا...... اسی کمرے میں داخل ہو رہے تھے جہاں کھڑکی کے قریب حمید نے کسی کا سر دیکھا تھا۔

وہ اب بھی کھڑکی کے قریب ہی ایک کرسی پر نظر آیا...... اور اب اُس کا چہرہ بھی جا سکتا تھا۔

پچاس پچپن سال کا ایک صحت مند آدمی تھا۔ لیکن سر کی بناوٹ غیر معمولی تھی۔ اسی حمید کو سوجھی بھی خوب...... آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس آدمی کو دیکھنے لگا۔

اُس نے بے حد پرسکون لہجے میں پوچھا۔ "یہ کون ہے۔"

حمید کو یہاں تک لانے والے نے پشت سے جواب دیا۔ "یہ ایک گاڑی سے اتر کر پھاٹک گھس پڑا تھا...... کسی نے اسے آواز دی تھی۔ یہ پھر پلٹ گیا تھا۔ دونوں گاڑی کے قریب آہستہ آہستہ گفتگو کرتے رہے تھے۔ یہ پھر اندر آیا تھا اور کھڑکی میں جھانکنے کی کوشش نے لگا تھا۔"

"دوسرا کہاں ہے۔" کھڑکی کے قریب بیٹھے ہوئے آدمی نے پوچھا۔

"وہ گاڑی میں بیٹھ کر نکل گیا۔"

"خدا غارت کرے میرے اس شوق کو......" حمید بھرائی ہوئی آواز میں بڑبڑایا۔

وہ آدمی اُسے گھورنے لگا کچھ بولا نہیں۔

ریوالور کی نال حمید کی گردن سے ہٹ چکی تھی۔ لیکن اسے استعمال کرنے والا اب بھی کے پیچھے موجود تھا۔

"لیکن تم انہیں زبردستی یہاں کیوں لائے۔" کھڑکی کے قریب بیٹھے ہوئے آدمی نے سے پوچھا۔

"ان صاحب کا کوئی قصور نہیں جناب۔" حمید نے نہایت ادب سے کہا۔ "مگر میں نے حرکت ہی ایسی کی تھی۔"

"یعنی......!"

"بس کیا عرض کروں اپنے اس خبط کے ہاتھوں برباد ہوں۔"

"اس خبط کا تذکرہ میرے لئے بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔" وہ آدمی مسکرا کر بولا۔

"کاسۂ سر کی بناوٹ کا مطالعہ۔"

"اوہ...... تو آپ کو میری کھوپڑی دور ہی سے قابل توجہ نظر آئی تھی۔"

"یہی بات ہے...... میں نے اپنے ساتھی سے گاڑی روکنے کو کہا تھا اور اُسے کچھ بتائے بغیر پھاٹک میں گھس پڑا تھا۔"

"لیکن ساتھی کیوں بھاگ گیا......؟"

"ظاہر ہے مجھے اس طرح پکڑلے جاتے دیکھ کر وہ کیسے رک سکتا تھا۔ ویسے اُس بیچارے نے تو مجھے اس حرکت سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی۔"

"بہر حال اب آپ کو قریب سے مطالعہ کرنے کا موقع مل گیا۔" اس آدمی نے کہا اور دوسرے سے بولا۔ "تم جاسکتے ہو۔ کافی کے لئے کہتے جانا...... آپ تشریف رکھئے جناب۔"

حمید شکریہ ادا کر کے بیٹھ گیا۔

"قریب آجایئے۔" پُر شفقت لہجے میں کہا گیا۔ "کرسی کھسکانے کی زحمت بھی آپ ہی کو کرنی پڑے گی۔"

"کوئی بات نہیں۔" حمید اپنی کرسی اس کے قریب کھسکا لایا۔

لیکن وہ متحیرانہ انداز میں اس کے سر ہی کی طرف دیکھے جارہا تھا۔

"اس ایکٹنگ پر میں تمہیں سو میں سے پچانوے نمبر دے سکتا ہوں کیپٹن حمید۔" دفعتاً اس آدمی نے بے حد خشک لہجے میں کہا۔

اُس کی زبان سے اپنا نام سن کر حمید سناٹے میں آگیا۔ پھر قبل اس کے کہ ذہن کوئی دوسری قلابازی کھاتا وہ آدمی بولا۔ میں کرنل فریدی کو اتنا گھٹیا آدمی نہیں سمجھتا تھا۔

"اوہ...... تو کیا...... عجیب اتفاق ہے۔" حمید نے سنبھالا لینا چاہا لیکن حالات کا علم نہ ہونے کی بناء پر کوئی ڈھنگ کی بات نہ سوجھی۔

"قطعی نہیں۔" وہ آدمی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "کسی قسم کی صفائی کی ضرورت نہیں۔ اب پشن پولیس ہی تمہیں یہاں سے لے جائے گی۔"

"دیکھئے غلط نہ سمجھئے۔ کرنل صاحب کا اس واقعہ سے کوئی تعلق نہیں۔ یقین کیجئے میں تو کے نام تک سے واقف نہیں۔"

وہ آدمی کچھ بولے بغیر حمید کو اس طرح گھورتا رہا جیسے اُس کی کہی ہوئی بات کو تولنے کی کر رہا ہو۔

"میں یقین نہیں کر سکتا۔" کچھ دیر بعد اس نے کہا۔

"میں نہیں جانتا کہ آپ دونوں کے درمیان کیا ہے۔ لیکن اگر مجھے کرنل ہی نے بھیجا اس کا مقصد کیا ہو سکتا ہے؟" حمید بولا۔

"یہ بھی تمہی بتاؤ گے۔"

حمید کچھ کہنے والا تھا کہ کافی کی ٹرالی آگئی۔

عجیب چکر ہے۔ اس نے سوچا۔ ابھی اینٹی کرپشن پولیس کی دھمکی دی تھی اور اس سے انی منگوا چکا تھا۔

کافی کی ٹرالی اس کے قریب لگادی گئی اور وہ اپنے لئے کافی بنانے لگا۔ اب حمید نے دیکھا پ ایک ہی تھا۔ پکا سور معلوم ہوتا ہے۔ اس نے سوچا اور پھر اپنی اس خوش فہمی پر تاؤ آنے اس نے رسمی اخلاق کا مظاہرہ کرنے کے لئے کافی طلب کی تھی۔

وہ خاموشی سے کافی کی چسکیاں لیتا اور حمید کو گھورتا رہا۔ اس کی عمر پچاس سے تجاوز ا تھی لیکن ہاتھ پیر سے مضبوط معلوم ہوتا تھا۔ کھوپڑی انڈے کے چھلکے کی طرح شفاف لیکن اس کی بناوٹ کی بناء پر ہزاروں میں پہچانا جاسکتا تھا۔

کافی ختم کر کے اس نے پائپ سلگایا اس دوران میں حمید پر سے ایک پل کے لئے بھی نظر ہٹائی تھی۔

حمید نے بھی جیب سے تمباکو کی پاؤچ اور پائپ نکالا...... پائپ میں تمباکو بھرتا ہوا
بولا۔ ”آپ کی صحت بہت اچھی ہے لیکن آپ تنہا کافی پی پی کر اسے تباہ کرلیں گے۔“

”میں دشمنوں کو کافی نہیں آفر کرتا۔“ اُس نے بُرا سامنہ بنا کر کہا۔

”آخر میں بھی تو سنوں کہ دشمنی کی نوعیت کیا ہے۔“

”پچھلے سال سوئٹزر لینڈ میں ہمارا جھگڑا ہو گیا تھا۔“

حمید کو یاد آیا کہ فریدی پچھلے سال صرف ایک ہفتے کے لئے باہر گیا تھا لیکن آج پہلی
پہل یہ معلوم ہوا کہ اُس نے وہ ایک ہفتہ سوئٹزر لینڈ میں گذارا تھا۔ پھر جب اس نے یہی نہیں
بتایا تھا کہ وہ گیا کہاں تھا تو اس سفر کی غرض و غائت کا علم حمید کو کیسے ہوتا۔

”سوئٹزر لینڈ جیسے ٹھنڈے مقام پر بھی جھگڑے ہو سکتے ہیں۔“ حمید نے حیرت سے کہا۔

”وہ معاملہ بے حد گرم تھا۔“ جواب ملا۔ لیکن کہنے کے انداز سے پتہ لگانا دشوار تھا کہ یہ
جملہ مزاحاً کہا گیا ہے یا سنجیدگی سے۔

”شہسواری کا مقابلہ؟“ حمید نے پوچھا۔

”جی نہیں...... ایک لڑکی کا معاملہ تھا...... ایک ماہ سے وہ میرے ساتھ تھی اچانک
آپ آکودے۔“

”یعنی کرنل فریدی۔“ حمید اچھل پڑا۔

”کیوں...... تمہیں حیرت کیوں ہے؟“

”کچھ نہیں...... یونہی۔“

وہ زہریلی سی ہنسی کے ساتھ بولا۔ ”میں سمجھتا ہوں یہاں اُس کا ہر شناسا متحیر رہ جائے
اس بات پر...... پارسائی کے جھنڈے گاڑ رکھے ہیں نا یہاں۔“

”تو...... اُس لڑکی کے لئے۔“

”ہاں...... اُسے میرے ہٹ سے زبردستی اٹھالے گیا تھا۔“

”قربِ قیامت کی نشانی......!“ حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

”تم نہیں تھے اُس کے ساتھ۔“

”اجی استغفر اللہ...... یہ حقیر فقیر دوسرے ٹائپ کا واقع ہوا ہے...... دیسی ہی پر
گذارا کرتا ہے۔ سوئٹزر لینڈ وغیرہ کون بھاگتا پھرے۔“

”تم دونوں ہی......!“

”بس جناب...... ہوتی ہے۔ اگر آپ نے میری شان میں کوئی نازیبا کلمہ زبان سے ادا
کیا تو......“ حمید جملہ پورا کئے بغیر ہی کرسی سے اٹھ گیا۔

”کیا کروگے تم......!“

”کچھ کر گذرنے کے بعد ہی غور کرتا ہوں کہ کیا کر گذرا۔“

”مجھے پہچانتے ہو......؟“ وہ آنکھیں نکال کر غرایا۔

”یہی بہتر ہے کہ نہیں پہچانتا ورنہ ہو سکتا تھا کہ مروت آجاتی۔“

”میں نیشنل اسمبلی کا ممبر ہوں...... راٹھور...... نام سنا ہے کبھی۔“

”نہیں......!“ حمید نے کہا تو لیکن نام سن کر سناٹے ہی میں آگیا تھا۔ مشہور لیڈروں
میں اس کا شمار تھا۔ اگر تصویریں چھپوانے کا شائق ہوتا تو حمید نے یقیناً اسے پہچان لیا ہوتا۔ ملک
کے بڑے صنعت کاروں میں سے بھی تھا۔

”ہوں......!“ وہ غرایا۔ ”خیر اب پہچان لو گے۔“

چبھن

یہ کس مصیبت میں پھنسا دیا جناب نے...... حمید کا سر چکرانے کے لئے اسٹارٹ لینے
والا تھا کہ اچانک مزاح کی حس بھی بیدار ہوگئی اور اس نے بڑے پرجوش لہجے میں کہا۔
”فخر کرنا چاہئے اپنی اس صلاحیت پر۔“

”کس صلاحیت پر......!“ طنزیہ لہجے میں پوچھا گیا۔

"وہ کوئی معمولی کھوپڑی نہیں تھی جسے دیکھ کر میں بے قابو ہو گیا تھا۔"

"میرا مذاق اڑا رہے ہو......!" وہ دہاڑا

"ہرگز نہیں...... بلکہ اس قدر خوش ہوں کہ اظہار خیال کے لئے مناسب الفاظ نہیں مل رہے...... ارے کاسہ سر کی بناوٹ...... میرے خدا کاش میں آپ کو دنیا کے دوسرے بڑے آدمیوں کی کھوپڑیوں کے نمونے دکھا سکتا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ آپ مستقبل قریب میں کیا ہونے والے ہیں۔ صدر مملکت...... نہیں...... یہ عہدہ تو صرف ملک ہی تک محدود ہے...... لکھ لیجئے کہ آپ ایک بین الاقوامی شخصیت بننے والے ہیں۔"

راٹھور نے ٹیلی فون کی طرف ہاتھ بڑھایا اور حمید جلدی جلدی بولنے لگا۔ "میں یہاں تک بتا سکتا ہوں کہ آپ کن حادثات سے دوچار ہوں گے اور کس طرح گلو خلاصی حاصل کر سکیں گے...... اور...... اور یہ بھی بتا......!"

ماؤتھ پیس میں اس کی "ہلو" کی دہاڑ سن کر یک بیک خاموش ہو گیا۔ راٹھور بھی تیزی سے بول رہا تھا۔ لیکن وہ شائد گجراتی میں کچھ کہہ رہا تھا اور حمید کو گجراتی قطعی نہیں آتی تھی لہٰذا وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔

راٹھور ریسیور رکھ کر غصیلے انداز میں اُس کی طرف مڑا۔

"اب میری باری ہے سمجھے۔"

"میری بھی ایک گذارش ہے...... وہ یہ کہ...... پلیز...... ایک منٹ ٹھہریئے... مجھے بات پوری کر لینے دیجئے...... شکریہ۔ ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ آپ کرنل فریدی کا غصہ مجھ غریب پر کیوں اتارنا چاہتے ہیں۔ میں آپ کو کس طرح یقین دلاؤں گا کہ کار میرے ساتھ وہ نہیں تھے۔"

"میں الجھنا چاہتا ہوں کرنل فریدی سے۔"

"ضرور الجھئے...... لیکن مجھے درمیان سے ہٹ جانے دیجئے۔"

"میں پوچھتا ہوں تم اس کمپاؤنڈ میں بغیر اجازت کیوں داخل ہوئے تھے۔"

"کہہ تو رہا ہوں کہ بے اختیاری میں یہ حرکت سرزد ہو گئی تھی...... اگر پھاٹک پر

بھی نظر پڑی ہوتی...... تو...... ارے توبہ توبہ۔" حمید اپنا منہ پیٹنے لگا۔

"تو پھر میں تمہیں اینٹی کرپشن پولیس کے حوالے نہ کروں۔"

"جی ہاں...... میں تو یہی چاہوں گا کہ ایسا نہ ہو۔"

"تو پھر تمہیں...... ایک تحریر دینی ہوگی۔"

"کیسی تحریر......!"

"تم اعتراف کرو گے کہ تمہارے ساتھ ایک لڑکی تھی دونوں بہت زیادہ شراب پیئے تھے اور گوشہ عافیت کی تلاش میں میری کمپاؤنڈ میں آگھسے تھے۔ تم دونوں کو میرے نے ناگفتہ بہ حالت میں پکڑا تھا۔"

"ناگفتہ بہ حالت میری سمجھ میں نہیں آئی۔" حمید اپنی معمولی قسم کی کھوپڑی سہلاتا ہوا

"بکواس مت کرو۔"

"اچھی بات ہے...... پھر اس کے بعد کیا ہوگا۔"

"میں تمہیں جانے دوں گا۔"

"یعنی...... یعنی...... وہ تحریر......!"

"میرے پاس رہے گی۔"

"کیا فائدہ ہوگا اس سے...... میں تو کہتا ہوں کہ آپ مجھے جانے دیجئے اس سے بھی ناگفتہ بہ حالت لکھ کر بذریعہ ڈاک آپ کے پاس بھجوا دوں گا۔"

"تم یوں نہیں مانو گے......!" راٹھور نے پھر فون کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"ٹھہریئے...... ایک منٹ......!"

"بکو...... جلدی سے۔"

"میں تحریر دے دوں گا...... کاغذ قلم منگوایئے۔"

اور پھر حمید کو ایک ایسی تحریر دینی پڑی کہ سارے جسم سے ٹھنڈا ٹھنڈا پسینہ چھوٹ پڑا۔ سوچ رہا تھا اچھا ہے بھگتیں گے وہی حضرت جو مجھے کچھ بتائے بغیر جہاں چاہتے ہیں

جھونک دیتے ہیں۔

راٹھور معمولی آدمی نہیں تھا۔ حمید اچھی طرح جانتا تھا کہ ایسی کسی پچویشن میں بڑ
قادر ہارڈ اسٹون کی پیشانی بھی پسیجے بغیر نہ رہ سکی۔ راٹھور سے ٹکراؤ کا مطلب تھا براہ راست
حکومت سے ٹکراؤ۔

اُسے اچھی طرح یاد نہیں کہ وہ وہاں سے کس طرح رخصت ہوا تھا۔ ہوش تو سڑک
پہنچنے کے بعد آیا تھا جب پسینے سے بھیگے ہوئے کپڑوں سے ٹھنڈی ہوا ٹکرائی تھی۔

پتہ نہیں وہ کس سمت جارہا تھا۔ اپنے جوتوں کی کھٹ کھٹ کے علاوہ اس وقت اور ک
نہیں سنائی دے رہا تھا۔ کتنی ہی خالی ٹیکسیاں قریب سے گذر گئیں لیکن وہ اسی طرح چلتا رہا۔
انداز بالکل ایسے فلمی ہیرو کا سا تھا جو ہیروئن کو کھو دینے کے بعد افق کے پار چلا جا
چاہتا ہے۔

اس سے قبل بھی کئی بار فریدی نے اُسے آزمائشوں میں ڈالا تھا لیکن اس حادثے
نوعیت ہی الگ تھی۔

آخر اس حرکت کا مقصد کیا تھا...... لیکن فریدی کی وہ اسکیم کامیاب کہاں ہو
تھی...... زبان ہلانے سے پہلے ہی وہ دھر لیا گیا تھا...... اگر گالی دے کر بھاگتا تو کیا صور
ہوتی۔ کیا وہی چھپا ہوا آدمی فائر نہ کر دیتا جس نے اس کی گردن پر ریوالور کی نال رکھ دی تھ
اور پھر یہ راٹھور...... سوئٹزر لینڈ میں کیا ہوا تھا۔ کیا حقیقتاً فریدی وہ ہے جو خود کو ظاہر کر
ہے۔ کسی لڑکی کے لئے جھگڑا؟ انہونی ہی سی معلوم ہوتی ہے۔ حمید کو اچھی طرح یاد تھا کہ
پچھلے سال ایک ہفتہ کے لئے ملک سے باہر گیا تھا لیکن واپسی پر یہ بتانے سے گریز کرتا رہا تھا
وہ مدت اُس نے کہاں گذاری۔

حمید سوچتا رہا...... جھلاہٹ بڑھتی رہی...... قدم تیزی سے اٹھتے رہے......
منزل کا تعین کئے بغیر۔

کبھی کبھی قریب سے کوئی تیز رفتار گاڑی گذر جاتی۔

بات کہاں سے شروع ہوئی تھی اور کہاں ختم ہوئی۔ مگر ختم کہاں ہوئی۔

کون جانے کہ آنے والے لمحات اسی قصے کو اور کتنا طول دے دیں۔

قصہ؟ لیکن قصہ کیا تھا؟ بھٹی کی تصویر کی شناخت کے لئے وہ جی سی ایچ سوسائٹی گئے
تھے اور فریدی نے بتایا تھا کہ وہ تو عرصہ ہوا کسی حادثہ کا شکار ہو کر مر چکا تھا۔ پھر یہ مسٹر بھٹی
جو پچھلی رات تک مقتولہ کے مکان میں دیکھا گیا تھا کون تھا۔ جی سی ایچ سوسائٹی سے واپسی
کے بعد حرکت...... ؟ کیا مقصد تھا اس کا...... ؟

پھر اس کا ذہن صرف لفظ "مقصد" کی تکرار کرتا رہا۔

سڑک پر ٹریفک زیادہ نہیں تھا اور یہ پیدل چلنے والا تو شائد تنہا ہی تھا۔ دور دور تک کسی
دوسرے آدمی کی پرچھائیں بھی نہ دکھائی دیتی تھی۔

دفعتاً ایک تیز رفتار گاڑی اس کے قریب سے گذری اور کچھ ہی دور جا کر اُس کے بریک
چرچرائے۔ جھٹکے کے ساتھ رکی تھی اور پھر وہ ریورس گیئر میں ڈالی گئی۔

دوسرے ہی لمحے میں حمید کو بھی رک جانا پڑا کیونکہ وہ اس کے قریب ہی آ کر پھر رک
گئی تھی۔

"کیپٹن حمید......!" اندر سے آواز آئی۔ "گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔"

آواز راٹھور کی تھی۔ حمید کچھ نہ بولا۔ ساکت و صامت کھڑا رہا۔ گاڑی کے اندر روشنی
ہو گئی۔ راٹھور اسٹیئرنگ تھامے بیٹھا اُسے گھورے جا رہا تھا۔

"مجھے افسوس ہے، تم پیدل جا رہے تھے، جہاں کہو پہنچا دوں۔" اُس نے کہا۔

"شکریہ...... میں چلا جاؤں گا......" حمید بھنا کر بولا۔

"یار تم تو بڑے خوش مزاج مشہور ہو۔" راٹھور نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

"صرف خوبصورت لڑکیوں کی حد تک۔"

"مجھے معلوم ہے۔ مجھے معلوم ہے۔" راٹھور نے قہقہہ لگایا۔ "آؤ بیٹھ جاؤ۔"

حمید بُری طرح بھنایا ہوا تھا۔ اس نے سوچا...... چلو بیٹھو دیکھا جائے گا۔

اُس نے پچھلی نشست کا دروازہ کھولنا چاہا لیکن راٹھور اگلی نشست کا دروازہ کھولتا ہوا
بولا "نہیں ادھر ہی آؤ۔"

حمید نے بیٹھتے ہوئے دروازہ بند کیا اور راٹھور نے سوئچ دبا کر گاڑی کے اندر بھی روشنی کر دی۔

گاڑی چل رہی تھی اور حمید کنکھیوں سے اُسے دیکھے جا رہا تھا۔ راٹھور نے اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ رکھے تھے۔

دفعتاً اُس نے اپنے ہاتھ سے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ لو۔"

"کیا ہے......؟"

"تمہارا اعتراف نامہ۔"

"کیوں......؟"

"فضول ہے میرے لئے۔ میں یونہی جب چاہوں تم لوگوں سے نپٹ سکتا ہوں۔"

"آپ خواہ مخواہ مجھے کیوں گھسیٹ رہے ہیں۔ آپ کا جھگڑا کرنل فریدی سے ہوا تھا۔ مجھ پر اس کی ذمہ داری نہیں ہے۔"

"ہاں ہاں...... کچھ اس خیال سے بھی۔ بہر حال تم اسے ضائع کر سکتے ہو۔"

حمید نے کاغذ کی تہہ کھولی...... وہ تحریر تھی جو کچھ دیر پہلے زبردستی اس سے لی گئی تھی۔

"نہیں......!" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "میں اسے ضائع کرنے کی بجائے اپنی حماقت کی یادگار کے طور پر رکھوں گا۔"

"تمہاری مرضی......!" راٹھور نے لاپروائی سے کہا۔

حمید نے اُسے بڑی احتیاط سے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لیا۔

گاڑی چلتی رہی...... رفتار خاصی تیز تھی...... لیکن ابھی تک حمید نے اس سے یہ پوچھنے کی زحمت نہیں کی تھی کہ وہ اسے کہاں لے جا رہا ہے۔

"ہائے......!" پچھلی سیٹ سے ایک سریلی سی خواب آلود آواز آئی۔

حمید چونک کر مڑا۔

آہا...... اس کے الفاظ میں تو پچھلی سیٹ پر قیامت ہی سو رہی تھی اور اُسی نے کراہ کر کروٹ بدلی تھی۔

بھرے بھرے سے ہونٹ کسی قدر کھل گئے تھے جن سے سامنے کے شفاف دانت ...ں رہے تھے۔ ایک پتلی سی لٹ گال پر خم کھا کر دہانے کے گوشے تک چلی آئی تھی۔ حمید ...محسوس ہونے لگا جیسے خود اس کی ریڑھ کی ہڈی میں فوارے چھوٹ رہے ہوں۔

وہ جلدی سے پھر سیدھا ہو بیٹھا اور کنکھیوں سے راٹھور کی جانب دیکھا وہ پہلے ہی کے انداز میں ونڈ شیلڈ پر نظر جمائے ہوئے تھا...... اس سے قطعی بے تعلق کہ دوسرے کس ...میں ہیں

حمید نے کھکار کر اُسے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا لیکن اس کی پوزیشن میں کوئی تبدیلی ...ئی۔

آخر اُسے بولنا ہی پڑا۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں۔"

"رات بڑی خوش گوار ہے...... گھر میں جی نہیں لگ رہا تھا کہیں بھی چلے چلیں ۔"

حمید پر پھر جھلاہٹ کا دورہ پڑ گیا۔ لیکن زبان نہ کھل سکی۔ سوچتا رہا...... واہ اُلو کے ...اتنی بے تکلفی سے فرما رہے ہو جیسے ہم بہت دنوں سے ایک دوسرے کو جانتے ...ں...... اور یہ پیچھے کیا تمہاری خالہ محترمہ استراحت فرما رہی تھیں۔

"لیکن یہ رات میرے لئے تو بے حد ناخوشگوار ثابت ہوئی ہے۔" حمید نے کچھ دیر ...کہا۔

"اماں چھوڑو بھی...... ابھی تک اُسی ادھیڑ پن میں پڑے ہوئے ہو۔ تم جیسے لوگوں کو پیچھے مڑ کر دیکھنا ہی نہ چاہئے۔"

"اتفاقاً نظر اٹھ گئی تھی۔"

"اُوہ...... میرا مطلب تھا گذری ہوئی باتوں کی فکر ہی نہ کرنا چاہئے۔ اُسے تو تم بار بار

مڑ کر دیکھ سکتے ہو۔"

"شکریہ......!" حمید نے سعادت مندانہ انداز میں کہا اور باقاعدہ طور پر پچھلی سیٹ کی
طرف مڑ گیا۔ لڑکی اب بھی اسی طرح سو رہی تھی...... فرق صرف اتنا ہوا تھا کہ گال پر لہ
کھائی سی لٹ اب ہاتھ کے نیچے دب گئی تھی۔

"دیکھتے رہو۔" راٹھور سنجیدگی سے بولا۔ "اس کے ساتھ ہی ذاتی طور پر امپورٹ کی
ہوئی پرتگالی شراب بھی ہے۔"

"مزید شکریہ۔" حمید نے کہا۔ اب وہ پچھلی سیٹ پر باقاعدہ جھکا ہوا اس طرح سونے والی
کا جائزہ لے رہا تھا جیسے خس و خاشاک کے ڈھیر میں گری ہوئی سوئی تلاش کر رہا ہو۔

راٹھور ہنس کر بولا۔ "واقعی بڑے سور ہو۔"

پھر یک بیک سنجیدہ ہو کر غصیلی آواز میں کہا۔ "تمہیں میرا احترام کرنا چاہئے۔"

"اکثر میرے والد صاحب بھی یہی کہا کرتے ہیں۔" حمید سیدھا بیٹھتا ہوا بولا۔ "مگر
کروں عورتوں کے معاملے میں مجبور ہوں...... آدم کی مجبوری سے بھی آپ واقف ہ
ہوں گے۔"

بار برداری کے تین بڑے ٹرک سامان سے لدے ہوئے اُن کے قریب سے گذر گئے
اب گاڑی رک گئی تھی۔

راٹھور نے حمید سے کہا۔ "اسے جگا دو......!"

گاڑی میں اب اندھیرا تھا...... حمید نے ہاتھ بڑھا کر اُسے جھنجھوڑا...... وہ اچھ
پڑی۔ ساتھ ہی حمید کو ایسا محسوس ہوا جیسے ہتھیلی میں کوئی چیز چبھ گئی ہو...... اُس نے "سی
کر کے ہاتھ کھینچ لیا۔

راٹھور غرا رہا تھا۔ "اٹھئے رانی صاحبہ...... ایسی بھی کیا نیند۔"

حمید اپنی ہتھیلی میں سوزش سی محسوس کر رہا تھا...... اور عجیب سی سنسنی اس کے
سارے جسم میں پھیل گئی تھی۔

راٹھور اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے ایک طرف چلنے لگا۔ وہ بس اس کے ساتھ چلا جا رہا تھا

خالی الذہنی کا سا عالم تھا۔ پیر نہیں لڑکھڑا رہے تھے۔ وہ مضبوطی سے زمین پر قدم رکھ

تھوڑی دیر بعد وہ ایک عمارت میں داخل ہوئے جو تاریک نہیں تھی۔ بڑے بڑے
میکس لیمپوں نے اُسے بقعۂ نور بنا رکھا تھا۔

حمید بولنے کے موڈ میں تھا۔ بولے جا رہا تھا لیکن یہ عجیب بات تھی کہ اُسے اپنی آواز
سنائی دیتی تھی۔ لڑکی ہنس رہی تھی۔ تھرک رہی تھی...... ناچ رہی تھی۔

کئی قسم کے ساز بج رہے تھے۔

نغمہ و نور کا سیلاب تھا کہ چاروں طرف سے امنڈ آیا تھا...... حمید محسوس کر رہا تھا
اس لڑکی کا وجود پورے ماحول پر چھا گیا ہو۔

وہ بولے جا رہا تھا بے تکان۔ یہ سمجھے بغیر کہ کیا کہہ رہا ہے' اور سامنے بیٹھا ہوا راٹھور
بالکل چغد معلوم ہو رہا تھا۔

ایک بار لڑکی تھرکتی ہوئی راٹھور کے قریب سے گذری اور اُس نے اسے حمید پر دھکیل
...... دونوں لڑکھڑاتے ہوئے ایک دوسرے پر گرے...... اندھیرا ہو گیا...... اور ساز
گئے...... پھر پتہ نہیں کیا ہوا کہ حمید کا ذہن بھی اُسی اندھیرے میں ڈوبتا چلا گیا۔

بھاگو

سورج طلوع ہو چکا تھا اور شائد کھلی ہوئی کھڑکی سے براہِ راست آنے والی شعاعوں کی
ت اپنے چہرے پر محسوس کر کے ہی وہ جاگ پڑا تھا۔ لیکن یہ کیا......؟ اُس کے کپڑے
ب تھے۔ وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا...... چاروں طرف نظر دوڑائی لیکن اس کمرے میں کہیں کوئی
ایسی چیز نہ دکھائی دی جس سے برہنگی کا ازالہ ہو سکتا۔ بستر پر چادر بھی نہیں تھی۔ وہ آنکھیں
پھاڑ کر چاروں طرف دیکھتا رہا۔

یہاں ایک مسہری تھی، ایک میز اور دو کرسیاں۔ ملبوسات کی الماری بھی تھی اس کے
قریب ہی چھوٹے سے اسٹول پر فون رکھا ہوا تھا۔

وہ جھپٹ کر الماری کی طرف آیا۔ الماری کا ہینڈل گھماتے وقت پھر فون پر نظر پڑی۔

اس کے ریسیور پر سرخ حروف میں "نیاگرا" تحریر تھا۔

اوہ...... تو کیا یہ نیاگرا ہوٹل کا کوئی کمرہ ہے...... اُس نے سوچا...... لیکن وہ پچھلی رات والی عمارت نیاگرا کی تو ہرگز نہیں تھی۔

الماری کا دروازہ کھل گیا۔ لیکن وہ خالی تھی۔ نہ تو اُسے اپنے کپڑے نظر آئے اور نہ کوئی ایسی چیز جس سے ستر پوشی کی جاسکتی۔

اب وہ سیدھا غسل خانے میں جا گھسا...... خدا کی پناہ۔ یہاں بھی کچھ نہیں تھا۔ ایک تولیہ ہی مل گیا ہوتا...... اب کیا کیا جائے۔

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور وہ جھپٹ کر باہر نکلا۔ ریسیور اٹھالیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ "کیا آپ کمرے ہی میں ناشتہ پسند فرمائیں گے۔"

"اُوہ...... ہاں......!" حمید جلدی سے بولا۔ "دیکھو بھئی...... میں اس کمرے کا نمبر بھول گیا ہوں۔"

"سکنڈ فلور...... تھرٹی سکس...... جناب......!"

"شکریہ...... میں ابھی ناشتے کے لئے خود ہی رنگ کروں گا۔"

"بہت بہتر جناب۔" دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی بھی آواز آئی اور حمید نے بھی ریسیور رکھ دیا۔

سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب اُسے کیا کرنا چاہئے۔ آخر اُسے یہاں کس طرح لایا گیا ہوگا۔ اگر وہ ہوش میں ہوتا تو اس طرح کسی کے قابو ہی میں کیوں آتا۔ ظاہر ہے کہ اُسے اپنی سدھ نہ رہی ہوگی۔ تو کیا وہ اسے اسٹریچر پر ڈال کر یہاں لائے ہوں گے۔ رجسٹر میں نام کس کا درج کرایا ہوگا۔

"راٹھور...... راٹھور...... میں تمہیں دیکھ لوں گا۔" وہ دانت پیس کر بڑبڑایا۔

پھر فون کی طرف بڑھا۔ ہوٹل کے ایکسچینج سے رابطہ قائم کر کے ماؤتھ پیس میں بولا۔ "کاؤنٹر پلیز......!"

کاؤنٹر کنکٹ ہو جانے کے بعد اُس نے کاؤنٹر کلرک سے پوچھا۔ "سکنڈ فلور کے روم

رٹی سکس میں کون مقیم ہے۔"

"آپ کون صاحب ہیں۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"سم بوڈی فرام سی۔ آئی۔ بی۔" حمید نے جواب دیا۔

"مجھے افسوس ہے جناب...... یہ بات آپ کو سپر وائزر ہی سے معلوم ہو سکے گی۔"

سپر وائزر...... حمید نے ریسیور رکھتے ہوئے سوچا۔ وہ تو اُسے اچھی طرح جانتا ہے...... پھر کیا کیا جائے۔ شائد آواز بھی پہچان لے۔

دوبارہ فون کا سلسلہ سپر وائزر سے ملوا کر آواز بدلتے ہوئے وہی سوال کیا جو کاؤنٹر کلرک سے کیا تھا۔

"آپ کون صاحب ہیں۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"سم بوڈی فرام سی۔ آئی۔ بی۔"

"آپ یہاں تشریف لائیے...... اپنا آئیڈنٹی کارڈ دکھائیے پھر بتایا جاسکے گا۔"

"کیا بات ہوئی۔" حمید غرایا۔

"قوانین جناب...... میں مجبور ہوں۔" کہہ کر سلسلہ منقطع کردیا گیا۔

حمید تھوڑی دیر تک سر پکڑے بیٹھا رہا پھر ریسیور رکھ کر دوبارہ سپر وائزر ہی سے سلسلہ ملایا اور اُس بار اپنی اصل آواز میں اُسے مخاطب کرتا ہوا بولا۔ "مسٹر شرما...... میں کیپٹن حمید بول رہا ہوں۔"

"اُوہ...... تو آپ جاگ رہے ہیں۔ ابھی ابھی کسی نے فون پر آپ کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہا تھا...... آپ ہی کے محکمے کا حوالہ دے کر لیکن میں نے فی الحال ہوٹل کے قوانین کی آڑ لے کر ٹال دیا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اب وہ خود ہی آرہا ہو۔"

"فکر نہ کرو...... بس جلدی سے میرا ایک کام کردو۔ ایک پتلون ایک قمیض اور ایک بنیان اپنے اسٹور سے لے کر بھجوادو۔ قیمت نیچے آکر ادا کردوں گا۔"

"سائز بتائیے...... ابھی بھجواتا ہوں۔"

حمید نے اُسے سائز بتا کر سلسلہ منقطع کردیا۔

اب وہ دروازے کے قریب کھڑا کپڑوں کا منتظر تھا۔

پھر کپڑے بھی آگئے جو دروازے میں تھوڑا سا درہ کر کے باہر کھڑے ہوئے ویٹر سے لے لئے گئے تھے۔

کپڑے پہن لینے کے بعد جان میں جان آئی اور وہ باہر نکلا۔ پہلی منزل سے اُتر کر سیدھا سپروائزر کے کمرے میں آیا۔ شائد وہ اس کا منتظر ہی تھا اور کسی قدر مضطرب بھی۔

"تشریف رکھئے...... جناب۔ پچھلی رات تو میں آپ کی حالت دیکھ کر بوکھلا گیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ آپ نے پہلے کبھی اتنی زیادہ نہ پی ہو گی۔"

"میرے ساتھ کون تھا۔"

"دو حضرات...... جنہیں میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔"

"کیا یہ کمرہ میرے نام سے لیا گیا تھا۔"

"جی ہاں...... انہوں نے کہا تھا کہ وہ آپ کے ہمدرد ہیں۔ آپ ڈیوٹی پر تھے اور آپ نے بہت زیادہ پی لی، وہ دونوں ہمدرد نہیں چاہتے تھے کہ آپ کے محکمے کا کوئی آدمی آپ کو اس حال میں دیکھے۔ لہٰذا وہ آپ کو سیدھے یہیں لیتے چلے آئے۔"

ہوں...... کیا وقت تھا......!"

"غالباً ساڑھے تین بجے تھے۔"

"تمہاری ڈیوٹی کس وقت سے شروع ہوئی تھی۔"

"تین بجے سے۔" سپروائزر مسکرا کر بولا۔ "ادھر میں نے بھی تھوڑی سی احتیاط برتی، آپ کا اصل نام رجسٹر میں درج نہیں ہونے دیا۔"

"بہت بہتر۔"

"لیکن ایک بات اور سنو...... وہ لوگ اُس کمرے سے بیڈ شیٹ تک اٹھا لے گئے ہیں۔ کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی جس سے میں...... مطلب یہ کہ...... میرے لئے تو تم نے ہی کپڑے بھجوائے تھے۔"

"اوہ...... یعنی...... اس کا مطلب یہ......!"

"ہاں نہ صرف میرا پرس لے گئے بلکہ کپڑے بھی۔"

"تو کیا وہ آپ کے لئے اجنبی تھے۔"

"میں نے کسی کی شکل نہیں دیکھی...... یہاں کے ایک ہوٹل میں کولڈ ڈرنک سپ
ھا...... پھر مجھے کچھ بھی یاد نہیں۔"

"اوہ...... تو یہ...... کوئی۔"

"بہتر ہے کہ اس سلسلے میں اپنی زبان بند ہی رکھنا۔ مجھے کوئی خواب آور دوا دی گئی تھی
رنک میں...... خیر...... ہاں تو میں کچھ دیر بعد کپڑوں کی قیمت ادا کر دوں گا......
ی نام پر انگیج رہے گا۔"

"بہت اچھے۔" فریدی نے قہقہہ لگایا۔ حمید نے شاید پہلی بار اسے اس طرح ہنستے دیکھا تھا
ا بھی اُس کی مصیبت بھری داستان پر آئی تھی۔ لہٰذا اس کا بھی شعلہ جوالہ بن جانا بے حد
ی تھا۔

اپنا سینہ پیٹ پیٹ کر چیخنے لگا۔ "میں اُلو کا پٹھا ہوں اگر اب آپ کا کوئی غیر سرکاری حکم
ارے اگر وہ مجھے بحالت بے ہوشی قتل ہی کر دیتے تو کیا ہوتا۔"

"کیا تم مجھے اتنا بے خبر سمجھتے ہو؟"

"اوہ...... تو وہ سب کچھ آپ کے علم میں ہوا تھا۔"

"ہاں...... آں...... صرف نیاگرہ پہنچ کر میں نے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں۔"

"اس راٹھور کو اگر میں نے شارع عام پر ننگا نہ کیا تو کچھ بھی نہ کیا۔"

"نہیں نہیں...... بغیر سمجھے بوجھے اتنا بڑا عہد ہر گز نہ کرو۔ وہ تو اس بے چارے نے
زدلی کا مظاہرہ کیا تھا۔"

"زندہ دلی......!"

"ہاں بھئی......وہ خود کو بہت خوش مزاج اور زندہ دل تصور کرتا ہے۔"

"لیکن آپ اُسے گالی کیوں دلوانا چاہتے تھے......" حمید حلق کے بل چیخا اور اسے کھانسی آنے لگی۔

"صبر......صبر......فرزند......" فریدی اس کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔ "میں صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اس نے اپنی حفاظت کے لئے کس قسم کے انتظامات کر رکھے ہیں۔ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ ہونٹ ہلنے سے پہلے ہی تمہاری گردن دبوچ لی جائے گی۔"

"اور اگر وہ گولی ہی مار دیتا تو۔"

"اس سے پہلے خود اس کا جسم چھلنی ہو جاتا۔"

حمید نے پائپ میں تمباکو بھرتے ہوئے بُرا سا منہ بنایا لیکن کچھ بولا نہیں۔

دفعتاً اُسے فریدی کے متعلق وہ انکشاف یاد آگیا جس نے حمید کو بڑی دیر تک متحیر رکھا تھا۔

"راٹھور سے بنائے مخاصمت کیا ہے۔" دفعتاً اُس نے سر اٹھایا۔

"کیا اس نے نہیں بتایا۔" فریدی مسکرایا۔

"آپ کی زبان سے سن کر زیادہ محظوظ ہو سکوں گا۔" حمید نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"جھگڑا ہوا تھا ایک لڑکی کے لئے۔"

"ہا......!" حمید نے آنکھیں بند کر کے ٹھنڈی سانس لی۔ "رس گھولتے رہئے میرے کانوں میں......مکرر ارشاد......!"

"ایک لڑکی کیلئے جھگڑا ہوا تھا اور میں اسے زبردستی اٹھالے گیا تھا اس کے ہٹ سے۔"

"یہ شعر تو مطلع سے زیادہ زوردار ہے......اس لئے سہ کرر ارشاد......!"

"بڑی خوب صورت لڑکی تھی......" فریدی سپاٹ لہجے میں بولا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ حمید کی باتوں پر دھیان دیئے بغیر یہ سب کچھ کہہ رہا ہے۔

"بڑی خوبصورت لڑکی تھی حمید صاحب......لیکن وہ کوئی سوئیس لڑکی نہیں تھی۔"

"بہرحال لڑکی تھی۔" حمید پھر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "سوئیس لڑکیوں میں

پرزوں سے زیادہ نہیں لگے ہوتے۔"

زیدی کچھ نہ بولا۔ اب وہ خاموش ہو کر سگار سلگانے لگا تھا۔ حمید نے بھی سوچا کہ اب ع بدل دینا چاہئے۔ کئی سوال تھے ذہن میں......بات بڑھتی تو ان سوالوں سے تعلق والی الجھنیں بدستور قائم رہتیں......اس نے ایش ٹرے میں پائپ خالی کرتے ہوئے

یکن آپ اس معاملے کو چھوڑ کر یک بیک راٹھور پر کیوں چڑھ دوڑے تھے۔"

زیدی کی نظر میز کے پائے سے ہٹ کر اُس کے چہرے پر جم گئی اور اس نے کچھ دیر بعد بھٹی نے سوئٹزر لینڈ میں اسی کے ہٹ میں دم توڑا تھا اور اس بات کا علم چند آدمیوں کے ی اور کو نہیں تھا۔ میں جانتا تھا......راٹھور جانتا تھا اور ہمارا سفیر برائے سوئٹزر لینڈ اور دو آدمی اور بھی تھے۔"

"بھٹی کے گھر والے تو جانتے ہی ہوں گے۔" حمید نے کہا۔

"اس کا کوئی قریبی عزیز موجود نہیں جسے اس کی موت یا زندگی سے دلچسپی ہو۔"

"لیکن بھٹی کی موت صیغہ راز میں کیوں رہی۔"

"بعض بین الاقوامی پیچیدگیاں پیدا ہو سکتی تھیں۔"

"کیا وہ اتنا ہی اہم تھا۔"

"نہیں......اس سے تعلق رکھنے والے کچھ فرائض کی اہمیت نے اس پالیسی پر مجبور تھا۔ اس کی تنخواہ اب تک الگ رہی ہے اور اس کی وصولیابی بھی بھٹی ہی کے جعلی دستخط ئی ہے۔ لہٰذا اس بھٹی کا تذکرہ سن کر راٹھور کی طرف متوجہ ہونا ضروری تھا۔"

"اور وہ سفیر صاحب۔"

"وہ اب بھی سوئٹزر لینڈ میں ہے۔"

"لیکن آپ تو یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ راٹھور کتنا محتاط ہے۔"

"ہاں......!"

"اس کا یہ مطلب ہوا کہ اس پر پہلے ہی سے نظر تھی آپ کی۔"

"تو کیا تم سچ مچ یہی سمجھتے ہو کہ میں پچھلے سال سوئٹزر لینڈ عیاشی ہی کے لئے گیا تھا۔"

"خدا سب کو نیک توفیق دے۔" حمید نے کہا اور مسمسی صورت بنائے بیٹھا رہا۔

"مجھے یہاں سے بھیجا گیا تھا...... بھٹی کی موت کے بعد۔"

"اور آپ وہاں جا کر لڑکیاں اٹھانے لگے تھے۔"

"ہاں...... آں......!" فریدی تلخ لہجے میں بولا۔ "لڑکیوں کے معاملے میں ہ
اپنے فرائض سے غافل ہو جاتے ہیں...... مثال کے طور پر تم نے پچھلی رات راٹھو
بالتفصیل پورے دن کی رپورٹ دے دی تھی۔"

"میں نے......!" حمید متحیرانہ انداز میں اچھل پڑا۔

"جناب نے......!"

"ہرگز نہیں......!"

"برخوردار تم نے اسے یہاں تک تو بتایا تھا کہ بھٹی کی تصویر شناخت ہو جانے کے ب
ہم لوگ سیدھے اسی کی طرف گئے تھے۔"

"خدا کی قسم مجھے یاد نہیں آرہا۔" حمید نے کہا۔ لیکن دفعتاً اُسے اپنی وہ کیفیت یاد آئی
ہتھیلی میں کوئی چیز چبھنے کے بعد ہوئی تھی۔ اسے یاد آگیا کہ وہ اس کے بعد ہی سے بے تکا
بولے جا رہا تھا۔ لیکن اُسے خود اپنی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ اسے ایسا محسوس ہو تا رہا
جیسے تلوؤں سے آندھیاں سی کھوپڑی کی طرف جا رہی ہوں۔

"میرے خدا......!" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور رحم طلب نظروں
فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

"ہوں......!" فریدی غرایا۔ "اب کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"صرف ایک بات...... کہ میں ہوش میں نہیں تھا۔" حمید نے کہا اور پوری کہ
دہرا دی۔ کہانی کے اختتام پر فریدی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیو
اٹھا لیا۔ کچھ سنتا رہا پھر بولا۔ "نہیں جناب...... وہ پچھلی رات سے غائب ہے۔ ا
تک مجھے اطلاع نہیں دی کہ کہاں ہے۔ بہتر...... جی ہاں...... فوراً مطلع کر دوں گا۔ جی ہ

خود ہی لے کر آؤں گا۔"

پھر وہ ریسیور رکھ کر حمید کی طرف مڑا۔

"شاید تمہارا اعتراف نامہ راٹھور نے ڈی۔ آئی۔ جی تک پہنچا ہی دیا۔ براہِ راست طلبی کا تو
طلب ہو سکتا ہے۔ اچھا برخوردار جتنی جلد ممکن ہو شہر ہی سے نکل جاؤ...... چھوٹی
بس کے نمبر اور رنگ حسب ضرورت تبدیل ہوتے رہتے ہیں گیراج میں موجود ہے۔
ہی ہوگی۔ تارجام کے ہوٹل روانو میں میرے پیغام کے منتظر رہنا۔"

حملہ

یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ اس سے پہلے بھی کئی بار وقتی ضرورت کے تحت وہ افسران
ے دور بھاگ چکا تھا۔ لیکن اس بار وہ وحشت زدہ تھا اپنی اس تحریر کی بناء پر جو اسے راٹھور
پڑی تھی۔ وہ اعتراف نامہ اس کے کیریئر کو داغدار بنا دیتا۔

چھوٹی آسٹن تارجام والی سڑک پر ساٹھ اور ستر میل کی رفتار سے دوڑی جا رہی تھی۔
نے عقب نما آئینے پر نظر ڈالی۔ وہی سکوٹر پھر دکھائی دیا جو شہر ہی سے اس کے پیچھے لگ گیا
لیکن اس پر کوئی عورت تھی۔ فاصلہ اتنا زیادہ رہا تھا کہ عورت پہچانی نہیں جا سکتی تھی۔ اس
ہو جا ضروری نہیں کہ وہ اس کا تعاقب کر رہی ہو۔ بہتیری خواتین بھی اب ایڈونچر کی تلاش
نما بڑے لمبے لمبے سفر کرتی ہیں۔

اس نے اپنی گاڑی کی رفتار کچھ اور تیز کر دی اور فوراً ہی محسوس کیا کہ اسکوٹر کی رفتار بھی
مناسبت سے بڑھا دی گئی ہے۔

دونوں کا درمیانی فاصلہ اب بھی اتنا ہی تھا کچھ دور چلنے کے بعد حمید نے آہستہ آہستہ
م کرنی شروع کی اور اس عورت کی مشاقی پر عش عش کرتا رہا کیونکہ اس طرح بھی

دونوں گاڑیوں کے فاصلے میں کوئی فرق نہ ہونے پایا۔

"اونہہ......!" کچھ دیر کے بعد وہ سر جھٹک کر بڑبڑایا۔ "وہ لیڈی ڈاکٹر انسپکٹر ریکھا ہرگز نہیں ہو سکتی...... پھر ہوا کرے کوئی...... دیکھا جائے گا۔"

رووانو تار جام کے اچھے ہوٹلوں میں تھا جیسے ہی اس کی گاڑی پورچ میں رکی ایک نے تیزی سے آگے بڑھ کر گاڑی کا دروازہ کھولا۔

حمید نے پچھلی نشست پر پڑے ہوئے سوٹ کیس کی طرف اشارہ کیا۔

"کاؤنٹر پر آؤ......!"

پھر وہ گاڑی سے اُتر ہی رہا تھا کہ وہ سکوٹر بھی کمپاؤنڈ میں داخل ہوتا ہوا دکھائی دیا۔

اور...... اور...... وہ اس لڑکی کو پہلی ہی نظر میں پہچان گیا تھا۔ یہ جولی وکٹر تھی۔

اس نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور سیڑھیاں طے کرتا ہوا برآمدے میں داخل ہو گیا۔

صدر دروازے سے گزر کر کاؤنٹر پر آیا۔

پھر جب وہ کاؤنٹر کلرک سے سنگل بیڈ روم کے لئے کہہ رہا تھا دفعتاً پشت سے آواز

"نہیں...... ڈبل بیڈ روم۔"

آواز جولی وکٹر کی تھی اور اس میں بیویوں کی سی غصیلی آواز کی جھلکیاں تھیں۔

بالکل ایسے ہی معلوم ہوتا تھا جیسے بیوی نے اپنے شوہر کو رنگے ہاتھوں پکڑ لیا ہو۔

حمید چونک کر مڑا تھا اور پھر اس کے چہرے پر کچھ اس قسم کا اضمحلال طاری ہو گیا جیسے واقعی وہ اس کا نالائق شوہر ہی ہو۔

"ہوں...... ہوں...... ڈبل بیڈ......!" اُس نے رقت آمیز لہجے میں کہا۔

"بہت بہتر جناب۔" کاؤنٹر کلرک رجسٹر کھولتا ہوا بولا۔ "کیا نام لکھا جائے۔"

"مسٹر اور مسز گیسپر......!" جولی نے تیز آواز میں کہا اور پھر پتہ بھی اپنے ہی مکان کا لکھوا دیا۔

گیسپر کے نام پر حمید کی جان نکل گئی۔ اسے یاد آیا کہ اس نے خود کو جولی پوز کر کے اس کے باپ سے فون پر گیسپر کے متعلق بات کی تھی اور اس کے باپ نے جواب میں کہا تھا کہ وہ اسے مارے گا۔

جولی اس پورٹر سے جو حمید کا سوٹ کیس لایا تھا کہہ رہی تھی۔ "گاڑی اور اسکوٹر دونوں ہی گیراج میں رہیں گے۔"

"بہت بہتر جناب......!" پورٹر نے جواب دیا۔

"کمرہ نمبر ۲۷ جناب۔" کلرک حمید کی طرف کنجی بڑھاتا ہوا بولا۔

کچھ دیر بعد دونوں کمرہ نمبر ۲۷ میں کھڑے ایک دوسرے کو گھور رہے تھے۔

"کیا حرکت تھی......؟" کچھ دیر بعد حمید نے غصیلی آواز میں کہا۔

"تمہیں اطلاع دینے آئی تھی کہ میں اس وقت سچ مچ چرس کے نشے میں ہوں۔"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم کیا کہنا چاہتی ہو۔"

"میری پشت پر تین نیلی دھاریاں ہیں۔ میں تمہارا خون پی جاؤں گی۔"

"شائد تم بہت زیادہ چرس پی گئی ہو۔"

"ڈیڈی کے ہاتھوں پٹ جانے کے بعد میں نے سوچا کہ تم بہت بڑے سور ہو۔ اور پھر جمز کو بتانا ہی پڑا کہ تم لوگ کون تھے لیکن یہ بتاتے وقت وہ بے حد خائف تھے۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ وہ غیر معمولی آنکھوں والا کون تھا اب میں تم سے سمجھ لوں گی۔ کیپٹن حمید صبح ہی سے تمہاری کوٹھی کے آس پاس منڈلاتی رہی تھی۔"

"جانتی ہو کتنا بڑا جرم ہے محکمہ سراغرسانی کے کسی آفیسر کی ٹوہ میں رہنا۔"

"ختم کرو...... اب ہم صرف مسٹر اینڈ مسز گیسپر ہیں۔"

"زبردستی۔"

"اس وقت تک رہیں گے جب تک کہ میری پشت سے نیلی دھاریاں غائب نہ ہو جائیں۔"

"اب کیا مجھے بھی اپنے ڈیڈی سے پٹوانے کا ارادہ ہے۔"

"مجھے ان کی یہ عادت سخت ناپسند ہے۔" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

"حیرت ہے کہ تم اسے برداشت کیسے کرتی ہو۔"

"مجھے خود بھی حیرت ہے؟" اس نے معصومانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہی ہو۔"

"قطعی نہیں...... یہ دیکھو کہ میں نے ابھی تک شادی نہیں کی...... عورتوں
احترام کرنے والے مہذب لوگ قطعی سخت ناپسند ہیں۔ میں ایسا شوہر چاہتی ہوں جو مجھ
غصہ آنے کے بعد درگذر نہ کرے بلکہ تھپڑوں اور گھونسوں کی بارش کر دے۔"

"کیا اس نقلی ازدواجی زندگی میں بھی یہی چلے گا۔" حمید نے اپنے بازوؤں پر ہاتھ
پھیرتے ہوئے پوچھا۔

"اوہ...... یہ تو...... یہ تو میں نے تمہیں نروس کرنے کے لئے مسٹر اینڈ مسز گیب
لکھوا دیا تھا۔"

"لیکن کاؤنٹر کلرک تو یہی سمجھا ہو گا کہ تم شوہر کو کڑی نگرانی میں رکھنے والی کوئی خاتون ہو۔"

"اونہہ......!" اس نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

اتنے لمبے سفر کے بعد بھی اس کے چہرے کی تازگی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

حمید اسے دیکھتا اور سوچتا رہا کہ اس سلونی رنگت کے لئے بیلے کی ادھ کھلی کلیاں کتـ
مناسب رہیں گی۔ کاش اس کے بال بھی اتنے لمبے ہوتے کہ جوڑا سجا سکتی جوڑے میں بیلے
کلیاں۔ بھرے ہوئے بھرپور ہونٹ...... اوپری ہونٹ پر ہلکی سی سبزی مائل روئیدگی......
اور سانچے میں ڈھلا ہوا جسم۔

دفعتاً وہ بولی۔ "میں تمہارے لئے تمہارا پیچھا نہیں کر رہی۔"

"کیا مطلب......!"

"تمہارے چیف کے لئے۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا۔" حمید نے جھنجھلا کر کہا۔

"خفا ہونے کی ضرورت نہیں۔" وہ ہنس پڑی۔

"چیف میری جیب میں نہیں رکھا ہوا تھا...... تم اسے وہیں کوٹھی میں ہی چھوڑ آئی ہو۔"

"اوہ سنو......!" وہ یک بیک سنجیدہ ہو کر بولی۔ پھر کچھ سوچتی رہی۔ اس کے چہرے پر
یش کے آثار تھے۔ آخر کچھ دیر بعد بولی۔ "میں تنہا ہی نہیں منڈلا رہی تھی کوٹھی کے آس
ایک اور آدمی بھی تھا اور وہ صورت سے کوئی اچھا آدمی نہیں معلوم ہوتا تھا۔"

"کیا اس نے میرا تعاقب کیا تھا۔"

"نہیں ایسا تو نہیں ہوا تھا۔"

حمید نے طویل سانس لی اور فریدی کے متعلق سوچنے لگا۔

لکن پھاٹک سے نکل کر سڑک پر آئی۔ فریدی نے جیسے ہی اسے قریبی موڑ پر موڑنا چاہا
ری طرف سے ایک تیز رفتار گاڑی کے بریک چرچرائے۔ فریدی نے فوراً ہی بریک نہ
ئے ہوتے تو ٹکر لازمی تھی۔

دوسری گاڑی کے اسٹیئرنگ پر کوئی عورت تھی۔ جس کے قریب ایک مرد بھی بیٹھا تھا۔
آستین سمیٹتا ہوا بڑے غصے میں گاڑی سے اترا۔

"کیوں جناب...... دیکھ کر نہیں......!"

"غلطی میری نہیں تھی۔" فریدی نے اس کا جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی کہا۔

"اوہ...... ڈارلنگ...... میرا دل۔" دفعتاً گاڑی سے عورت کی منمناتی ہوئی سی آواز
ئی اور وہ گاڑی کی طرف دوڑا۔

فریدی ابھی تک اپنی گاڑی سے نہیں اُترا تھا۔ اس نے دیکھا کہ عورت دونوں ہاتھوں سے بایاں پہلو دبائے کھڑکی پر جھک گئی ہے۔ کار وہی ڈرائیو کر رہی تھی اس لئے اچانک دھچکے کی وجہ سے اس کے اعصاب پر بُرا اثر بھی پڑ سکتا تھا۔

اب تو ازراہ ہمدردی فریدی کو بھی گاڑی سے اترنا پڑا۔

ابھی وہ اس کھڑکی کے قریب پہنچا بھی نہیں تھا کہ بائیں شانے پر شاید ایک بالشت کی اونچائی سے طوفان گزر گیا۔

دوسرے ہی لمحے میں وہ زمین پر تھا۔ پھر لڑھکتا ہوا سڑک کے نیچے چلا گیا۔

ٹامی گن سے نکلی ہوئی گولیوں کی بوچھاڑ بند ہو چکی تھی۔ سڑک کے دوسرے کنارے پر کھڑی ہوئی جیپ جس سے گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی تھی تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

چند سیکنڈ کے اندر ہی اندر یہ سب کچھ ہوا۔ شاید ہی کسی کی سمجھ میں آسکا ہو کہ یہ سب کیا تھا۔

فریدی نے گرتے گرتے اندازہ کر لیا تھا اس کار والے عورت اور مرد دونوں ہی چھلنی ہو گئے ہوں گے۔ حملہ آوروں نے غالباً انہیں پہلے ہی ختم کر دینے کی کوشش کی تھی ورنہ اس وقت فریدی کو شاید دنیا کی کوئی طاقت نہ بچا سکتی۔

وہ دوسری گاڑی پر دھیان دیئے بغیر اپنی گاڑی کی طرف جھپٹا۔

جیپ ابھی نظر میں ہی تھی...... لیکن بھی تیزی سے آگے بڑھی۔ ساتھ ہی فریدی نے ڈیش بورڈ پر لگا ہوا ایک بٹن دبایا اور بولنے لگا...... "ہیلو...... ہیلو...... ہیڈ کوارٹر...... تھرٹین سٹریٹ پر سیاہ رنگ کی ایک تیز رفتار جیپ شمال کی طرف جارہی ہے...... اس نے ٹامی گن چلا کر کچھ لوگوں کو زخمی کر دیا ہے...... ہو سکتا ہے کہ وہ مر ہی گئے ہوں...... ہلو...... ہلو...... میں فریدی آف سی آئی بی بول رہا ہوں۔ میں تعاقب کر رہا ہوں...... اس جیپ کا۔"

وہ خاموش ہو گیا۔ کچھ دیر بعد ڈیش بورڈ سے آواز آئی۔ "ہلو...... ہلو...... کرنل پلیز...... فلائنگ سکواڈ روانہ کر دیا گیا ہے۔"

"شکریہ......!" فریدی بولا اور اس کی نظر ونڈ سکرین پر جمی رہی۔

ڈیش بورڈ سے پھر آواز آئی۔ "ہلو...... ہلو...... کرنل پلیز...... کیا آپ جیپ کا ...کپنے میں کامیاب ہو سکے ہیں۔"

"نہیں...... وہ بہت فاصلے پر ہے...... میں اس کی پوزیشن سے مطلع کرتا رہوں ...ریدی نے جواب دیا۔

"شکریہ جناب......!"

یہ بھی عجیب اتفاق تھا کہ اسے ان راستوں سے گزرنا پڑا جہاں ٹریفک سگنل نہیں تھے۔ ...تا تھا جیپ والے دیدہ دانستہ ان راستوں کو نظر انداز کر رہے ہوں۔

جلد ہی وہ ایک ویران سڑک پر مڑ گئی جو شہر سے باہر جاتی تھی۔ فریدی نے ٹرانسمیٹر پر ...ارٹر کو اس سچویشن کی بھی اطلاع دی۔

اب جیپ کی رفتار پہلے سے بھی زیادہ تیز ہو گئی تھی۔ فریدی کم از کم اتنا فاصلہ برقرار ...اہتا تھا کہ ٹامی گن کا شکار نہ ہو سکے۔

وہ سوچ رہا تھا کہ وہ اسے ایسی جگہ لے جانا چاہتے ہیں جہاں سے اسے کوئی راہ فرار نہ ...کے۔

دفعتاً اس نے محسوس کیا کہ جیپ کی رفتار کم ہو گئی تھی۔ اس نے بھی ایکسلیٹر پر دباؤ کم ...ان کی چال اچھی طرح سمجھ میں آگئی تھی۔ وہ اسے زد پر لے کر فائرنگ کرنا چاہتے تھے۔

ہلکی سی مسکراہٹ فریدی کے ہونٹوں سے نمودار ہوئی اور اس نے اسٹیئرنگ کے قریب ...دروازے کے ہینڈل کے قریب لگے ہوئے بٹن پر انگلی رکھ دی۔ دروازے ہی میں ایک ...ظاہر ہوا جس میں ہاتھ ڈال کر اس نے ٹامی گن نکالی اور اسے گود میں رکھ کر اس طرح ...پھیرنے لگا جیسے وہ کوئی چہیتا کتے کا پلا ہو۔ اس وقت عجیب سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں ...تھا۔ اس مسکراہٹ میں طنز بھی تھا، حقارت بھی تھی اور سفاکی بھی۔

جیپ دفعتاً اس طرح رکی جیسے اچانک کوئی سامنے آ گیا ہو۔ پورے بریک لگے تھے۔ مگ
طور پر فریدی نے بھی پورے بریک لگائے اور گاڑی کا دروازہ کھول کر ٹامی گن سمیت ڈھلان
میں چھلانگ لگادی۔

فوراً ہی دوسری طرف سے ٹامی گن کی تڑتڑاہٹ سنائی دینے لگی۔ ڈھلان میں گھ
جھاڑیاں تھیں جن کی بناء پر فریدی زیادہ دور تک نہیں پھسلا تھا۔ ورنہ یہ چھلانگ اُسے ڈھلان
کے اختتام ہی تک لے جاتی۔

وہ جلد سے جلد کسی مناسب سی جگہ مورچہ سنبھال لینا چاہتا تھا۔ کیونکہ اگر وہ خود ادھ
آ نکلتے تو بچاؤ بے حد مشکل ہو جاتا۔ وہ انہیں سڑک پر ہی روکے رکھنا چاہتا تھا۔

شاید وہ لوگ بھی خائف تھے کیونکہ انہوں نے جیپ کی اوٹ ہی میں پوزیشن لے لی تھ
اور ڈھلان کی طرف آنے کی ہمت نہیں کی تھی۔

اب فریدی ایک تناور درخت کی اوٹ میں پہنچ کر اس مقام کو بخوبی دیکھ سکتا تھا جہاں
سے فائرنگ ہو رہی تھی۔

جیپ کے نیچے سے دوسری جانب ایک متحرک جسم نظر آیا اور فریدی کی ٹامی گ
تھوڑی سی گولیاں اگل کر خاموش ہو گئی۔ سناٹے میں ایک وحشت ناک چیخ دور تک گونجتی چلی
گئی اور پھر دوسری طرف بھی سناٹا چھا گیا۔

فریدی نے جہاں سے فائرنگ کی تھی اب وہاں نہیں تھا۔ تیزی سے جگہ تبدیل کی تھی۔
اس نے جیپ میں دو آدمی دیکھے تھے ایک تو یقینی طور پر زخمی ہوا تھا یا مر گیا تھا لیکن دوسرا۔
یک بیک اس کی ٹامی گن سے کچھ گولیاں نکلیں اور جیپ کے چاروں ٹائر بیکار ہو گئے۔
ساتھ ہی اُسے اپنی گاڑی کا بھی خیال آیا...... کہیں دوسرا آدمی اُسے نہ لے اڑے
کنجی بھی اگنیشن ہی میں رہ گئی تھی۔

وہ اپنی گاڑی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ جاگتے ہوئے ذہن نے صحیح رہنمائی کی تھی۔ اگر
ایک پل کے لئے بھی چوک جاتا تو وہاں سے واپسی خود اس کے لئے مسئلہ بن جاتی۔

ایک آدمی سینے کے بل رینگتا ہوا اس کی گاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا اور ٹامی گن بھی اس
ہاتھ میں تھی۔ وہ کچھ دور رینگنے کے بعد مڑ کر اسی جانب دیکھنے لگتا جہاں سے فریدی نے
ی کی تھی۔

فریدی نے ٹریگر پر دباؤ ڈالا اور رینگنے والے سے تھوڑے ہی فاصلے پر گرد اڑ کر رہ گئی۔
"ٹامی گن دور پھینک دو...... ورنہ چھلنی کر دوں گا......" فریدی نے چیخ کر کہا۔
رینگنے والے کی ٹامی گن دوسرے لمحے میں دور جا گری اور وہ خود چاروں خانے چت
گیا۔

قتل یا خودکشی

اس کے دونوں ہاتھ ادھر اُدھر پھیلے ہوئے تھے اور وہ پلکیں جھپکائے بغیر آسمان کی
ن دیکھے جا رہا تھا۔
فریدی کی ٹامی گن کا رخ اس کے سینے کی طرف تھا۔
ٹھیک اسی وقت مخالف سمت سے فلائنگ اسکواڈ کی تین کاریں آتی دکھائی دیں۔ ان میں
اگلی گاڑی کا سائرن چیخنے لگا تھا۔
فریدی نے بایاں ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا۔ تینوں گاڑیاں تھوڑے فاصلے پر لنکن کے قریب
گئیں۔ مسلح کانسٹیبل نیچے اتر آئے۔
سڑک پر چت پڑے ہوئے آدمی کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال کر وہ جیپ کے قریب
ے آدمی کی طرف متوجہ ہوئے۔
وہ بے ہوش تھا...... دونوں رانوں کی ہڈیاں چور چور ہو گئی تھیں۔
فلائنگ اسکواڈ کے کمانڈر نے فریدی کو بتایا کہ تھرٹین اسٹریٹ والی کار کے قریب دو
ملی ہیں جن کے سینے چھلنی تھے۔ ان میں سے جو مرد تھا سڑک پر گرا تھا...... اور

عورت آدھے دھڑ سے کار کی کھڑکی کے باہر لٹکی ہوئی تھی۔

بہر حال فریدی کا یہ خیال درست نکلا کہ وہ محض اُن ہی دونوں کی وجہ سے بچ گیا تھا ورنہ حقیقتاً مرنا تو خود اسے چاہئے تھا۔

اور پھر جب کچھ دیر بعد ہیڈ کوارٹر میں حملہ آور سے پوچھ گچھ شروع ہوئی تو پوری بات کھل کر سامنے آئی۔

اس نے بتایا کہ وہ ریٹائرڈ فوجی ہے۔ اس کام پر آمادہ کرنے والے نے اس کے لئے ا گن اور ایک جیپ مع ڈرائیور مہیا کی تھی۔ ڈرائیور کو اس نے آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا...... اس سے کہا گیا تھا کہ ایک گاڑی فریدی کی کار کا راستہ اس طرح روکے گی کہ ہو سکتا ہے ایکسیڈنٹ ہی ہو جائے۔ اس کے بعد اس کا کام ہو گا کہ وہ فریدی سمیت دوسری کار والوں کا بھی صفایا کر دے۔ لیکن وہ یہ نہ بتا سکا کہ اس نے فریدی سے پہلے ان ہی دونوں کو ختم کرنا کیوں مناسب سمجھا تھا۔ وہ اس کا جواب نہ دے سکا۔ اول تو اسے اس سلسلے میں کوئی واضح ہدایت نہیں ملی تھی کہ حملے کی پہل کس سے کرے دوسرے وہ خود فوری طور پر کوئی فیصلہ نہیں کر سکا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔

اور پھر جب اس نے اس کام پر اکسانے والے کا نام لیا تو سبھی متحیر رہ گئے۔ وہ ایک مشہور اور نیک نام ڈی۔ ایس۔ پی تھا۔ شہرت اس سلسلے میں رکھتا تھا کہ نہ صرف مجرد کی زندگی بسر کر رہا تھا بلکہ اپنی فقیرانہ زندگی کی بناء پر عوام میں مقبول بھی تھا۔ حاضرین کو اپنی سماعت پر یقین ہی نہ آسکا۔ لیکن فریدی کے ہونٹوں پر ایک پراسرار سی مسکراہٹ دیکھی گئی۔

"اب کیا خیال ہے۔" اس نے ایس۔ پی ہومی سائیڈ سے پوچھا۔

"سمجھ میں نہیں آتا...... اس سلسلے میں بیراگی صاحب کا نام......" وہ مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملتا ہوا بولا۔

"دیکھنا تو پڑے گا......" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

ایس۔ پی ہومی سائیڈ نے فون پر نمبر ڈائیل کر کے کسی کو مخاطب کیا اور شاید جواب

پر کسی قدر متحیر بھی ہوا۔ ریسیور رکھ کر فریدی سے بولا۔ "وہ اپنی سیٹ پر موجود نہیں ہیں۔"

"گھر کے نمبر معلوم کیجئے۔" فریدی نے کہا۔

گھر کے نمبر اس نے دوبارہ فون کر کے کسی سے معلوم کئے تھے۔ انہیں بھی آزمایا۔ لیکن جواب نہ ملا۔ دوسری طرف گھنٹی بج رہی تھی لیکن شاید ریسیور اٹھانے والا کوئی نہ تھا۔

"کیا خیال ہے۔" فریدی نے کہا۔ "میری دانست میں تو ہمیں خود ہی ان کے بنگلے تک چلنا چاہئے۔"

"تک...... کیا آپ کسی خاص نتیجے پر پہنچے ہیں۔"

"ہاں...... آں...... میرا خیال ہے کہ مسٹر بیراگی کا قتل ہمیں خودکشی ہی کی شکل میں ملے گا۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"ہمیں دیر نہ کرنی چاہئے۔" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔

فلائنگ اسکواڈ کی گاڑیاں ایک بار پھر حرکت میں آگئیں۔

ڈی۔ ایس۔ پی جو اپنے نام کے ساتھ بیراگی بھی استعمال کرتا تھا صرف اسی نام سے مشہور تھا۔ رہائش ایک چھوٹے سے صاف ستھرے بنگلے میں تھی۔ بالکل تنہا رہتا تھا۔ حد یہ ہے کہ سرکاری اردلی تک نہیں رکھتا تھا۔ اردلی کو حکم تھا کہ اپنے گھر پر پڑا عیش کیا کرے اور تنخواہ سرکاری خزانے سے وصول کرے۔ اپنے سارے کام خود اپنے ہاتھوں انجام دیتا تھا۔

بنگلے کا آمد و رفت والا دروازہ کھلا ہوا ملا۔ ایس۔ پی نے کال بل کا بٹن دبایا لیکن جواب ندارد۔ کچھ دیر انتظار کر کے وہ بالآخر بنگلے میں داخل ہو گئے۔

بنگلہ تین کمروں پر مشتمل تھا۔ ڈرائنگ روم میں پہنچ کر ایس۔ پی نے اسے بلند آواز میں پکارا۔ لیکن بازگشت کے علاوہ اور کچھ نہ سن سکا۔

اور پھر بیڈ روم میں بیراگی کی لاش چھت سے لٹکتی ہوئی نظر آئی۔ گلے میں رسی کا پھندا پڑا ہوا تھا اور رسی کا دوسرا سرا چھت کے کڑے سے بندھا ہوا تھا۔

تھوڑی دیر تک وہاں قبرستان کا سا سناٹا طاری رہا۔ پھر ایس۔پی فریدی کی طرف مڑا جو فرش پر پڑے ہوئے سیلنگ فین کو بغور دیکھ رہا تھا۔

"کرنل......!" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "یہ پیشین گوئی تھی یا آپ کو پہلے سے علم تھا۔"

"بیراگی جیسے لوگ بظاہر خود کو بے داغ رکھنا چاہتے ہیں اور ایسے حالات میں انہیں یہی کرنا پڑتا ہے۔"

"لیکن یہ خودکشی...... آپ نے کہا تھا کہ قتل خودکشی کے روپ میں پیش کیا جاسکتا ہے۔"

"یہی ہوا ہے...... یقین کیجئے...... بیراگی کو گلا گھونٹ کر مارنے کے بعد اس طرح لٹکا دیا گیا ہے۔"

"لیکن...... لیکن......؟"

"ادھر دیکھئے......" فریدی نے فرش پر پڑے ہوئے سیلنگ فین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "خودکشی کرنے والے آسان سے آسان طریقہ اختیار کرتے ہیں چھت سے سیلنگ فین اتارنا اور اس کی جگہ کڑے میں رسی باندھنا...... وقت چاہتا ہے کپتان صاحب...... جسے زہر میسر آسکے...... وہ رسی کے پھندے سے اجتناب ہی کرے گا۔ ذہنی یا جسمانی اذیتوں سے بچنے کے لئے ہی لوگ خودکشی کی طرف جاتے ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہاں اس خواب گاہ میں خواب آور گولیوں کی کئی شیشیاں موجود ہیں، دو تو بالکل ہی نئی ہیں ان کی سیل تک نہیں توڑی گئی۔ یہ دو شیشیاں خودکشی کے لئے کافی نہ ہوتیں۔"

"لیکن ضروری نہیں کہ اس تک قانون کا ہاتھ پہنچنے سے پہلے ہی خواب آور گولیاں کام کر جاتیں...... مضبوط اعصاب کے لوگوں پر یہ ذرا دیر سے اثر انداز ہوتی ہیں۔" ایس پی نے کہا۔

"اول تو مضبوط اعصاب کے لوگوں کو خواب آور گولیوں کی ضرورت پیش نہیں آتی۔

ہرے اگر وہ جلد سے جلد مرنا چاہتا ہے تو اس نے ڈرائنگ روم والی چھت کے کڑے کو نہیں استعمال کیا۔ ڈرائنگ روم میں چھت کے پنکھے کی بجائے پیڈسٹل فین استعمال ہوتا کڑا بالکل خالی تھا...... یہاں دراصل قاتل یا قاتلوں نے جلد بازی سے کام لیا ہے۔ اسے گلا گھونٹ مارا...... وہیں خودکشی کا منظر بھی ترتیب دے دیا۔ ہو سکتا ہے وہ بنگلے پہلی بار آئے ہوں۔ بیراگی کو چھت سے پنکھا اتارنے سے قبل ڈرائنگ روم کا خالی کڑا ور یاد آتا...... اور وہ پنکھا اتار کر خودکشی کرنے کی حماقت کبھی نہ کرتا۔

ایس پی کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا۔ "آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ پھر اگر وہ قتل ہے تو اس کا لب ہوا کہ بیراگی بھی درمیانی آدمی ہے۔"

"صرف یہی نہیں بلکہ درمیانی آدمی کا خاتمہ اصل مجرم کو تاریکی میں رکھنے کا باعث بھی سکتا ہے۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ پھر اس نے یک بیک چونک کر کہا۔ "وہ کار اور دونوں شیں ان کے لئے آپ نے کیا کیا؟"

لاشیں ابھی تک شناخت نہیں ہو سکیں۔ گاڑی پر نصیر آباد کی نمبر پلیٹ ہے۔ نصیر آباد فون پر رابطہ کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس نمبر کی گاڑی وہاں سے پچھلی رات کو چوری ی تھی۔ میں نے گاڑی کے مالک کو یہاں طلب کیا ہے۔

پھر ایس پی نے اپنے ساتھیوں سے مڑ کر کہا۔ "یہاں کی کسی چیز کو ہاتھ نہ لگایا جائے۔"

"اب مجھے اجازت دیجئے۔" فریدی نے اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ٹھہریئے کرنل۔" وہ مضطربانہ انداز میں بولا۔ "اگر یہ قتل ہی ہے تو آپ خطرے میں ہیں۔"

"میں ہر وقت خطرے میں رہتا ہوں۔" فریدی مسکرایا۔ "اور دروازے کی طرف گیا۔"

✡

حمید نے ایک بار پھر فون پر فریدی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی اور وہ مل ہی گیا۔

"میں کئی بار کوشش کر چکا ہوں۔" حمید نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "اوہ اچھا..... مگر
آپ کو ایک اطلاع دینا چاہتا ہوں وہ یہ کہ کوٹھی کی نگرانی ہو رہی ہے جس وقت میں روانہ ہو
تھا ایک آدمی..... آپ کو معلوم ہے..... اور تو پھر مجھے یہ اطلاع کسی دوسرے سے ہا
تھی..... ہائیں..... آپ کو کیسے معلوم ہوا' اور تو کیا یہاں کوئی اور بھی موجود ہے۔ ار
وہی لڑکی ہے..... پچھلی رات والی.... وہ جس کے سکوٹر پر..... کیا.....؟ جی نہیں
..... وہ کہہ رہی ہے کہ میں تمہارے چیف کے لئے تمہارے پیچھے لگی ہوں۔ آپ ا
آنکھوں کے متعلق کچھ کہہ رہی تھی۔ میری تو سمجھ میں نہیں آتا۔ کیا؟ کمال کرتے ہیں آپ
بھی..... کیسے پیچھا چھڑاؤں۔ وہ اس وقت بھی سامنے کھڑی اپنے مخصوص انداز میں مسکر
رہی ہے..... کیا؟ لاشیں..... اوہ..... لیکن وہ کیا کر سکے گی..... اگر وہ اس پر تیار
ہو تو..... اچھی بات ہے..... ٹھہریئے پوچھتا ہوں۔"

حمید ماؤتھ پیس کو ہتھیلی سے بند کر کے جولی وکٹر کی طرف مڑا۔

"میرا چیف کہتا ہے کہ وہاں دو لاشیں ملی ہیں..... اس کا خیال ہے کہ تم انہ
شناخت کر سکو گی۔"

"مم..... میں.....!" وہ ہکلائی پھر ہنس کر بولی۔ "تم مذاق کر رہے ہو۔"

"نہیں..... یہ حقیقت ہے۔ یہ چیف کا خیال ہے کہ وہ دونوں غالباً وہاں آتے جا
رہے ہوں گے جہاں سے لڑکی کا جنازہ اٹھا تھا۔"

"بھلا خواہ مخواہ خیال کیسے پیدا ہوا۔"

"مرد کی لاش کی شناخت مالک مکان مسٹر جیمز نے کی ہے۔ اس کے بیان کے مطابق
لڑکی کے شوہر کی لاش ہو سکتی ہے۔ اب تمہیں عورت کی لاش کی شناخت کرنی ہے؟"

"دونوں لاشیں ساتھ ملی ہیں۔" جولی نے پوچھا۔

"ہاں ایسا ہی ہوا ہے؟"

"لیکن میں اب شہر واپس نہیں جانا چاہتی۔"

"تمہیں بذریعہ سمن بھی لاش شناخت کے لئے طلب کیا جا سکتا ہے۔"

"کیا کسی دوسرے طریقے سے یہی کام نہیں لیا جا سکتا..... مثلاً جیمز.....!"

"جیمز نے عورت کی لاش سے لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔"

"تو کوئی اور پڑوسی۔"

"میرے چیف کا خیال ہے کہ چونکہ تم اس کی ٹوہ میں رہتی تھیں اس لئے تم نے
صوصیت سے وہاں آنے والی عورتوں پر نظر رکھی ہوگی۔"

"کیا بات ہوئی؟ بھلا عورتوں ہی پر خصوصیت سے کیوں نظر رکھی ہوگی۔"

"کیونکہ تم لڑکوں کی بجائے لڑکیوں سے محبت کرتی ہو۔ یہ بھی میرے چیف ہی کا خیال
ہے ورنہ میں اتنا بھی ناامید نہیں تمہاری طرف سے۔"

"تم بھی الّو ہو..... اور تمہارا چیف بھی۔" وہ کسی قدر جھینپ کر بولی۔

حمید نے پہلی بار اُسے جھینپتے دیکھا تھا۔

"میرا چیف ہو سکتا ہے۔" حمید نے سر ہلا کر کہا۔ "کیونکہ وہ کسی سے بھی محبت کرنے کی
لاحیت نہیں رکھتا۔"

"میں نہیں جا سکتی..... اور تم یہ کیا بکواس کر رہے تھے کہ میں اس کے لئے تمہارے
پچھے لگی تھی۔"

"تم نے کہا تھا..... یا یہ غلط ہے۔"

"میں تمہارے لئے تمہارے پیچھے لگی ہوں۔" وہ اس کے چہرے کی طرف انگلی اٹھا کر
بولی۔ "کیونکہ تمہاری شکل الہڑ لڑکیوں سی ہے۔"

حمید نے ماؤتھ پیس سے ہاتھ ہٹا کر کہا۔ "سنا آپ نے..... چونکہ میری شکل الہڑ
لڑکیوں کی سی ہے اس لئے وہ مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتی۔ خدا کی قسم..... کیا میں غلط کہہ رہا
تھا آپ کے بارے میں اس نے جو کچھ کہا قطعی غلط ہے..... کیا؟ کیوں؟ ارے باپ
رے؟ ہاں؟ ہاں؟ نہیں..... ہوں..... اچھی بات ہے" وہ ریسیور رکھ کر مڑا اور تھوڑی

دیر تک اسے غور سے دیکھتے رہنے کے بعد بولا۔ "اب مجھ سے بچ کر کہاں جاؤ گی۔"

ساتھ ہی پتلون کی جیب سے اعشاریہ دو پانچ کا پستول بھی نکل آیا۔

پستول کا رخ جولی کی طرف تھا اور حمید کہہ رہا تھا۔ "تم لوگ سمجھتے ہو کہ ہم اتنی آسانی سے مار لئے جائیں گے...... ہتھکڑیاں لگا کر یہاں سے شہر لے جاؤں گا۔"

"کک...... کیا مطلب......!" جولی اس کی سنجیدگی پر بوکھلا گئی۔

"بیٹھ جاؤ......!" حمید نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"نہیں......!" وہ ہنس پڑی۔ "تم مذاق کر رہے ہو۔"

"میں تمہیں گولی مار دینے کی حد تک سنجیدہ ہوں۔"

"کیا یہ پاگل پن نہیں ہے۔"

"دو آدمی ہماری کوٹھی کی نگرانی کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک تم تھیں۔ تم میرے پیچھے آئیں اور اُدھر جب میرا چیف باہر آیا تو اس پر قاتلانہ حملہ ہوا۔"

"نہیں......؟" وہ بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔

"میں غلط نہیں کہہ رہا۔ اس پر ٹامی گن سے حملہ ہوا تھا۔ جس کار نے رستہ بلاک کیا تھا اس پر ایک عورت اور ایک مرد بیٹھے تھے۔ دونوں شکار ہو گئے۔ چیف اپنی پھرتی کی وجہ سے بچ گیا۔"

"زخمی بھی نہیں ہوا؟"

"نہیں......!"

جولی نے طویل سانس لی اور مسکراتی ہوئی بیٹھ گئی۔ پھر دفعتاً بولی۔ "اور وہ مرد اس لڑکی کے شوہر کی حیثیت سے شناخت کیا جا چکا ہے۔"

"ہاں...... مالک مکان نے اس کی لاش شناخت کی ہے۔"

"میں ضرور چلوں گی...... لیکن وعدہ کرو کہ مجھے اپنے ساتھ واپس لاؤ گے۔"

"میں تو یہاں سے ہل بھی نہیں سکتا۔"

"کیوں......؟"

"ڈیوٹی...... ڈیوٹی ہے...... یہاں ہمارا ایک آدمی موجود ہے...... وہ تمہیں لے جائے گا۔"

کچھ دیر بعد وہ اس پر رضامند ہو گئی۔ لیکن حمید اس سے یہ نہ معلوم کر سکا کہ وہ واپسی پر بضد ہے۔ چلتے چلتے کہہ گئی "میں تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔"

سارجنٹ رمیش یہاں حمید کی دیکھ بھال کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ وہی جولی کو اسی کے زیر شہر لے گیا۔

حمید سوچتا رہا آخر کیا چکر ہے۔ کہانی ایک بے سر کی لاش سے شروع ہوئی تھی پھر وہ اس تک پہنچے تھے جہاں سے جنازہ اٹھا تھا۔ پھر ایک سال کے مردے مسٹر بھٹی کے زندہ نے کی اطلاع ملی تھی۔ پھر چلا تھا راٹھور کا چکر...... اور اب یہ نیا حادثہ۔ ان دو مرنے ں میں ایک لاش اس لڑکی کے شوہر کی حیثیت سے شناخت کی گئی تھی اور اب عورت کی کی شناخت کے لئے فریدی نے جولی وکٹر کو طلب کیا تھا۔

جولی کے چلے جانے کے بعد تنہائی بُری طرح کھل رہی تھی۔ وہ سوچنے لگا کیا وہ پھر آئے گی۔ یہ لڑکی ابھی تک اس کی سمجھ میں نہیں آ سکی تھی۔ کیا وہ بھی مجرموں کے ہی سے تعلق رکھتی ہے۔

نو بجے رات کو اُسے اطلاع ملی کہ جولی صرف مرد کی لاش شناخت کر سکی ہے۔ اس سلسلے اس نے مالک مکان کی تائید کی ہے۔ عورت کو اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یہ اطلاع اس نے دی تھی جو تنہا واپس آیا تھا۔ جولی وکٹر کے بارے میں وہ کچھ نہ بتا سکا۔

سنہری بوچھاڑ

ڈی۔ آئی۔ جی نے فریدی کو طلب تو کیا تھا لیکن اب خاموش بیٹھا اسے اس طرح دیکھ رہا جیسے گفتگو کے لئے نقطہ آغاز کی تلاش ہو۔ بالآخر کچھ دیر بعد اس نے کہا۔ "کیا تم مجھ سے

کھل کر گفتگو کرنا پسند کرو گے۔"

"یہ آپ کیا فرما رہے ہیں...... کھل کر گفتگو نہ کرنے کی جسارت کیسے کر سکتا ہوں۔"

"تم کسی بھی کیس کے سلسلے میں اس وقت تک کھل کر گفتگو نہیں کرتے جب تک کہ حالات کو پوری طرح اپنی گرفت میں نہ لے لو۔"

"اکثر میں نے اپنے اوہام تک گوش گزار کر دیئے ہیں۔"

"اس میں بھی کوئی مصلحت رہی ہو گی۔" ڈی۔ آئی۔ جی مسکرایا۔

"ایک گزارش میری بھی ہے۔"

"کہو......"

"حمید کو آپ نے براہِ راست کیوں طلب فرمایا تھا۔"

"اوہ......: وہ ایک ذاتی مسئلہ تھا۔"

"کیا اس کے خلاف کوئی اہم رپورٹ ملی ہے۔"

"نہیں بھئی...... دراصل ایک رشتے کے سلسلے میں اس کے ایک خاندان کے متعلق معلومات حاصل کرنی ہیں۔ وہ ان لوگوں کو قریب سے جانتا ہے۔"

"اوہ......!"

"کیا وہ ابھی واپس نہیں آیا۔"

"جی نہیں...... میرا خیال ہے کہ جی۔ سی۔ ایچ سوسائٹی والے کیس کی کوئی کڑی ہاتھ آ گئی ہے اور وہ مجھ سے مشورہ لئے بغیر الجھ گیا ہے۔"

"میں اس وقت دراصل اسی کیس کے متعلق گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"فرمایئے۔"

"آخر اس لاش کو اس طرح منظر عام لانے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے جس طرح انہوں نے اس کے سر اور ہاتھ پیر غائب کر دیئے تھے اسی طرح لاش کے ٹکڑے کر کے اسے آسان عمارت سے ہٹا سکتے تھے۔ پھر خود بھی غائب ہو جاتے۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی۔"

"اس کیس میں سب سے زیادہ دلچسپ پوائنٹ یہی ہے۔"

"تم کس نتیجے پر پہنچے ہو۔"

"یقین فرمایئے...... یہی سوال میرے ذہن میں بھی موجود ہے۔ لیکن ابھی تک اس کا معقول جواب نہیں مل سکا۔"

"پھر تم ٹھیک اسی عمارت میں جا پہنچے ہو...... جہاں سے جنازہ اٹھایا گیا تھا اور دوسرے ن تم پر قاتلانہ حملہ ہوتا ہے۔ تم بچ جاتے ہو لیکن وہ دونوں مارے جاتے ہیں جنہوں نے ہارا راستہ روکا تھا اور ان میں سے ایک جی۔ سی۔ ایچ سوسائٹی والی مقتولہ کا مبینہ شوہر ثابت تا ہے۔"

وہ خاموش ہو کر کچھ دیر تک فریدی کے چہرے پر نظر جمائے رہا پھر بولا۔ "تم حملہ روں کا تعاقب کر کے ایک کو زخمی کر دیتے ہو اور دوسرا تمہارے ہی ہاتھوں گرفتار ہو جاتا ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ کسی نے تم پر حملہ کرایا تھا۔ تم اس آدمی کے لئے بھی فوری طور پر پیشین ئی کر دیتے ہو کہ اب تک وہ بھی قتل کیا جا چکا ہو گا اور اس قتل کو خودکشی کا رنگ دینے کی ش بھی کی گئی ہو گی۔ اس طرح پولیس کی رسائی ڈی۔ ایس۔ پی بیراگی کی لاش تک ہوتی ہے۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ تمہاری پیشین گوئی سے مختلف کہانی نہیں سناتی۔ یہ سب کیا ہے......؟ مجھے بتاؤ۔"

"میں کیا عرض کروں...... بعض اوقات قیاس بھی حقیقت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ گ اس قسم کی سازشیں کرتے ہیں انہیں پل پل کی خبر رہتی ہے۔ اسی اندازے کی بناء پر نانے بیراگی کے قتل کی پیشین گوئی کی تھی۔"

"بہر حال تم نے بیراگی کو درمیانی آدمی سمجھ کر ہی پیشین گوئی کی ہو گی۔"

"جی ہاں...... میں جانتا تھا کہ بیراگی کو مجھ سے کوئی ذاتی پرخاش نہیں ہو سکتی۔"

"پھر وہ کون ہو سکتا ہے...... جس کیلئے وہ اس حد تک جانے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔"

"یہی تو دیکھنا ہے......" فریدی نے جواب دیا۔

"میں تمہارے اس جواب سے مطمئن نہیں ہوں۔" ڈی۔ آئی۔ جی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

فریدی نے طویل سانس لے کر کہا "میں آپ کو بتاؤں بھی تو کیا...... خیر سنئے...... آپ کو وزارت اُمور خارجہ کا بھٹی یاد ہی ہوگا۔"

"وہ جس کی موت کی تفتیش کے سلسلے میں تم سوئٹزر لینڈ گئے تھے۔"

"جی ہاں...... وہی......!" فریدی نے کسی قدر اکتائے ہوئے انداز میں کہا "اس کے جنازے کے سلسلے میں چھان بین کرتے وقت ایک حیرت انگیز چیز سامنے آئی۔ وہ تھی مسٹر بھٹی کی عدم آباد سے واپسی؟"

"کیا مطلب......؟" ڈی۔ آئی۔ جی چونک کر بولا۔

فریدی نے اسے اس کے بارے میں تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا "بھٹی کی موت کی خبر چھپائی گئی تھی...... آج بھی بہت کم لوگ اس سے واقف ہیں۔"

"لیکن یہ تو سوچو کہ اس کا مقصد کیا ہو سکتا ہے۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"کیا آپ کو علم ہے کہ بھٹی کی موت کی خبر عام کیوں نہیں ہوئی تھی۔"

"غالباً کوئی بین الاقوامی چکر تھا۔"

"میں آج آپ کو بتا رہا ہوں کہ یہ ایسی کوئی بات نہیں تھی...... یہ چیز انہیں باور کرائی گئی تھی جو بھٹی کی موت سے واقف تھے۔ ان سے کہا گیا تھا کہ وہ اس کی موت کا تذکرہ کسی سے نہ کریں۔ کیونکہ اس سے بعض بین الاقوامی پیچیدگیاں ہو سکتی ہیں۔"

"پھر کیا بات تھی......؟" ڈی۔ آئی۔ جی مضطربانہ انداز میں آگے جھک گیا۔

"بات...... میرا خیال ہے کہ ابھی میں اس سلسلے میں کچھ نہ بتا سکوں گا۔"

"کیوں......!"

"ایک بہت بڑے آفیسر کا نجی معاملہ ہے۔"

"اوہ...... سمجھ گیا......؟ تم وزارت اُمور خارجہ کے سیکریٹری کی درخواست پر بھیجے گئے تھے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ ڈی۔ آئی۔ جی کے چہرے پر کسی قدر جھنجھلاہٹ اور شرمندگی کے ملے جلے آثار تھے۔

حمید نے اطمینان کا سانس لیا۔ تو ڈی۔ آئی۔ جی کے یہاں براہِ راست طلبی کا راٹھور والے واقعات سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

یہ بات اُسے فون پر فریدی نے بتائی تھی۔ لیکن واپسی کے لئے کچھ نہیں کہا تھا۔ تو پھر اب اسے کیا کرنا چاہئے۔ ویسے تار جام کا ہوٹل روو انو ایسی ہی جگہ تھی کہ جب تک سہولت ہو وہاں قیام کیا ہی جائے۔

پڑھی لکھی خوبصورت لڑکیاں سرو کرتی تھیں۔ رات کے کھانے کے اوقات میں فلور شو ہوتا تھا۔ کیبرے ڈنر کے لئے الگ انتظام تھا۔ اگر کوئی میز پر تنہائی محسوس کرتا تو اس کے لئے ساتھی کا انتظام بھی بطریق احسن ہو جاتا تھا۔

کچھ بھی ہو۔ اس نے سوچا اب یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں۔ فریدی کی زندگی خطرے میں تھی۔ اسے راٹھور یاد آیا۔ کیا یہ حرکت اسی کی ہو سکتی ہے...... خون کھولنے لگا اپنی بے بسی یاد کر کے۔

کاؤنٹر پر حساب بے باق کر کے وہ سوٹ کیس سنبھالے ہوئے باہر آیا۔ گیراج سے کار نکالی اور شہر کی طرف چل پڑا۔ لیکن گھر جانے کا ارادہ نہیں تھا۔

شہر میں داخل ہونے سے پہلے وہ اپنے ریڈی میڈ میک اپ میں آگیا۔ یعنی وہی دونوں برنگ اپنی ناک کے نتھنوں میں رکھ لئے جن کے کھچاؤ سے ناک کی نوک کے ساتھ بالائی ہونٹ بھی کسی قدر اوپر اٹھ جاتا تھا اور سامنے کے دو دانت مستقل طور پر دکھائی دینے

لگتے تھے۔

پھر تاریک شیشوں کی عینک کا اضافہ تو گویا اس میک اپ کا فنشنگ ٹچ تھا۔ اب کون تھا جو حمید کو قریب سے بھی پہچان لیتا۔

یہ سب کچھ ہوا۔ لیکن وہ ابھی تک فیصلہ نہ کر سکا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ شہر پہنچ کر ہی اس نے سوچا کہ اسے نیاگرا کی طرف جانا چاہئے۔ جہاں دوسری منزل کے کمرہ نمبر ۳۶ میں وہ اسی نام سے قیام کر سکے گا جو سپروائزر نے اس کے لئے منتخب کیا تھا۔

اس نے ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ کے قریب گاڑی روکی اور اتر کر بوتھ میں آیا۔ فون پر نیاگرا سے رابطہ قائم کر کے پروفیسر شرما سے وہ نام دریافت کیا جس کے لئے کمرہ بک کیا تھا۔

"شاہد پرویز......!" وہ سلسلہ منقطع کرتا ہوا بڑبڑایا۔ "نام تو اچھا خاصا ہے مگر فی الحال صورت ایسی نہیں ہے۔"

اس میک اپ کے بعد وہ آئینہ دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا۔

تو اب وہ شاہد پرویز تھا اور یہ تو اس نے نیاگرا کے اس کمرے میں پہنچنے کے بعد ہی سوچا تھا کہ آخر اس کی ضرورت ہی کیا تھی۔ سیدھا گھر چلا جاتا۔ لیکن چھٹی حس کو کیا کرتا جو کسی طرح بھی گھر کی جانب رغبت نہیں ہونے دیتی تھی۔

اس نے سوچا آخر وہ گھر کیوں نہیں جانا چاہتا۔ گھر کے بارے میں سوچتے ہوئے جولی وکٹر پھر یاد آئی اور وہ سوچنے لگا کیوں نہ اسے فون کیا جائے اس کے گھر کے فون نمبر وہ بھولا نہیں تھا۔

ہوٹل کے ایکسچینج سے رابطہ قائم کر کے نمبر بتایا۔ یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ دوسری طرف سے جولی کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو...... کون ہے؟"

"پہچانو......!" حمید احمقانہ انداز میں مسکرایا۔ ناک سے اسپرنگ نکال لیے تھے اس لئے مسکرانے میں کوئی خاص دشواری پیش نہیں آئی تھی۔

"اوہ...... تم ہو...... کہاں سے بول رہے ہو۔"

نیاگرہ کے کمرہ نمبر ۳۶...... دوسری منزل شاہد پرویز نام ہے۔"

"میں آرہی ہوں...... کہیں جانا مت......" آواز آئی اور فوراً ہی سلسلہ بھی منقطع ہو گیا۔

حمید ریسیور کریڈل میں رکھتے وقت سوچ رہا تھا کہ اس لڑکی سے ایک کیس کی تفتیش کے دوران ملاقات ہوئی تھی۔ وہ خود ہی مل بیٹھی تھی۔ کیا یہ ضروری ہے کہ اس کا بھی ان واقعات سے کوئی تعلق ہو۔

"بالکل نہیں......!" وہ دل کو سمجھانے لگا۔ وہ ایک کھلنڈری سی لڑکی ہے۔ ایسی لڑکیاں کسی کی منتظر نہیں رہتیں کہ کوئی کسی سے ان کا تعاقب کرائے۔ وہ خود ہی مل بیٹھتی ہیں۔ ہو سکتا ہے ہم دونوں میں سے کوئی اس کیلئے اتنا ہی پرکشش ثابت ہوا ہو کہ بے اختیار کھنچی چلی آئے۔

وہ کمرے میں ٹہلتا اور تمباکو پھونکتا رہا۔ آدھے گھنٹے میں کئی بار پائپ بھرا گیا تھا۔ ٹھیک آدھے گھنٹے کے بعد کسی نے دروازے پر دستک دی۔

حمید نے جھپٹ کر دروازہ کھول دیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں بوکھلا کر پیچھے ہٹ جانا پڑا۔ دروازے میں کھڑے ہوئے آدمی کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ ظاہر ہے کہ اس کا رخ بھی حمید ہی کی طرف رہا ہوگا۔ گٹھیلے جسم کا دراز قد آدمی تھا۔ عمر تیس اور چالیس کے درمیان رہی ہوگی۔ چہرے کی رنگت سے ظاہر ہوتا تھا کہ کثیدنی منشیات کا عادی ہے۔

"پیچھے ہٹو......!" وہ غرایا۔

حمید اپنے ہاتھ اٹھائے ہوئے پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ ساتھ ہی وہ اندر آگیا تھا۔ اس نے حمید ہی کی طرف رخ کیے ہوئے لات مار کر دروازہ بند کیا اور ریوالور والے ہاتھ کو وحشیانہ انداز میں جنبش دے کر بولا۔ "میں تمہیں جانتا ہوں...... تم محکمہ سراغ رسانی کے ایک آفیسر ہو۔ لیکن میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"خواہ مخواہ......!" حمید سر جھٹک کر بولا۔

"خواہ مخواہ نہیں...... میں نے آج تک بلاوجہ قتل نہیں کیا۔"

"میرے قتل کردینے کی وجہ بھی جلد ہی بیان کرو۔ کیونکہ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ ابھی ایک لڑکی یہاں آرہی ہوگی۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ یہاں میری لاش دیکھے۔ اگر تم نے کوئی معقول وجہ بیان کردی تو ہم یہاں سے کہیں اور چلے چلیں گے اور پھر تم مجھے قتل کردینا۔"

"بلف کررہے ہو۔" وہ آنکھیں نکال کر بولا۔ "یہاں کوئی نہیں آئے گا۔"

"ارے یار تم وجہ بیان کرو...... شائد میں تمہاری غلط فہمی رفع کرسکوں۔ اس سے پہلے بھی کئی حضرات محض غلط فہمی کی وجہ سے چڑھ دوڑے ہیں اور پھر انہیں شرمندہ ہونا پڑا ہے۔"

"کیا آج کل تم جولی وکٹر کے ساتھ نہیں دیکھے جاتے۔"

"میرا خیال ہے کہ تم اس کے والد نہیں ہو۔" حمید نے ترشروئی سے کہا۔

"تو تمہیں اعتراف ہے......" وہ دانت پیس کر بولا۔

"ارے مجھے ڈر ہے کسی کا...... وہ خود ہی تو ملی تھی مجھ سے۔ میں نے کوشش نہیں کی تھی کہ وہ میری طرف متوجہ ہو...... اور پھر تم ہو کون۔"

جواب میں وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کسی نے دروازے کو دھکا دیا۔ بس پھر وہ دروازے کی طرف متوجہ ہوا ہی تھا کہ حمید نے نہ صرف اس کے ریوالور پر ہاتھ ڈال دیا بلکہ بائیں کنپٹی پر اس زور کا مکہ رسید کیا کہ وہ لڑکھڑاتا ہوا کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔

اب ریوالور حمید کی گرفت میں تھا...... اور جولی وکٹر دروازے میں کھڑی متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکا رہی تھی۔

دفعتاً اجنبی نے اس بات کی پرواہ کئے بغیر کہ خود نہتا ہوچکا ہے حمید پر چھلانگ لگائی۔ حمید یہاں گولی نہیں چلانا چاہتا تھا...... اور پھر بجلی کی طرح یہ خیال ذہن کے تاریک گوشوں سے ابھرا کہ ریوالور خالی معلوم ہوتا ہے۔

اب دونوں فرش پر آرہے تھے۔ اچانک جولی وکٹر چیخی۔ "گیسپر...... گیسپر...... کیا ہورہا ہے...... الگ ہٹو...... ہٹ جاؤ...... ہٹو۔"

حمید نے محسوس کیا کہ گیسپر ڈھیلا پڑتا جارہا ہے۔ اس نے اسے دوسری طرف اچھال دیا اور خود تیزی سے اٹھ بیٹھا۔ گیسپر نے بھی اٹھنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ لیکن جولی ان کے درمیان آتی ہوئی دھاڑی۔ "یہ کیا ہورہا ہے...... تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

وہ کچھ نہ بولا۔ سر جھکائے کھڑا رہا۔

"تم میری...... ٹوہ میں رہتے ہو...... کیوں؟" وہ اس کا شانہ جھنجھوڑ کر بولی۔

اس نے سر اٹھا کر اس کے چہرے پر نظر ڈالی اور پھر پلکیں جھپکائیں۔

"خاموش کیوں ہو...... بولو" اس نے اسے پھر جھنجھوڑا۔

"م...... میں...... ٹوہ...... میں...... نن...... نہیں تھا۔" وہ ہکلایا۔ "کسی نے فون پر اطلاع دی تھی کہ تم اس کے ساتھ ہو۔"

"کس نے اطلاع دی تھی۔"

"م...... میں نہیں جانتا...... اس نے نام نہیں بتایا تھا۔"

"میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم اتنے کمینے ہو۔ کیا میں اس سے شادی کرنے جارہی ہوں۔ جاؤ...... نکلو یہاں سے...... چلے جاؤ...... اب کبھی اس سے الجھنے کی کوشش نہ کرنا۔"

وہ سر جھکائے ہوئے دروازے کی طرف مڑ گیا۔ حمید نے اُسے باہر نکلتے ہوئے دیکھا اور اس حیرت انگیز تبدیلی کے متعلق سوچتا رہا۔

جولی وکٹر نے دروازہ بند کرکے بولٹ کردیا اور حمید کی طرف مڑ کر بولی۔ "مجھے افسوس ہے...... یہ گیسپر تھا...... مجھے شدت سے چاہتا ہے۔ میرا کزن بھی ہے۔ ڈیڈی اسے پسند نہیں کرتے۔ یہ مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ خطرناک قسم کا غنڈہ ہے۔ کثرت سے چرس پیتا ہے۔ ویسے تو کوئی ایسی بات نہیں۔ میں اس سے شادی کرلیتی...... لیکن تم نے ابھی دیکھا ہے۔"

"کیا دیکھا ہے......" حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"دم دبا کر بھاگ گیا۔"

"پھر کیا کرتا......؟"

"ایک بھرپور ہاتھ میرے منہ پر رسید کرتا اور بال پکڑ کر گھسیٹتا ہوا یہاں سے لے جاتا۔
مجھے عاشق نہیں چاہئے...... مسٹر کیپٹن...... میں مرد چاہتی ہوں۔"

"مرد ہی خطرناک غنڈے ہوتے ہیں۔"

"نہیں...... مرد وہ ہے جو اپنی توہین کسی طرح بھی برداشت نہ کر سکے...... اس
معاملے میں عورت، مرد، بیوی یا محبوبہ کی تخصیص نہ کرے...... کیا سمجھے۔"

"تو پھر یہاں کیوں آئی ہو۔"

"تمہاری زندگی تھی اس لئے قدرت کی طرف سے انتظام ہو گیا۔"

"اوہ...... کیا مجھے اتنا گیا گذرا سمجھتی ہو۔"

"کیا اس نے تمہیں ریوالور سے کور نہیں کر رکھا تھا...... اگر میں نہ آجاتی تو تمہیں
اس پر حملہ کرنے کا موقع ہی نہ ملتا۔"

"اسے کس نے مطلع کیا ہوگا۔"

"ہوگا کوئی......!" جولی نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

"لیکن مجھے تو دیکھنا ہی پڑے گا کہ کون ہے۔"

"کیوں......؟"

"غالباً وہ گیسپر کے مزاج سے اچھی طرح واقف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کس قسم کی خبریں
اُسے فوری طور پر اتنا مشتعل کر دیں گی کہ وہ قتل تک کر گزرے۔ ابھی کل ہی میرے چیف
بھی قاتلانہ حملہ ہو چکا ہے۔"

"ہاں اس نقطہ نظر سے تو سوچنا پڑے گا۔" جولی نے کہا اور اس کی آنکھوں سے گہرا تفکر
مترشح ہونے لگا۔

"چلو ختم کرو...... تم اپنے ہی متعلق مجھے کچھ بتاؤ۔"

"اپنے بارے میں کیا بتاؤں۔"

"میرے پیچھے کیوں پڑ گئی ہو۔"

"اوہ...... تو کیا میں تمہیں اچھی نہیں لگتی۔"

"ادھر دیکھو...... تمہارے علاوہ اور کسی کو یہ نہیں معلوم کہ میں یہاں شاہد پرویز کے
نام سے مقیم ہوں۔"

"ہوں...... سمجھی۔" وہ سر ہلا کر بولی۔ "لیکن یہ تو سوچو ڈیئر کیپٹن کہ مجھے اس سے کیا
فائدہ کہ میں خود ہی تم پر حملہ کراؤں اور پھر خود ہی بچانے بھی دوڑی آؤں۔"

"قطعی فائدہ ہے۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم الٹی کھوپڑی رکھتی ہو۔ اکثر فلموں
میں تم نے دیکھا ہوگا کہ ہیروئن غنڈوں میں گھری ہوئی ہے کہ اچانک کسی طرف سے ہیرو
نمودار ہو کر ٹوٹ پڑتا ہے ان پر۔ پھر تو ہیروئن کو اس سے محبت کرنی ہی پڑتی ہے۔"

"تو میں نے جناب کا دل جیتنے کے لئے یہ حرکت کی ہوگی۔" وہ طنزیہ لہجے میں بولی۔
"کبھی آئینے میں بھی دیکھی ہے لومڑی جیسی شکل۔"

"تو پھر بکو جلدی سے کیا بات تھی...... میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ میں...... ان لوگوں کے گروہ سے تعلق رکھتی ہوں جو تمہیں یا
تمہارے چیف کو قتل کر دینا چاہتے ہیں۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ اُسے ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے کہی ہوئی بات کا وزن معلوم
کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

دفعتاً جولی نے جھپٹ کر گیسپر کا ریوالور اٹھا لیا جو اس ہنگامے کے دوران حمید کے ہاتھ
سے نکل کر ایک گوشے میں جا گرا تھا۔

"اب بتاؤ......!" وہ اس کا رخ حمید کی جانب کرتی ہوئی بولی۔

"ریوالور خالی ہے......!" حمید مسکرایا۔

"تمہارا خیال غلط ہے...... یہ دیکھو......!"

بے آواز ریوالور کی گولی نے میز پر رکھے ہوئے بلوری ایش ٹرے کے ہزاروں ٹکڑے
کر دیئے۔

حمید خاموش ہوگیا۔ جولی مسکرا کر بولی۔ "تم سمجھے تھے شاید گیسپر نے ریوالور کی پرواہ نہ کر کے تم پر اس لئے چھلانگ لگائی تھی کہ وہ خالی تھا...... شش...... وہ ایسا ہی بے جگر ہے...... جب اس پر خون سوار ہوتا ہے تو عقل اس سے دور بھاگتی ہے...... یہ لو۔"

اس نے ریوالور حمید کی طرف اچھال دیا۔

فریدی بہت غور سے اس کی کہانی سن رہا تھا۔ اس کے خاموش ہوتے ہی بولا۔ "پھر کیا ہوا۔"

"ریوالور میری طرف اچھال کر غصے میں بھری ہوئی کمرے سے نکل گئی تھی۔" حمید نے طویل سانس لے کر کہا۔ "میں جہاں تھا وہیں رہا...... پھر بڑی دیر بعد اپنے اعصاب پر قابو پاسکا تھا۔ وہ جاچکی تھی...... میں نے نیاگرا کی پوری عمارت چھان ماری۔ دیکھنا یہ ہے کہ گیسپر کو فون پر اطلاع کس نے دی تھی۔"

"ظاہر ہے کہ وہ یا تو سپروائزر ہو سکتا ہے یا پھر وہ لوگ جو تمہیں اس رات نیاگرا میں چھوڑ گئے تھے۔"

"راٹھور......!" حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"کوئی بھی ہو سکتا ہے...... لیکن وہ جولی اور گیسپر سے اچھی طرح واقف ہے۔"

"آپ کیا کر رہے ہیں۔"

"عنقریب ایک بڑا کھیل دیکھو گے۔" فریدی مسکرایا۔

"کیا یہ کوئی ایسا ہی اہم معاملہ ہو سکتا ہے کہ ہم دونوں کو ختم کر دینے کی ضرورت محسوس کی جائے۔"

"کیوں نہیں...... خود سوچو...... میں نے بھٹی کی لاش نہیں دیکھی تھی اسے وہیں دفن کر دیا گیا تھا اور میں تدفین کے بعد سوئٹزر لینڈ پہنچا تھا۔ بہر حال اب وہی بھٹی یہاں زندہ

…ہا جا رہا ہے اور ایک صاحب ایسے بھی ہیں جو تم پر کوئی نشیلی دوا استعمال کر کے تم سے دن بھر رپورٹ حاصل کر لیتے ہیں۔"

"اور یہ کہانی اس بے سروپا لاش سے شروع ہوئی تھی۔" حمید نے کہا۔

"ہاں...... آں...... اسی کے توسط سے تو بھٹی زندہ ہوا ہے۔"

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ بھٹی کے سلسلے میں آپ نے سوئٹزر لینڈ میں کیا کیا تھا۔"

"صبر کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا۔"

"آپ کو وہاں بھیجنے کا مقصد کیا تھا۔"

فریدی جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ ریسیور اٹھا کر وہ کچھ کہنے ہی …تھا اور پھر "ٹھیک ہے" کہہ کر ریسیور رکھ دیا تھا۔

"مقصد......!" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "تم مجھ سے یہ کیوں نہیں پوچھتے جولی وکٹر تمہارے پیچھے کیوں پڑ گئی ہے۔"

بھلا یہ میں آپ سے کیوں پوچھنے لگا۔"

"یہ بھی معقول بات ہے۔" فریدی نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

حمید تھوڑی دیر تک خاموشی سے پائپ کے ہلکے ہلکے کش لیتا رہا پھر بولا۔

"تو بھٹی...... راٹھور کے ہٹ میں مرا تھا۔"

"ہاں...... اُسے الیکٹرک شاٹ لگا تھا۔ راٹھور کا بیان ہے کہ وہ اس وقت اپنے ہٹ …موجود نہیں تھا۔ بھٹی بحیثیت مہمان وہاں مقیم تھا۔"

"کسی سرکاری کام سے وہاں گیا تھا۔"

"نہیں وہ چھٹی پر تھا۔"

"پھر آپ کے بھیجے جانے کی وجہ سمجھ نہیں آتی۔"

فون کی گھنٹی پھر بجی اور فریدی اُسے جواب دینے کی بجائے فون کی طرف متوجہ ہوگیا۔ …بار بھی اس نے پہلے ہی کی طرح خاموشی سے کال ریسیو کی اور سلسلہ منقطع کرنے سے

پہلے صرف اتنا ہی کہا کہ "اُسے جلد از جلد حالات سے مطلع کیا جائے۔"

حمید کی الجھن بڑھتی جارہی تھی اور سوالات کا ایک ریلا تھا جو ذہن کے تاریک گوشوں سے اُبھر کر شعور میں ہلچل مچائے ہوئے تھا۔

دفعتاً اس نے فریدی کو عجیب نظروں سے گھورنا شروع کیا۔

"خیریت......!" فریدی مسکرایا۔

"وہ لڑکی......!" حمید انگلی اٹھا کر بولا۔ "اس لڑکی کے بارے میں تو پوچھ کر ہی رہوں گا جسے آپ راٹھور کے ہٹ سے اٹھالے گئے تھے۔ مم...... میرا مطلب ہے کہ کیوں اٹھالے گئے تھے۔ لفظ اٹھالے جانا ہی میرے لئے بے حد ہیجان انگیز ہے...... اس لئے مم...... میری ہکلاہٹ کو معاف...... فف...... فرمایئے گا۔"

"وہ بھٹی کی محبوبہ تھی۔"

"اوہ...... تو مردے کا مال سمجھ کر اٹھا کر لے گئے تھے۔ استغفر اللہ۔"

فریدی مسکراتا رہا۔ کچھ دیر بعد اس نے کہا۔ "وہ بھی حادثہ کے وقت ہٹ میں موجود نہیں تھی۔"

"تو اس سے پوچھ گچھ کرنے کے لئے اٹھالے گئے ہوں گے۔"

"لفظ اٹھالے جانا سچ مچ تمہارے لئے کافی لذت انگیز ثابت ہو رہا ہے۔" فریدی خشک لہجے میں بولا اور کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک تصویر نکال کر حمید کے سامنے ڈال دی۔

"کیا یہی تھی۔" حمید نے بے ساختہ پوچھا۔ فریدی نے اثبات میں سر کو جنبش دی اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ حمید تصویر کا جائزہ لیتا رہا۔ وہ نازک خدوخال والی ایک صحت مند لڑکی تھی۔

"جولی وکٹر اور اس کے پڑوسی تصویر کو شناخت کر چکے ہیں۔" فریدی کھڑکی سے نظر ہٹائے بغیر بولا۔

"اوہ......!" حمید اچھل پڑا۔ "تو وہ بے سروپا لاش اس کی تھی۔"

"قطعی طور پر یہی کہا جاسکتا ہے۔"

"لیکن...... لیکن...... آپ کو اچانک اسی کا خیال کیسے آیا۔"

"اس مکان میں جہاں سے جنازہ اٹھا تھا...... انگلیوں کے نشانات کی تلاش کی مہم کے ان میں اس کی انگلیوں کے نشانات بھی ملے تھے۔"

"تو کیا تصویر ہی کے ساتھ اس کی انگلیوں کے نشانات بھی آپ کے ریکارڈ میں ود تھے۔"

"یقیناً...... ورنہ اتنی جلدی اس نتیجے پر کیسے پہنچتا۔" فریدی سگار کا گوشہ توڑتا ہوا بولا۔ "تمہیں یہ معلوم کر کے مزید حیرت ہوگی کہ اس لڑکی کا تعلق دنیا کی خطرناک ترین تنظیم ے بھی تھا۔"

"تب تو آپ نے سوئٹزر لینڈ سے واپسی کے بعد بھی اس پر نظر رکھنے کی کوشش کی ی۔"

"میں ایسا نہیں کر سکا تھا۔ کیونکہ وہ سوئٹزر لینڈ میں ہی مجھے جل دے کر غائب ہوگئی ۔ میں اسے راٹھور کے ہٹ سے زبردستی لے گیا تھا۔ ایک خاص معاملے کے متعلق اس پوچھ گچھ کرنی تھی لیکن بالآخر وہ میرے ہاتھ سے بھی گئی اور میں اپنے مقصد میں ناکام ۔"

"کس معاملے میں پوچھ گچھ کرنی تھی۔"

"مجھے افسوس ہے حمید صاحب۔ اس معاملہ میں اس وقت تک کچھ نہ بتا سکوں گا جب صاحب معاملہ اس کی اجازت نہ دے۔"

"اچھا...... اچھا......!" حمید نے سر ہلایا اور بولا۔ "ایک بات اور...... کیا اس لڑکی ی بھی بھٹی کی موت چھپائی گئی تھی۔"

"یقیناً......!"

"مجھے حیرت ہے۔ بھٹی کوئی اہم سرکاری خدمت بھی انجام نہیں دے رہا تھا۔ چھٹی پر

تھا اس کے باوجود بھی آج تک سرکاری کاغذات میں زندہ ہے اور اس کی تنخواہ بھی لگ رہی ہے...... دوسری طرف آپ کہتے ہیں کہ یہ ایک بڑے آفیسر کا نجی معاملہ ہے۔ مجھے بتایئے کیا یہ جرم نہیں ہے۔ اس بڑے آفیسر کو کب یہ حق پہنچتا ہے کہ......!"

"میری بات سنو۔" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "بھٹی کی موت وقتی طور پر چھپائی گئی تھی۔ اس کے بعد اسے سرکاری کاغذات میں زندہ رکھنے کی ذمہ داری صرف مجھ پر ہے۔ میرے مشورے پر ایسا کیا گیا ہے۔"

"پہلے تو آپ نے کہا تھا کہ بھٹی کی موت کی خبر پھیلنے پر بعض بین الاقوامی پیچیدگیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔"

"اس وقت میں بحث کے موڈ میں نہیں تھا۔"

"جہنم میں جائے۔" حمید گردن جھٹک کر بولا۔ "میں بھی اس وقت بحث کے موڈ میں نہیں ہوں۔ یہ بتایئے کہ آپ گیسپر کے لئے کیا کر رہے ہیں۔"

"اب اس کی نگرانی بھی کی جائے گی۔"

ڈی۔ ایس۔ پی بیراگی کی حیرت انگیز موت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے شہر میں پھیل گئی تھی۔ اخبارات نے تفصیل کے ساتھ واقعات پر روشنی ڈالتے ہوئے خیال ظاہر کیا تھا کہ یہ سب کچھ کسی بین الاقوامی گروہ کی سازشوں کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ دشمن ممالک کے جاسوس عرصہ سے کوشش کر رہے ہیں کہ محکمہ سراغ رسانی کے بین الاقوامی شہرت رکھنے والے ایک آفیسر کو اپنے راستے سے ہٹا دیں۔ ڈی۔ ایس۔ پی بیراگی غالباً انہیں کا ایجنٹ تھا۔ سازش ناکام رہی۔ اس لئے اس کے پشت پناہوں نے اسے بھی ختم کر کے خودکشی اسٹیج کر ڈالی۔ انہیں خدشہ تھا کہ بیراگی ان کی نشاندہی کر دے گا۔ خیال ہے کہ آفیسر مذکور کو سازش کا علم ہو گیا تھا۔ ورنہ وہ بیراگی کی موت کی پیشین گوئی کیسے کر سکتا۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ بھی

کہتی ہے کہ بیراگی کی موت رسی کے پھندے سے نہیں واقع ہوئی۔

دوسری طرف حمید سوچ رہا تھا کہ اگر یہ غیر ملکی جاسوسوں کی حرکت تھی تو اس کی پبلسٹی ی کی جا رہی ہے۔ پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا۔ اس کے برعکس انہیں تو چپ چاپ ٹھکانے لگانے ی کوشش کی جاتی تھی۔

حمید نے یہی سوال فریدی سے کیا تھا؟ جواب ملا۔ "بے پر کی اڑاتے ہیں...... یہ لوگ ہ۔"

اس جواب پر بھنا کر خاموش ہو گیا تھا۔ پھر بات آگے نہیں بڑھی تھی اور حمید صرف ا وکٹر کے متعلق سوچتا ہوا گھر سے رخصت ہو گیا تھا۔

کیا چیز ہے۔ ایسی پرکشش لڑکیاں شاذ و نادر ہی نظر سے گزری تھیں۔ ذہنی اعتبار سے ا عجیب ہی تھی۔ حمید سوچ رہا تھا اگر اس کی بکواس پر یقین کر لیا جائے تو وہ کھلی ہوئی مسا نت کی حامل تھی۔ اسے رام گڑھ کی تارا یاد آئی جو اپنے وحشیانہ قتل کے تصور سے بھی ذ اندوز ہوا کرتی تھی۔

کچھ دیر بعد اس نے ایک پبلک فون بوتھ سے جولی وکٹر کو متوجہ کرنا چاہا۔ لیکن دوسری ف سے غراتی ہوئی آواز سن کر سلسلہ منقطع کر دیا۔

"اب کیا کرے۔ اس وقت تنہا نہیں رہنا چاہتا تھا۔ ساتھی کی تلاش تھی اپنے محکمے یا پیشے متعلق کچھ سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا۔"

بہرحال وہ اسی طرح بور ہوتا ہوا کیفے نوروز آ پہنچا۔ یہاں کاؤنٹر کلرک ایک لڑکی تھی۔ ر نظر پڑتے ہی حمید نے سوچا کہ اسے تو لڑکی کے بجائے "چشمی" کہنا چاہئے۔ آخر کس بناء کی کہتا جب کہ اس کے جسم میں بڑی بڑی آنکھوں کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا۔ خاص میں لگایا ہوا کاجل ان کی جسامت کچھ اور بڑھا کر انہیں پورے جسم پر حاوی کر دیتا تھا۔

"چشمی صاحبہ۔" اس نے کاؤنٹر کے قریب پہنچ کر کہا۔ "ذرا ٹیلی فون ڈائریکٹری عنایت ئے۔"

"میرا نام شمی ہے۔" لڑکی ناخوشگوار لہجے میں بولی اور ڈائریکٹری اس کی طرف سرکاتی ہوئی رجسٹر پر جھک پڑی۔

"صرف چ کے اضافہ سے آپ بالکل واضح ہو جاتی ہیں۔" حمید نے آہستہ سے کہا۔

"جی......!" لڑکی نے تیکھی نظروں سے دیکھا۔

"میں اپنی غلط فہمی پر نادم ہوں محترمہ۔" حمید نے نہایت ادب سے کہا۔

"نہیں پہلے کیا کہا تھا۔" وہ تیز لہجے میں بولی۔

"یہی کہ میری یاد داشت اب قابل اعتماد نہیں رہی...... شمی میں چ کا اضافہ اس کی دلیل ہے۔"

"میں بے وقوف نہیں ہوں مسٹر۔" اس نے ڈائریکٹری اپنے طرف کھینچتے ہوئے کہا۔

"ٹیلی فون خراب ہے...... لائن ڈیڈ ہو گئی ہے۔"

"مجھے کال نہیں کرنی...... صرف ایک نمبر کی تلاش ہے۔"

"تعارف حاصل کرنے کا گھٹیا طریقہ۔"

"خدا تمہیں تندرستی عطا کرے۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لی اور دروازے کیطرف مڑ گیا۔

باہر نکلتے نکلتے ایک آدمی اس طرح اس کے پہلو سے رگڑتا ہوا گزرا کہ بے اختیار تاؤ آگیا۔ لیکن پھر سنبھل جانا پڑا۔ مخصوص قسم کا اشارہ تھا۔ اس نے اپنے کوٹ کی جیب پر مخصوص قسم کا دباؤ محسوس کیا تھا۔ مڑ کر دیکھے بغیر وہ آگے بڑھتا چلا گیا۔ اس طرح دھکا دے کر گزرنے والے نے کوئی چیز اس کی جیب میں ڈالی تھی۔

اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ٹٹولا۔ کاغذ کا ایک ٹکڑا تھا۔ اس نے اسے جیب ہی میں پڑا رہنے دیا اور خود آگے بڑھتا چلا گیا۔

لیکن اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ فریدی ایسے طریقے کب اختیار کرتا ہے۔

گاڑی اسی کیفے کے سامنے چھوڑ کر وہ دوسری سڑک پر آیا اور ہوٹل ڈی فرانس کے ہال

یا داخل ہوتے ہی سیدھے باتھ روم کا رخ کیا۔

پرچہ جیب سے نکال کر پڑھتے وقت باقاعدہ طور پر سانس پھول رہی تھی۔ لکھا تھا۔

"عمل نمبر گیارہ...... وزیر صنعت و تجارت کی کوٹھی...... نو بجے رات۔"

اس نے پرچہ پھاڑ کر گولی سی بنائی اور اُسے فلش میں ڈال کر بہا دیا۔ اس قسم کی پیغام سانی کا مطلب یہ تھا کہ فریدی نے اس کے گھر چھوڑ دینے کے بعد ہی کوئی اہم فیصلہ کیا تھا اور ے خود حمید کی نگرانی بھی اس کے محکمے ہی کے آدمی کرتے رہے تھے۔ اس قسم کی پیغام رسانی قت ہوتی تھی جب شبہ ہو کہ خود مجرم سراغ رساں کی ٹوہ میں ہوں گے۔ شاذ و نادر ہی اس کی نوبت آتی تھی۔ لیکن ایسے مواقع پر انہیں ہمیشہ موت کے جبڑوں ں ہاتھ دے دینا پڑتا تھا۔

اس نے ہوٹل ڈی فرانس میں کافی پی اور بیٹھا سوچتا رہا کہ ابھی تو دو گھنٹے باقی ہیں۔ دیکھا ئے گا...... ویسے اب اسے بہت زیادہ محتاط رہنا تھا...... دیکھنا تھا کہ اس کی نگرانی تو نہیں رہی۔ اصول کے مطابق اس تک اس پیغام کے پہنچنے کے بعد سے محکمے کے آدمیوں نے اس یکھ بھال بند کر دی ہو گی تا کہ وہ کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو سکے۔ یعنی نامعلوم تعاقب کرنے اں کو محکمے سے متعلق سمجھ کر دھوکا نہ کھا سکے۔

ساڑھے سات بجے وہ ہوٹل ڈی فرانس سے اٹھا اپنی گاڑی وہیں رہنے دی جہاں چھوڑی ی اور عمل نمبر گیارہ کی تکمیل کے لئے پیدل ہی چل پڑا۔

عمل نمبر گیارہ کا مطلب تھا ایک مخصوص ٹھکانے پر میک اپ کر کے بتائی ہوئی جگہ کے روانگی۔ شہر میں بہتیرے ایسے ٹھکانے تھے۔ ان میں سے اکثر کی کنجیاں حمید کے پاس رہتی تھیں۔ وہ ان میں سے کسی ایک جگہ پہنچ کر میک اپ کر سکتا لیکن اس عمل نمبر گیارہ کا سب شکل مرحلہ تھا کسی عمارت میں چوروں کی طرح داخل ہونا۔

ایسے میں اگر اچانک صاحب خانہ سے ملاقات ہو جائے تو فوری طور پر "السلام علیکم" ہی سکتا ہے۔ وہ کم از کم "وعلیکم السلام" کے بعد ہی کسی قسم کی کاروائی کے امکانات کا جائزہ

لے گا۔

لیکن کوئی نہیں جانتا کہ مالک مکان کے علاوہ کتے کتنے ہوں گے۔ کتے جو سلام ریسیو کرنے سے پہلے ہی مزاج پرسی کر بیٹھتے ہیں اور پھر یہاں تو وزیر تجارت و صنعت کی کوٹھی کا معاملہ تھا۔ دو عدد مسلح سنتریوں کی خوفناک شکلیں بھی آنکھوں میں پھر گئیں۔ سنتری آزاد علاقے سے تعلق رکھتے تھے اور پہلی ہی آواز پر جواب نہ ملنے پر گولی مار دینا ہی ان کی سب سے بڑی خصوصیت تھی۔

حمید نے طویل سانس لی اور آہستہ آہستہ چلتا رہا۔

کئی ایسی گلیوں میں گھسا جہاں اس کا اندازہ بخوبی ہو سکتا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے یا نہیں۔

منزل مقصود تک پہنچتے پہنچتے وہ بالکل مطمئن ہو گیا کہ اس کا تعاقب نہیں کیا گیا۔ لیکن سب سے بڑا سوال تو یہ تھا کہ وزیر موصوف کی کوٹھی میں گھسنے کے بعد اسے کیا کرنا ہوگا۔

میک اپ کر لینے کے بعد کوٹھی کے قریب بھی پہنچ گیا لیکن اس سوال کا کوئی مناسب جواب نہ مل سکا۔

گیٹ کے سامنے سے گزرتے ہوئے اس نے خونخوار قسم کے سنتریوں پر نظر ڈالی۔ ایک شاید پہلے سے وہیں کھڑا تھا اور دوسرا ابھی ابھی اندر کا راؤنڈ لے کر وہاں پہنچا تھا۔

حمید آگے بڑھتا چلا گیا۔

عمارت کے گرد تقریباً دس فٹ اونچی چہار دیواری تھی۔ پورا چکر لے کر وہ عمارت کی پشت پر آرکا۔

اب کیا نقب لگانی پڑے گی۔ وہ سوچنے لگا۔ لیکن ٹھیک اسی وقت پشت سے ہلکی سی سیٹی سنائی دی۔ اگر سیٹی کا انداز نہ پہچانتا ہوتا تو مڑتے وقت ریوالور ضرور نکل آتا۔

آواز کی جانب بڑھتا گیا۔ حتیٰ کہ جھاڑیوں کے قریب پہنچ گیا۔ جہاں سے دیوار دوسری جانب مڑی تھی۔ وہاں ہی جانا پڑا۔ کیونکہ اب وہ فریدی کی سرگوشی صاف سن سکتا تھا۔

"ادھر ہی چلے آؤ۔"

حمید جھاڑیوں میں گھس پڑا۔ فریدی دیوار سے لگا کھڑا تھا۔ اندھیرے میں شکل نہ دکھائی دی۔ اس لئے یہ اندازہ کرنا دشوار تھا کہ وہ بھی میک اپ ہی میں ہے یا نہیں۔

"اس دروازے میں......!" وہ حمید کا ہاتھ پکڑتا ہوا بولا۔

دوسرے ہی لمحے میں وہ چہار دیواری کے اندر تھے۔ فریدی نے مڑ کر دروازہ مقفل کیا۔ پھر حمید اندھیرے میں اس کے ساتھ چلتا رہا۔

یہ بڑی اچھی بات تھی کہ کمپاؤنڈ میں داخل ہونے کے بعد سے ابھی تک اس نے کسی کتے کی غراہٹ نہیں سنی تھی۔ ورنہ ہاتھ پیر پھول جاتے۔ اندھیرے میں کتوں کی غراہٹ اسے ایسی ہی معلوم ہوتی تھی جیسے بیک وقت ہزاروں خبیث روحیں گونج پڑی ہوں۔

اس کا ہاتھ فریدی کے ہاتھ میں تھا اور وہ اندھوں کی طرح چل رہا تھا۔ کمپاؤنڈ کے تاریک ہی حصوں سے گزرتے ہوئے وہ بالآخر رہائشی عمارت میں داخل ہوئے۔

پھر اندھیرے ہی میں انہوں نے زینے بھی طے کیے اور عمارت کی تیسری منزل پر پہنچے۔

سر پر تاروں بھرا آسمان صدہا سال پرانی کشت و خون کی کہانیاں سنا رہا تھا۔ ایسے مواقع پر حمید کو اس عظیم خلاء کی بے کراں پہنائیاں ایسی کہانیاں ضرور یاد دلاتی تھیں اور وہ خود کو بھی ہزارہا سال پرانا آدمی تصور کرنے لگتا تھا۔ سوچتا آج بھی تو سب ایک دوسرے کی گھات میں ہیں۔ خون ضرور بہے گا خواہ وہ قانون ہی کے نام پر کیوں نہ ہو۔

فریدی اس سے کہہ رہا تھا۔ "یہاں اس ٹیپ ریکارڈر کی تمہیں حفاظت کرنی ہے۔ وزیر موصوف کو نہیں معلوم کہ یہاں کوئی ٹیپ ریکارڈر بھی لایا گیا ہے۔"

"آپ کی موجودگی کا علم ہے انہیں۔"

"ہاں میری موجودگی کا علم ہے انہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ کسی کیس کے سلسلے میں ان کا نام آئے۔ لیکن مجھے اپنا بچاؤ بھی تو مدنظر ہے۔"

"کیا چکر ہے۔"

"میں یہاں ...... بھٹی کا منتظر ہوں۔ خیر ...... تم سنو ...... سرخ رنگ کا بلب روشن ہوتے ہی ریکارڈ کو چلا دینا اور اس کا بھی خیال رکھنا کہ تم پر کسی کی نظر نہ پڑنے پائے۔"

"کیا بھٹی یہاں آئے گا...... اس چھت پر۔"

"بچوں کی سی باتیں مت کرو۔"

"اوہ..... تو مجھے یہاں تنہا رہنا پڑے گا۔"

"چلو بیٹھو......!" فریدی اس کے شانوں پر دباؤ ڈالتا ہوا بولا۔

حمید نے طویل سانس لی اور تن بہ تقدیر ہو گیا۔ اضمحلال تو پہلے ہی سے طاری تھا ذہن پر...... وہ سوچ رہا تھا کہ یہ معرکہ اس کی آنکھوں کے سامنے سر نہ ہو سکے گا۔

❖

یہ کمرہ بالکل تاریک تھا۔ یہاں فریدی تنہا نہیں تھا۔ ایس پی ہومی سائیڈ بھی اس کے قریب ہی کھڑا اس کمرے میں جھانکنے کی کوشش کر رہا تھا' جہاں وزیر صاحب تنہا ٹہل رہے تھے۔ ان کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار تھے۔

"انہیں علم نہیں ہے کہ یہاں میرے علاوہ اور کوئی بھی ہے۔" فریدی نے سرگوشی کی۔ "اس لئے آپ محتاط رہئے گا۔"

"بہتر ہے۔" ایس پی بولا۔

ہومی سائیڈ والوں کو ایس۔ پی بیراگی کے قتل کے بعد سے چکر پر چکر آ رہے تھے۔ شاید اسی لئے فریدی نے ان کے ایس۔ پی کو بھی اس مہم میں شریک کر لیا تھا۔

دفعتاً دوسرے کمرے سے کسی کے کھکھارنے کی آواز آئی اور فریدی پوری طرح اس طرف متوجہ ہو گیا۔

بھٹی پردہ ہٹا کر کمرے میں داخل ہوا تھا۔ وزیر صاحب ٹہلتے ٹہلتے رک گئے۔ ان کے چہروں پر زردی چھائی ہوئی تھی۔

بھٹی نے انہیں گھورتے ہوئے کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالی اور بولا۔ "کیا فیصلہ کیا!"

"میں ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کر سکا۔" وزیر صاحب کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

"میرے پاس وقت نہیں ہے۔" بھٹی غرایا۔

"لیکن...... لیکن ...... یہ تو سوچو کہ اس کے نتائج کیا ہوں گے اور تمہیں اس سے یا فائدہ ہو گا۔"

"فائدہ......!" بھٹی زہر خند کے ساتھ بولا۔ "آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ مجھے ں سے کیا فائدہ ہو گا۔"

"اچھی بات ہے...... جو تمہارے دل میں آئے کر لو۔" وزیر صاحب نے کانپتی ہوئی واز میں کہا۔ "ملک و قوم سے غداری کا مرتکب نہیں ہو سکوں گا۔"

"اچھی بات ہے...... تو پھر کل صبح۔"

"نہیں...... ابھی اور اسی وقت مسٹر بھٹی۔" فریدی نے دروازے کو دھکا دے کر رے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے ریوالور کا رخ بھٹی کی طرف ا۔ ایس پی ہومی سائیڈ جہاں تھا وہیں رہا۔

بھٹی ایک پل کے لئے چونکا تھا پھر اس کی آنکھوں میں طنزیہ سی مسکراہٹ ناچنے لگی ی۔ کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے تنا کھڑا رہا۔

"ہاتھ اوپر اٹھاؤ......!" فریدی تحکمانہ لہجے میں بولا۔

بھٹی کے ہاتھ جیبوں سے نکل کر اوپر اٹھتے چلے گئے۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں فریدی بائیں جانب چھلانگ لگائی۔ ایک پل کے لئے بھی غفلت برتی ہوتی تو سامنے والی میز ہی کی ح اس کے بھی پرخچے اڑ گئے ہوتے۔ شاید اس نے بھٹی کے ہاتھ میں وہ عجیب و غریب وضع یک ریوالور دیکھ لیا تھا۔ بے آواز...... اور چنگاریاں برسانے والا...... اس کی نال سے ری چنگاریوں کی دھار سی نکل کر میز سے ٹکرائی تھی اور میز کے چیتھڑے اڑ گئے تھے۔

"خبردار......!" ایس پی ہومی سائیڈ نے دوسرے کمرے سے للکارا تو لیکن کھلے ہوئے

دروازے کے سامنے آنے کی ہمت نہ کر سکا۔ آواز ہی پر بھٹی کے عجیب و غریب ریوالور کا رخ دروازے کی طرف پھر گیا تھا۔ چنگاریوں کی دھار نکل کر دروازے سے گزر گئی اور ایسا کڑاکا ہوا جیسے بجلی چمکی ہو۔ ایس پی نے اپنی پشت والی دیوار میں ایک فٹ قطر کا سوراخ ہوتے دیکھا۔ بجلی کا سا کڑاکا اسی وقت ہوا تھا جب چنگاریاں دیوار سے ٹکرائی تھیں۔

ٹھیک اسی وقت اس نے پے در پے تین فائروں کی آواز سنیں اور پھر ایک طویل چیخ کوئی دھم سے گرا تھا۔

وزیر صاحب کی خوفزدہ آواز آئی "اوہ...... اوہ یہ کیا ہوا......؟"

"اب آجایئے...... کیپٹن۔" فریدی نے اونچی آواز میں کہا تھا اور ایس۔ پی بھی تیزی سے اُس کمرے میں داخل ہوا تھا۔

بھٹی فرش پر چت پڑا ہوا تھا...... اور فریدی دوسرے کمرے کی دیوار میں ہو جانے والے سوراخ کو گھورے جا رہا تھا۔ ایس پی لاش پر جھک پڑا۔ دل کے مقام پر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر تین گولیاں لگی تھیں جن سے ابھی تک خون ابل رہا تھا۔

"آپ لوگ محفوظ ہیں۔" ایس پی نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں ان سے پوچھا۔

"بالکل......!" فریدی مسکرایا۔ لیکن وزیر صاحب دل پر ہاتھ رکھے ہوئے آگے پیچھے جھولتے ہوئے بولے۔ "مجھے ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔"

فریدی نے جھپٹ کر انہیں سنبھالا۔ ورنہ وہ بھی لاش کے برابر ہی لیٹ گئے ہوتے۔

✡

چار بجے صبح فریدی کے دفتر میں اس کے ساتھیوں نے اُسے گھیر رکھا تھا۔ وہ اس ـ معلوم کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ اسے وزیر موصوف کے قتل کی سازش کا علم کیونکر ہو تھا اور حمید سوچ رہا تھا کہ آخر فریدی نے بھٹی کو مار کیوں ڈالا۔ بھٹی تنہا تھا اور تنہا مجرم خواہ کتنا ہی زبردست حربہ کیوں نہ رکھتا ہو فریدی کے کھیلنے کی چیز تھی۔ وہ ایسے ہی مجرموں کو زند

ڑنے کے لئے اپنی جان تک کی پرواہ نہیں کرتا تھا۔

دفعتاً وہ سب بوکھلا کر ادھر اُدھر منتشر ہو گئے کیونکہ ڈی۔ آئی۔ جی فریدی کے دفتر میں ل ہوا تھا۔

"یہ یہ...... تم نے کیا کیا۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں فریدی کو طب کیا۔

"میں نہیں سمجھا جناب۔" فریدی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"تم دونوں میرے ساتھ آؤ۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے حمید کی طرف بھی دیکھا۔

کمرے میں سناٹا چھا گیا تھا۔ وہ ڈی۔ آئی۔ جی کے پیچھے چلتے ہوئے آفس کی لائبریری میں ئے۔ یہاں انہیں ایس۔ پی ہومی سائیڈ کے علاوہ اور کوئی نظر نہ آیا۔ جو انہیں دیکھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"تم بتاؤ...... وہ لاش کس کی ہے۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے ایس پی سے پوچھا۔

"مسٹر راٹھور...... ایم پی کی۔" ایس پی نے کہا۔

"نہیں......!" فریدی متحیرانہ لہجے میں چیخا۔

"جی ہاں۔"

"آپ نے مجھے وہیں کیوں نہیں بتایا تھا۔" فریدی نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"م...... میں خود بھی نہیں پہچان سکا تھا...... وہ تو ہسپتال میں مطلب یہ کہ وہاں وہ خول چہرے سے اتارا گیا تو...... وہ راٹھور صاحب تھے۔"

"میک اپ......!" فریدی کے لہجے کی حیرت اب بھی برقرار تھی۔

"جی ہاں...... حیرت انگیز میک اپ...... میں نے آج تک اتنا کامیاب پلاسٹک میک نہیں دیکھا۔"

کچھ دیر کے لئے سناٹا چھا گیا۔ حمید نے ڈی۔ آئی۔ جی کے ہونٹوں پر خفیف سی اہٹ دیکھی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے ایس پی سے کہا۔ "اب آپ جا سکتے ہیں۔"

ایس پی نے ایڑیاں بجائیں اور باہر چلا گیا۔

"کیا تم نے مجھ سے بھٹی کی موت کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے پوچھا۔

"جی ہاں کیا تھا...... اور یہ بھی بتایا تھا کہ وہ سوئیٹزرلینڈ میں مر جانے کے باوجود بھی یہاں دیکھا گیا ہے ظاہر ہے کہ مجھے تو اس کا تعاقب کرنا ہی تھا۔"

"مجھ سے بھی وہی باتیں۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے آنکھیں نکال کر بزرگانہ انداز میں کہا۔

"اب میں کیا عرض کروں۔ بھٹی کی موت کے متعلق پوری دنیا میں چند افراد کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔ میں، آپ، راٹھور، سفیر صاحب اور سیکریٹری وزارت خارجہ.... آپ نے بھٹی کی موت کی خبر آج تک اپنی ہی ذات تک محدود رکھی تھی۔ لہٰذا اب میں جو کچھ آپ کو بتانے جارہا ہوں اسے بھی آپ اپنی ہی ذات تک محدود رکھیں گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں؟"

"میں ابھی صاحب معاملہ سے فون پر اجازت لے چکا ہوں۔ میں نے اُن سے کہا تھا کہ ڈی۔ آئی۔ جی صاحب کو بتائے بغیر کام نہیں چلے گا۔ کیونکہ وہ بھی سوئٹزرلینڈ میں بھٹی کی موت سے واقف ہیں۔ انہوں نے اجازت دے دی ہے لیکن استدعا بھی کی ہے کہ آپ اس معاملے کو بھی اپنی ہی ذات تک محدود رکھیں۔ بھٹی بہت بڑا بلیک میلر تھا۔ ملک کی بڑی بڑی شخصیتوں کی بعض ایسی کمزوریاں اسے معلوم تھیں جن کی بناء پر وہ انہیں بلیک میل کر سکتا تھا۔ ان میں دو شخصیتیں بے حد نمایاں تھیں ایک تو سفیر صاحب جو سوئٹزرلینڈ میں تھے اور دوسرے وزارت خارجہ کے سیکریٹری صاحب اور یہ دونوں حضرات کسی ایک ہی معاملے میں بلیک میل کئے جارہے تھے۔ بھٹی نے انہیں دہلا رکھا تھا۔ غالباً اس نے اپنے سبھی شکاروں سے کہہ رکھا تھا کہ اگر وہ کسی طرح اچانک مر گیا تو اُن کے معاملات کھل کر منظر عام پر آجائیں گے کیونکہ اُن کے خلاف سارے ثبوت ایک ایسی ہستی کے پاس محفوظ ہیں جو دنیا کی ایک خطرناک تنظیم سے تعلق رکھتی ہے۔ اگر اُن کے راز اس تنظیم کے ہاتھوں پہنچ گئے تو پھر ان کا کہیں ٹھکانا نہ ہوگا۔ لہٰذا جیسے ہی سفیر کی دی ہوئی اطلاع سیکریٹری صاحب کو پہنچی اُن کے ہاتھ

پر پھول گئے اور اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ رہ گیا کہ وہ کسی پر اعتماد کریں۔ نظر انتخاب مجھ پر ڑی۔ لیکن یہ کسی طرح ممکن نہیں تھا کہ آپ کے علم میں لائے بغیر میں ملک سے باہر جا کر ی معاملے کی تفتیش کر سکتا۔ بہر حال میرے پہنچتے پہنچتے بھٹی دفن کیا جا چکا تھا۔ ہم نے راٹھور احب کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ بھٹی کی موت کا تذکرہ کسی سے بھی نہ کریں، انہیں بتایا کہ بھٹی موت کی خبر پھیلنے سے بعض بین الاقوامی پیچیدگیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ انہوں نے بڑے لوص سے وعدہ کیا تھا اور اس پر قائم بھی رہے۔ موت اس خیال سے چھپائی گئی تھی کہ اُس ستی کو خبر نہ ہونے پائے جس کے پاس بھٹی کے بیان کے مطابق اس کے شکاروں کے خلاف وت محفوظ تھے۔ پھر یہ مشہور کرنے کی کوشش کی گئی کہ بھٹی یورپ کے کسی ملک میں کسی م فرض کی انجام دہی کے سلسلے میں مقیم ہے۔ اس کی تنخواہ بھی لگتی رہی اور جعلی دستخط سے ں کی وصولیابی کا انتظام بھی کیا گیا۔"

"لیکن اب اس کے لئے کیا جواز پیش کرو گے۔" آئی۔ جی نے پوچھا۔

"سیکریٹری صاحب جانیں۔ مجھے اس سے کیا سروکار...... ہاں تو مجھے لڑکی پر اسی ہستی شبہ ہوا تھا جس کی طرف بھٹی نے اشارہ کیا تھا۔ میں نے اس کے سلسلے میں چھان بین شروع ا اور دو تین دن ہی میں اس کا ثبوت فراہم کرلیا کہ وہ عالمی پیمانے پر منشیات کی غیر قانونی جارت کرنے والے گروہ مافیا سے تعلق رکھتی ہے۔ ایک شام میں اسے اپنے ساتھ لے جانا اہتا تھا۔ راٹھور صاحب اکڑ گئے کیونکہ وہ بھٹی کی موت کے بعد بھی انہیں کے یہاں مقیم رہی ی۔ مجبوراً مجھے اس کو وہاں سے زبردستی اٹھا لے جانا پڑا۔"

"زبردستی۔"

"جی ہاں...... مجبوری تھی۔ اس کے غلاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ راٹھور صاحب ائے کی طرح اس کے ساتھ لگے رہتے تھے۔ بہر حال میں اسے اپنی قیام گاہ پر لایا تھا لیکن چند نٹوں کے بعد وہ وہاں سے غائب ہو گئی۔ اس کے بعد پھر میں نے پچھلے دنوں اس کی لاش اس الت میں دیکھی تھی کہ سر غائب تھا۔ ہتھیلیاں اور پنجے کاٹ لئے گئے تھے۔"

"تت تو وہ اسی کی لاش تھی۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے حیرت سے کہا۔

"میرا تو یہی خیال ہے۔ بھٹی کی دریافت کے بعد فوراً ہی میں نے مکان سے لئے گئے انگلیوں کے نشانات سے لڑکی کی انگلیوں کے نشانات کا موازنہ کرایا تھا۔ کچھ نشانات ان سے مل گئے تھے۔"

کچھ دیر خاموش رہ کر فریدی نے بھٹی کی دوبارہ دریافت سے لے کر حمید کے راٹھور کے پنجے میں پھنسنے تک کی داستان سنائی اور ڈی۔ آئی۔ جی کی اجازت سے سگار سلگا کر بولا۔

"بھٹی کا نام آتے ہی راٹھور کا خیال آیا تھا۔ کیونکہ آنا قدرتی بات تھی۔ میں جانتا تھا کہ حمید کو اچانک اپنی کوٹھی میں دیکھ کر وہ کیا کرتے ہیں۔ لڑکی والے واقعے کے بعد سے وہ حضرت مستقل طور پر میری تاک میں رہتے تھے اور میں بھی ان کی طرف سے غافل نہیں رہا تھا اور اس رات تو خصوصیت سے توجہ دینی پڑی تھی۔"

"تو تم جانتے تھے کہ بھٹی کے روپ میں وہ راٹھور ہی تھا۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے پوچھا۔

"راٹھور یا اسی کا کارندہ۔"

"ہرگز نہیں......!" ڈی۔ آئی۔ جی مسکرایا۔ "اگر تمہیں اس کے راٹھور ہونے کا یقین نہ ہوتا تو اسے مار نہ ڈالتے۔"

"چلئے یہی سمجھ لیجئے۔ بلکہ حقیقت بھی یہی ہے۔ میں نے سوچا اگر زندہ گرفتار کرتا ہوں تو ہو سکتا ہے کہ الٹی آنتیں گلے پڑ جائیں۔ پتہ نہیں اور کن کن بڑی شخصیتوں کو بلیک میل کرتا رہا ہو۔ ان پر ردّا رکھ کر اپنا بچاؤ کر ہی لے۔ وزیر صنعت و تجارت کا حال آپ نے دیکھ ہی لیا۔"

"لیکن تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ وزیر صنعت کو بھی بلیک میل کر رہا ہے۔"

"حمید کو جب اس نے اپنی کوٹھی میں پکڑا تھا۔ تو اس سے ایک ایسی تحریر لی تھی جس کی بناء پر وہ مستقبل میں اسے بلیک میل کر سکتا۔ یہیں سے میرا یہ شبہ یقین تک پہنچا کہ بھٹی کے روپ میں اب راٹھور ہی اس بزنس کو چلا رہا ہے۔ آپ جانتے ہی ہیں کہ وہ ایک بڑا صنعت کار

بھی تھا اور لیڈر بھی۔ لہٰذا اس کی بلیک میلنگ سیاسی اور اقتصادی ہی نوعیت کی ہوتی ہو گی۔ بھٹی کی موت کے بعد صرف دو شکاروں کا اس سے پیچھا چھوٹ گیا تھا۔ سفیر برائے سوئٹزر لینڈ اور وزارت خارجہ کے سیکریٹری۔ چونکہ بقیہ دنیا کے لئے وہ مر چکا تھا اس لئے راٹھور بہ آسانی بھٹی کے روپ میں ان دونوں کے علاوہ اور سب کو دھوکا دیتا رہا۔ انہیں تو پھر چھیڑا نہیں گیا تھا بہر حال میں نے قیاس کیا کہ وزیر صنعت پر بھی اس نے جال ڈالنے کی کوشش کی ہو گی لائسنس اور پرمٹ کے چکر میں...... اندازہ غلط نہ نکلا۔ وہ حقیقتاً انہیں بلیک میل کر رہا تھا اور اتفاق سے انہیں دنوں نئی تجارتی پالیسی سے متعلق کچھ ایسے نکات ان سے معلوم کرنے کی کوشش کر رہا تھا جن کا منظر عام پر آنا ملک و قوم کے لئے سود مند نہ تھا۔ میں نے بڑی مشکل سے وزیر موصوف کو بولنے پر آمادہ کیا تھا۔ انہیں یقین دلایا تھا کہ اس واقعہ کو دوسرا رنگ دینے کی کوشش کی جائے گی۔ کچھ اس وجہ سے اور بھی میں اسے زندہ نہیں گرفتار کر سکا۔"

"لیکن...... وہ لڑکی...... کیوں قتل کی گئی...... اور لاش کی تشہیر کا کیا مطلب تھا۔" ڈی۔ آئی۔ جی بولا۔

"اس کا صحیح جواب تو راٹھور ہی دے سکتا تھا۔ لیکن میرا قیاس ہے کہ کسی زمانے میں راٹھور بھی بھٹی کے شکاروں میں سے رہا ہو گا اور اس نے بھی یہی قیاس کیا ہو گا کہ وہ لڑکی بھی بھٹی کی ہمراز ہو سکتی ہے۔ لہٰذا بھٹی کی موت کے بعد وہ خود ہی بھٹی بن بیٹھا۔ صرف ان لوگوں کے سامنے بحیثیت بھٹی نہیں آیا جنہیں بھٹی کی موت کا علم تھا اور پھر غالباً اس نے خصوصیت سے اپنے مطلب کے شکاروں کو الگ کر کے بقیہ کو نظر انداز کر دیا تھا۔ اس کی بھی ایک مثال میرے سامنے آئی تھی۔ خیر اسے چھوڑیئے۔ آپ لڑکی کے قتل اور لاش کی تشہیر کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ میرا خیال ہے کہ لڑکی کو بھی شبہ ہو گیا تھا کہ یہ بھٹی نہیں ہے اس لئے وہ ان ثبوتوں کو دبا بیٹھی ہو گی جو راٹھور سے متعلق تھے۔ اس لئے کہ بھٹی راٹھور ہی کے یہاں سے غائب ہوا تھا۔ لڑکی سے اس وقت سفیر صاحب نے یہی کہا تھا کہ وہ بے حد ضروری کام کے سلسلے میں فوری طور پر کسی دوسرے ملک کے لئے روانہ ہو گیا ہے پھر میں زبردستی اسے

اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ ان وجوہات کی بناء پر اسے شبہ ہو گیا ہو گا کہ وہ کسی سازش سے دوچار ہے بہر حال راٹھور نے اسے اس وقت تک زندہ رکھا جب تک کہ اس کے قبضے سے وہ مواد نہیں نکال لیا جو خود اس کے خلاف تھا۔ رہی لاش کی تشہیر تو یہ اس کے کارکنوں کی حماقت کا نتیجہ بھی ہو سکتی ہے۔ انہوں نے سوچا ہو گا کہ اس طرح وہ بہ آسانی لاش سے پیچھا بھی چھڑالیں گے اور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہو گی۔ ہو سکتا ہے اسی خطا کی پاداش میں وہ شخص مارا گیا ہو جو اس کے شوہر کا رول ادا کرتا رہا تھا۔“

ڈی۔ آئی۔ جی کسی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر ضابطے کی کاروائی کے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔ راٹھور کا وہ عجیب و غریب پستول بھی زیرِ بحث آیا۔

”میں نے تو ایسے پستول صرف فلموں میں دیکھے ہیں۔“ حمید بڑبڑایا۔ ”غالباً مریخ کے باشندے ایسے ہی پستولوں سے اپنا کھانا پکاتے ہیں۔“

”اسی پستول کی بناء پر مجھے کہنے دیجئے کہ راٹھور زیرولینڈ کا جاسوس بھی تھا۔“ فریدی نے طویل سانس لے کر کہا۔ ”ڈی۔ ایس۔ پی بیراگی کے یہاں سے ایسے کچھ کاغذات بھی ملے ہیں۔“

ڈی۔ آئی۔ جی حیرت سے منہ کھولے اُسے دیکھ رہا تھا۔ جلدی سے بولا۔ ”ہاں کہو خاموش کیوں ہو گئے۔“

”فی الحال کچھ نہیں کہہ سکتا۔ بارہ بجے تک آپ کو پوری رپورٹ مل جائے گی۔“

مگر واپس جاتے ہوئے حمید نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور بولا۔ ”آخر مجھے اس طرح وزیر صاحب کی کوٹھی میں طلب کرنے کا کیا مطلب تھا۔ میں تو سمجھا تھا شاید چوروں کی طرح کوٹھی میں گھسنا پڑے گا۔“

”راٹھور کے آدمی ہر وقت میری نگرانی کرتے تھے۔ ہماری کوٹھی کے گرد اس کے گرگوں کا جال پھیلا ہوا تھا۔ اگر اسے اس کی اطلاع ہو جاتی کہ میں کسی طرح بھی وزیر صاحب کی کوٹھی میں داخل ہوا ہوں تو وہ ہرگز وہاں نہ آتا۔ پہلی بار جب وزیر صاحب سے ملا تھا تب

ہی نگرانی کرنے والوں کو دھوکا دینا پڑا تھا۔ بہر حال مجھے یقین تھا کہ تم کوٹھی میں گھسنے کا راستہ تلاش کرتے ہوئے عمارت کی پشت پر ضرور آؤ گے۔“

”اور وہ لڑکی......!“ حمید نے پھر ٹھنڈی سانس لی۔

”غالباً تمہارا اشارہ جولی وکٹر کی طرف ہے۔ اُس نے تم سے جتنی بھی باتیں کی تھیں بکواس...... دراصل اس سے بھی مجھے بڑی مدد ملی ہے جب پہلے پہل ہم اس مکان کے اپنے مالک مکان سے گفتگو کر رہے تھے وہ ہم تک پہنچی تھی اور ہمیں اچھی طرح پہچانتی بھی تھی۔ انجان اس لئے بنی تھی کہ بھٹی کی نشاندہی کرنا چاہتی تھی۔ وزارت خارجہ کی گاڑی کا ذکر سب سے پہلے اسی نے کیا تھا۔ لیکن بھٹی کا نام بتانے سے گریز کرتی رہی تھی۔“

”اوہ تو کیا وہ اسے ایک بلیک میلر ہی کی حیثیت سے جانتی تھی۔“

”ہاں...... کیونکہ ایک سال پہلے تک وہ اس کے باپ سے بھی سہ ماہی وصول کرتا رہا تھا اُس کے کسی راز کو راز رکھنے کے صلے میں...... وہ اپنے شکاروں سے اسی طرح سہ ماہی رقم وصول کرتا تھا۔ اس کا باپ اس سے بے حد خائف رہتا تھا۔ بہر حال وہ سامنے والے مکان میں اسے اکثر دیکھتی لیکن اسے حیرت ہوتی کہ آخر وہ حسب سابق ان کی طرف رخ کیوں نہیں کرتا۔ اس نے اس کا تذکرہ اپنے باپ سے بھی کیا تھا لیکن وہ خوفزدہ ہو کر بولا تھا ”مت دیکھو اس کی طرف...... بھول جاؤ اُسے...... خدا کرے وہ مجھے بھی بھول گیا ہو۔ اس کے پاس جو مواد میرے خلاف ہے خدا کرے ضائع ہو گیا ہو۔ ضرور ایسا ہی ہے تبھی وہ یہاں نہیں آتا۔ ظاہر ہے اصل بھٹی تو مر چکا تھا اور راٹھور نے بحیثیت بھٹی صرف انہیں لوگوں سے سروکار رکھا تھا جو اس کیلئے بہت اہم تھے۔ یعنی بھٹی کی طرح وہ رقومات نہیں وصول کرتا تھا بلکہ ان سے اپنے مفاد میں کام لیتا تھا۔ مثال کے طور پر وزیر صنعت کا معاملہ لے لو۔“

”آپ نے جولی سے یہ سب باتیں کب معلوم کیں۔“

”گیسپر والے معاملے کے بعد...... گیسپر کو کسی نامعلوم آدمی نے تمہارے متعلق [illegible] پر نہیں بتایا تھا بلکہ یہ ان دونوں کی ملی بھگت تھی۔ جولی ہی نے گیسپر کو بھیجا تھا اور پھر خود

ہی بیچ بچاؤ کرانے چلی آئی تھی۔ مقصد یہ تھا کہ ہم لوگ اس مکان کے لوگوں کے خلاف اپنی مہم پہلے سے بھی تیز کردیں حالانکہ اس کا یہ فعل قطعی احمقانہ تھا۔"

حمید جس کی پلکیں نیند سے بوجھل ہورہی تھیں جھومتا ہوا بولا۔ "تو پھر اس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ گیسپر سے محبت کرتی ہے۔"

"ہوں......!" فریدی غرایا۔ "تم اسی مسئلے پر اپنی رپورٹ لکھ ڈالو۔ ماہنامہ دلدار میں چھپوا دوں گا۔"

"اُوہ...... معاف کیجئے گا۔" حمید چونک کر بولا۔ "شاید میں اونگھ رہا تھا۔ ہمیں بھلا محبت وجبت سے کیا سروکار...... ہم تو صرف اس لئے پیدا ہوئے تھے کہ شہر کی سڑکوں پر رات رات بھر مکھیاں مارتے پھریں۔ لیکن وہ زیرولینڈ والا پستول؟"

"راٹھور کی موت نے بڑی مشکلات میں مبتلا کردیا ہے لیکن اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ میں نے وزیر صنعت سے وعدہ کرلیا تھا کہ بلیک میلنگ کی کہانی منظر عام پر نہ آنے پائے گی۔ راٹھور کی زندگی میں یہ ناممکن ہو جاتا۔ اب صبح کے اخبارات وزیر صنعت کے خلاف ہلاکت خیز سازش کی خبر سنائیں گے اور مجھے اس سازش کی اطلاع پہلے ہی مل گئی تھی۔ لہٰذا میری بروقت مداخلت نے اُن کی جان بچالی۔ آئندہ سال تک سرکاری کاغذات میں بھٹی بھی مر جائے گا۔"

"جولی وکٹر......" حمید بصد سوز و گداز گنگنایا۔

"اُسے بھول جاؤ...... وہ لڑکی کریک ہے۔"

"مجھے آج تک کوئی ایسی لڑکی نہیں ملی جو کریک نہ رہی ہو۔" حمید نے جماہی لے کر کہا اور پھر اونگھنے لگا۔

ختم شد